سلسلۂ تالیف و تصنیف ادارۃ المجالس

اسلام
مشرق میں

از

مولانا وحید احمد

نظر کردہ

مولانا محمد جیلانی کامل نظامیہ

ناشر

ادارۃ المجالس نور بھائی لوٹیا بلڈنگ - بندر روڈ کراچی

باہتمام - دکن دار الاشاعت - کلیٹن روڈ کراچی ۵

جملہ حقوق محفوظ ھیں

بار اول

تعداد طبع .... ایک ہزار

ضخامت .... ۱۷۶ صفحات

کتابت .... احمد ولی الدین ۔

طباعت .... جاوید پریس کراچی

قیمت .... تین روپے آٹھ آنے

مجلد چار روپے آٹھ آنے

اکتوبر سنہ ۱۹۶۱ء

1961

۱۰۹۳۴
DATA ENTERED

فہرست مضامین

تعارف	۵
ماخذ	ح
گذارش	۱
باب اول	
اقوامِ مشرق	۴
(نقشہ اقوامِ مشرق)	
ہن	۷
یوچی	۱۴
سفید ہن	۱۶
ترک	۱۸
باب دوم	
اسلام	۲۵
اسلام مشرق بعید میں	۲۸
شجرہ خلافت و امامت	۳۰
(نقشہ ریاستہائے ترک قبل اسلام)	
خلافت امیہ	۳۳
شجرہ امیہ	۳۴
شجرہ عباسی	۴۲
خلافت عباسی	۴۴
مملوک مصر	۵۹
جاٹ	"
اسمٰعیلیہ	"
قرامطہ	۶۰
طاہری	"
صفاری	۶۱
سامانی	۶۳
شجرہ سامانی	۶۴
زیدی و زیاری	۶۶
شجرہ بویہ	۶۷
بوئیہ یا دیلمی	۶۸
غزنوی	۶۹
شجرہ غزنی	۷۰
قاروق قارا خانی	"
شجرہ قارا خانی	۷۵
خوارزم شاہ	صد کے سلسلہ

Marfat.com

شجرہ خوارزمی ۷۷
(نقشہ سلطنت اسلامی و سلطنت خوارزم)
غزیا سلجوق - - - - - .. ۷۸
شجرۂ سلجوق ... - - - ۸۱
فرقہ باطنیہ - - - - - .. ۸۲
فاطمی خلافت ۸۳
سلطنت ایوبی .. .. ״
غوری .. - .. - .. ۸۵
شجرۂ غوری - - - .. ۸۶
اتابیگ - - - - ״
سنجر سلجوق قاراخطائی ۸۸
اور خوارزم شاہ .. ..

باب سوم

مغل ۹۲
چنگیز خان - - - - - .. ۹۸
(نقشہ ایشیا بزمانہ چنگیز)
خاقان - - - - - - .. ۱۰۳
شجرہ چنگیزی ۱۰۴
خاقان دوم اکتائی ۱۰۵
جغتائی .. - - - - ۱۰۷
خاقان سوم کیوک .. .. ״
آخراں خان اعظم اردوئے زرّیں ۱۰۸
بگی ۱۱۰

خاقان چہارم منگو ۱۱۰
شجرہ خاندان تولی و قبلائی ۱۱۱
خاقان پنجم قبلائی خان - - .. ۱۱۲
ہلاکو ال خان ایران .. - ۱۱۴
شجرہ ہلاکو ال خان ایران ۱۱۹
خاندان جلائر .. .. ״
خاندان مظفریہ .. - - - ۱۲۰
ہرات کے کرد - - - - ״
اردوئے زرّیں - - - ״
شجرہ شیبانی ۱۲۷
شجرۂ باتو اردوئے زرّیں ۱۲۸
ریاست جغتائی ۱۳۰
شجرہ جغتائی ۱۳۲
(نقشہ ریاستہائے مغل)
امیر تیمور ۱۳۳
شجرۂ امیر تیمور ۱۳۵
صفوی ۱۳۶
ترکانِ عثمانی - - - - - ۱۳۷

باب چہارم

مغلوں کا زوال ۱۴۰

باب پنجم

لب لباب ۱۴۴
۱۴۶

تعارف

تاریخ کسی قوم کا رابطہ اپنی ماضی سے قائم کرکے نہ صرف اپنی روایات کو قائم رکھنے کی ترغیب دیتی ہے بلکہ ماضی میں اپنے عروج وزوال کے اتار چڑھاؤ سے باخبر بنا کر مستقبل کو محفوظ تر کرنے میں راہنمائی بھی کرتی ہے۔ کوئی قوم اپنے ماضی سے کٹ کر زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتی۔ جن قوموں نے اپنے ماضی کو بھلا دیا انھوں نے اپنی انفرادیت کو کھو بیٹھا اور ان کا وجود دوسری قوموں میں مدغم ہو کر رہ گیا۔ اسی اصول کے تحت آج وہ قومیں بھی جن کا پورا ماضی تاریکی کے پردہ میں چھپا ہوا ہے اپنی فرضی تاریخ گھڑ کر اپنی زندگی کا سامان مہیا کر رہی ہیں اور اس طرح اپنے آپ کو ایک مفروضہ ماضی سے منسلک کرکے اپنی علیحدہ حیثیت رکھنے کے لئے کوشاں ہیں۔

ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ تاریخ عالم میں بالکل واضح اور روشن ہے یہ اپنا نمایاں مقام رکھتی ہے۔ تاریخ نویسی میں مسلمان دنیا کی قوموں میں پیش پیش رہے ہیں یہ بات بھی مبالغہ آمیز نہیں ہے کہ فنِ تاریخ عربوں کی رہینِ منّت ہے اور مسلمانانِ برصغیر ہندوپاک نے بھی اس فن کی خدمت میں کوئی کمی نہیں کی۔ اس فن کے جاننے والے اس برصغیر میں اس وقت بھی کسی دوسرے ملک سے کم نہیں ہیں۔ قوموں کو حرکت میں لانے کے لئے تاریخ جو اثر رکھتی ہے اس سے مسلم مؤرخ بخوبی واقف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں تاریخ کے موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور اس وقت بھی لکھا جا رہا ہے۔

مولوی وحید احمد صاحب کی یہ تالیف **"اسلام مشرق میں"** اسی مقصد کے سلسلہ

کی ایک کڑی ہے گویہ تاریخ اسلام کا نیا عنوان نہیں ہے اور متقدمین سے عربی، فارسی میں اس عنوان پر ایک حد تک ہمیں روشنی ملتی ہے بر بنیم اور بھی بہت کچھ تحقیقات کی ضرورت تھی زبان اردو میں تاریخ کا یہ نیا عنوان ہے. چنانچہ پہلی مرتبہ جس طرز و کاوش سے مصنّف نے اس مضمون کو پیش کیا ہے وہ مصنّف کی علمی و تحقیقی صلاحیتوں کا واضح نمونہ ہے اور مسلم موٗرخین کی فکری انداز کی یہ روشن دلیل ہے۔

اسلام مشرق میں جس سرعت سے پھیلا وہ پھیلانے والوں کی نہ صرف کاوش کو ظاہر کرتا ہے بلکہ اس بات کا بھی پتہ دیتا ہے کہ اس میں اپنے طور پر پھیلنے کی فطری صلاحیت موجود ہے نیز اہلِ شرق کی روحانیت پسند طبیعتوں کا اس کے پھیلانے میں بڑا دخل رہا ہے. اس پوری کاوش اور تبلیغ کا پس منظر اور تاریخ اس کتاب میں پیش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں مغلوں اور ان کے اسلام لانے سے متعلق جہاں ایک مختصر اور جامع تذکرہ پیش کیا گیا ہے وہیں اسلامی خلافت کا ابتدائے اسلام سے لے کر ترکانِ عثمانی و تیموری کی حکومتوں کے عروج و زوال کے حالات بھی بیان کئے گئے ہیں۔

اس کتاب کے پڑھنے والے کے لئے یہ سمجھنا نہایت آسان ہو جاتا ہے کہ مشرقی ممالک اور قوموں میں اسلام کی اشاعت کس طرح ہوئی۔ اس کے وسائل و ذرائع کیا تھے. کس طرح انفرادی اور اجتماعی کوششوں سے اسلام کی روشنی ان قوموں میں پہنچی تاریخ کے طالب علموں اور محققین کے لئے یہ کتاب شرقی ملکوں اور قوموں کی جہاں ایک مفید تاریخ ثابت ہو گی وہیں تاریخ نویسی میں ایک نئے رخ، نئی طرز اور نئے باب کا اضافہ کرے گی۔ اور تاریخ کے اس باب میں مزید تجسس کا شوق پیدا کرے گی کتاب شروع سے آخر تک اپنی دلچسپی کو باقی رکھنے میں اپنی آپ نظیر ہے۔ اپنے اپنے موقعوں پر شجروں اور نقشوں نے کتاب کو دلکش اور مضمونِ کتاب کی افادیت کو دو بالا کر دیا ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ یہ کتاب المجلس کی طرف سے شائع کی گئی ہے، میں بڑی مسرت سے یہاں اس امر کا اظہار کروں گا کہ المجلس اپنے حیطۂ عمل میں اس بات کی کوشاں ہے کہ وہ دورِ حاضر میں جہاں علم و فن ترقی کرتا جا رہا ہے اس قسم کے علمی و تحقیقی مضامین و کتب شائع کرے تاکہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں شیدایانِ اسلام کی علمی و فکری صلاحیتیں پیچھے نہ رہ جائیں۔ اس مقصد کے آگے بڑھانے میں سکریٹری ادارہ مولنا محمد جیلانی "کامل نظامیہ" وقف ہیں جن کے مساعی لائق تحسین ہیں جو میری مسرت میں مزید اضافہ کرتی ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت میں موصوف کی تگ و دو اور کاوشیں قابلِ ذکر ہیں، میں اور اراکینِ ادارہ موصوف کے شکر گذار ہیں۔

آخر میں جناب صوفی غلام مصطفےٰ صاحب ایڈیٹر چکوال گزٹ کراچی کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کی اشاعت میں علمی تعاون فرمایا ہے نیز جناب عبدالرحیم شاہ صاحب مالک دکن دارالاشاعت کلیٹن روڈ کراچی کا بھی ادارہ شکر گذار ہے کہ جنھوں نے اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ علمی حلقوں میں پہنچانے کا ذمہ لیا ہے۔ خدا ساعی کو مشکور فرمائے۔

عبدالکریم اسمٰعیل مرچنٹ

ام۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی

صدر المجلس

۵ راکتوبر ۱۹۶۱ء

ماخذ

کتب جن سے مدد لی گئی ہے

1. THOUH DESE RTS & OASES OF CENTRAL ASIA BY MISS & SIR PERCY SYKES
2. تاریخ جہاں کشا مصنفہ جوینی
3. چنگیز خاں مترجمہ عنایت اللہ
4. CHANGIZ KHAN BY V. YON
5. HISTORY OF PERSIA VOL II CHAPTER IV
6. ENCYCLOPEDIA OF ISLAM
7. HISTORY BY SIR W. MUIR
8. HISTORIANS HISTORY OF THE WORLD VOL XXLV
9. HISTORY OF MUGHALS BY HOWARTH
10. LITERARY HISTORY OF PERSIA BY BROWNE
11. HISTORY OF PERSIA BY PERCY SYKES
12. ENCYCLOPADIA BRITANICA
13. HISTORY OF EXPLORATION BY P. SYKES
14. THE CHNESE BY LALORETTE
15. HEART OF ASIA BY SKIN & ROSS
16. TURKISTAN DOWN TO MUGHAL INVASION BY BARTHOLD
17. THE MUGHAL EMPIRE BY MICHEL PRAWDEN
18. EARTH SHAKERS BY HERALD LAMP
19. CHANGIZ KHAN BY RODALPH FOX
20. ARAB CONQUEST IN ASIA BY H. A. R. GIBB
21. HISTORIANS HISTORY OF WORLD VOL XVII
22. PREACHING OF ISLAM BY ARNOLD
23. روضۃ الصفاء میرخوند
24. MOHAMMADAN DYNASTIES BY LANEPOLE
25. EXPANSION OF ISLAM BY W. CASH
26. الاسلام از احسان اللہ عباسی
27. تاریخ ملت ندوۃ المصنفین دہلی۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذارش

مگر اقبال نہ بھی کروں تو یہ اوراق خود ظاہر کر دیں گے کہ میں نہ مورخ ہوں نہ ماہرِ تاریخ ہوں اور نہ تاریخ کا طالب علم ۱۹۴۸ء میں یہ خیال آیا کہ اولادِ چنگیز خان کن اثرات سے داخل اسلام ہوئی اور میرے ذہن میں اولادِ چنگیز سے محض اولادِ ہلاکو خاں کا تصور تھا جب اس حقیقت سے واقف ہونے کے لئے میں نے تاریخ کا مطالعہ کیا تو اصلیت کا انکشاف ہوا اپنی بے مائیگی کے علاوہ مجھے حالات سمجھنے میں اس لئے بھی الجھن ہوئی کہ وسطی ایشیا کی تاریخ بذات خود تاریخ کا ایک گوشۂ تاریک ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ لکھنے کے بعد بھی تاریکی ابھی باقی ہے اور مسلمانوں اور اقوامِ مشرق کے تعلقات کی واضح تصویر نہیں کھنچتی۔

میں چاہتا تھا کہ اقوامِ مشرق اور اسلام کے جملہ ماحول سے سلسلہ مربوط کر کے مفصل حال بیان کروں مگر اس کے لئے وسیع علم اور دقیق نگاہ کی ضرورت تھی۔ اس کے علاوہ موجودہ فضا بھی اس کی متحمل نہیں ہو سکتی لہٰذا اردو کی بے قدری اور مسلمانوں کے انتشار کے دور میں بجائے ضخیم کتاب کے محض خاکہ پیش کرنا مناسب سمجھا۔ اب اگر میری مختصر نویسی میرا نقصِ تحریر ثابت کر دے تو میں معذور ہوں مگر شرمندہ نہیں، اس لئے کہ سمجھتا ہوں کہ شائقین کو اس نقص کی وجہ سے اسلامی تاریخ کے مطالعہ کا شوق خود پیدا ہو گا۔ یاد گو ہیچ اور معنی کے طور پر میں نے مسلمانوں کے حالات کا مختصر نقشہ کھینچنا اس لئے بھی ضروری

Marfat.com

سمجھا کہ ہمارے بعد میں آنے والے پہلی نظر میں بغیر کسی دشواری کے اسلام کی تاریخ سے واجبی واقفیت حاصل کر سکیں۔ مجھے اُمید ہے کہ اصحابِ علم اور اربابِ ذوق میرے نقص کو نظر انداز کر کے اپنے اپنے مذاق کے مطابق اس میں موتی ٹانک لیں گے۔ اکثر مقامات پر میں نے بعض مسائل پر نہ صرف تنقید کی ہے بلکہ اپنے خیالات کا بھی اظہار کیا ہے مگر یہ جُرم اس لئے جائز رکھا کہ اہلِ نظر اس پر توجہ فرمائیں اور بحث کا پہلو اختیار کئے بغیر آزادی اور سنجیدگی سے اس پر غور کریں۔ اس سے نہ صرف میری اصلاح ہوگی بلکہ عام طور پر حقیقت روشن ہوگی۔ مسئلہ تصوّف کے متعلق خاص طور پر اس لئے اظہارِ خیال کیا گیا ہے کہ تبلیغِ اسلام میں صوفیاء کا بہت بڑا حصّہ ہے لیکن بایں ہمہ تصوف کے متعلق عجیب غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ "تصوّف کی اصلیت" کے نام سے میرا ایک مختصر رسالہ اس سے پہلے شائع ہو چکا ہے جس میں مَیں نے اس موضوع کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

میں یوپی گورنمنٹ میں پارلیمنٹری سکریٹری تھا اسی زمانہ میں میں نے مغلوں کی تاریخ کا مطالعہ کیا تھا اور متفرق نوٹ جمع کئے تھے۔ چنانچہ فہرست میں ان سب کتابوں پر نمبر ڈال دیئے گئے ہیں اور اس کتاب کے متن میں ہر اقتباس پر ماخذ کے نمبر کا حوالہ دے دیا گیا ہے تاکہ واقعات کی سند کا پتہ چل سکے۔ ۱۹۵۲ء میں جب میں اس عہدے سے سبکدوش ہوا تو جمع شدہ نوٹوں کو مرتب و منسلک کرنے کا خیال آیا۔ اگر پہلے سے تصور ہوتا تو ماخذ کی کتابوں کے صفحوں کا بھی حوالہ لکھ لیتا۔ اس خامی پر مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے اس مختصر خاکے کی وضاحت میں شجروں اور نقشوں سے مدد مل سکتی ہے جو اس کتاب میں شامل ہیں۔

میں اپنے پرسنل اسسٹنٹ ایم۔ اے۔ جمیل[1] اور ان کے جانشین نفیس الحسن نقوی[2] اور اپنے اسٹینو گرافر رام پرشاد[3] کا ممنون ہوں جنھوں نے مختلف لائبریریوں

---

(۱) اب پاکستان کے بحری محکمہ میں مترجم کے عہدے پر مامور ہیں
(۲) یوپی گورنمنٹ کے محکمہ مال میں ہیں۔ (۳) یوپی گورنمنٹ میں آنریبل چیف منسٹر کے اسٹینو گرافر ہیں

Marfat.com

سے کتابیں تلاش کر کے مجھے فراہم کیں۔

آخر میں مجھے سفیرِ رُوس متعینہ دہلی کا شکریہ ادا کرنا ہے جنھوں نے از راہِ کرم میری گذارش پر لینن گریڈ کے پروفیسر "ای پی بارانی کوو" سے غائبانہ تعارف کرایا۔ پروفیسر صاحب رُوس میں چنگیز خان کی تاریخ کے ماہر ہیں۔ اُنھوں نے روسی زبان کی دو مجلّد او رخوبصورت کتابیں بے تکلف مجھے بھیج دیں۔ ایک تاریخِ ناصری کا ترجمہ تھی اور دوسری چنگیز خان کے زمانہ کے گیتوں کا مجموعہ۔ میں روسی زبان نہ جاننے اور ترجمان نہ مِل سکنے کی وجہ سے استفادہ نہ کر سکا۔ عرصہ کے بعد پروفیسر صاحب نے باوجود اپنی علالت کے مجھے مزید معلومات فراہم کرنے پر آمادگی ظاہر کی مگر میں نے اپنی مجبوری ظاہر کر کے معذرت کر لی۔ میں ان کے اس اخلاق کریمانہ کا تہِ دل سے معترف ہوں۔

جب میرے اقتباسوں نے کتاب کی شکل اختیار کر لی تو اسے پیش کرنے کی جرأت ہوئی۔ مجھے اُمید ہے کہ میری یہ جرأت خلوص سے دیکھی جائے گی۔

احقر
وحید احمد

شیخوپور ضلع بدایوں
دسمبر ۱۹۵۲ء

Marfat.com

باب اوّل
اقوامِ شرق

قیامت می دہد از پردۂ خاکے کہ انساں شد

آدمی کی پیدائش کے متعلق متعدد روایتیں مشہور ہیں اور سب کی سب اپنی نوعیت کے لحاظ سے محیر العقول ہیں، کہا جاتا ہے کہ ہر کس بخیال خویش خبطے دارد لیکن یہ سب نظریئے خداوند جل وعلیٰ کے اَحسنُ الخالقین ہونے کے آیاتِ بیّنات ہیں۔

ڈارون کے نظریہ کے مطابق آدمی کا جسم کوئی نئی ایجاد نہیں بلکہ حیوانات ماقبل کی ارتقائی شکل ہے۔ اشرف المخلوقات گویا ارذل ترین مخلوق کا وارث ہے۔ شرافت کا فخر محض اس لئے ملا ہے کہ بڑے جانوروں کے سلسلہ کا آخری نمونہ ہے اور حسن وتخیل کا مالک ہے۔ یہ بات کہ آزادی اور اختیار اُسے حاصل ہے یا نہیں، قابلِ بحث ہے مگر اس میں شک نہیں کہ خالقِ ارض وسما واقعی غنی ہے۔

اسرائیلیات اور راویانِ اسلام کے مطابق ارتقائی مراحل طے کئے بغیر اور طبیعاتی اصولوں سے مبرّا سب سے پہلا مرد سراندیپ میں ٹپکا اور سب سے پہلی عورت جدّہ میں گری۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابلیس سیلستان میں پھینکا گیا اور طاؤس کابل میں کیونکہ یہی دو کوں آدمؑ وحواؑ کو جنت سے نکلوانے کے باعث ہوئے تھے۔ زمین پر جلوہ افروز ہو کر آدم وحوا ایک دوسرے

کی تلاش میں سرگرداں پھرنے لگے۔ منت کے طور پر جبرئیل علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق آدم علیہ السلام نے تعمیرِ کعبہ شروع کی۔ بعد تکمیل اچانک طور پر میدانِ عرفات میں بی بی حوا سے ملاقات ہوگئی۔ پھر وہ دونوں سرانديپ پہنچ کر معاش کے لئے کاشتکاری میں مصروف ہوگئے۔ زراعت کے ساتھ شجرۂ نامیہ انسانی میں بھی پھل آنے لگے۔ ایک لڑکے اور ایک لڑکی کے صبح و شام پیدا ہونے کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ قانون یہ بنایا گیا کہ پہلے دن کی اولاد کا دوسرے دن کی اولاد سے جوڑا لگا دیا جائے۔ ابتدا ہی میں سب سے بڑے لڑکے قابیل نے اس قانون سے انحراف کیا۔ نہ اپنی بہن اقلیمیا کی شادی ہابیل سے ہونے دی اور نہ ہابیل کی بہن لبودا سے اپنی شادی کی۔ حتیٰ کہ قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا اور باپ کے خوف سے اپنی بہن اقلیمیا کو ساتھ لے کر یمن کی طرف چلا گیا۔ وہاں وہ شیطنت میں مبتلا ہوا اور اس کی اولاد نے فتنہ و فساد میں نام پیدا کیا۔ تیسرے صاحبزادے حضرت شیث علیہ السلام کو خلافت ملی اور انھوں نے اپنی دنیا بابل میں بسائی۔ ان کے صاحبزادے ادریس علیہ السلام نے مصر و یونان کو اپنے لئے منتخب کیا۔ ان کے جانشین اور صاحبزادے نوح علیہ السلام تھے۔ ان کے زمانہ میں طوفان عظیم آیا اور مخلوق کے جملہ انواع کو لئے ہوئے ان کی کشتی کوہِ جودی (ارارات) پر ٹھہری۔ دنیا غرقاب ہوچکی تھی۔ نوح علیہ السلام نے آدم ثانی کی حیثیت میں ساری دنیا کو اپنے تینوں صاحبزادوں میں تقسیم کردیا۔ حضرت سامؑ کو بلادِ شام۔ جزیرہ عراق اور فارس عطا فرمائے۔ حضرت حامؑ کو دیارِ مغرب۔ زنج۔ حبش۔ ہند۔ سندھ اور سوڈان دئے۔ اور حضرت یافثؑ کے حصہ میں اقلیم چین۔ صقالیہ اور ترکستان آئے۔ نمبر۱

توریت کی روایت کے مطابق طوفان نوح کے بعد ان ہی تینوں کی اولاد سے تین قومیں وجود میں آئیں۔ علم الاقوام والسنہ کی رو سے ان ہی تین قوموں کو جنس سفید۔ جنس سیاہ اور جنس زرد کہا گیا۔ نمبر۲۔ حضرت یافثؑ کے صاحبزادوں کے نام۔ چین۔ صقلات۔

Marfat.com

کماری۔ ترک۔ خلج۔ خزر۔ روس۔ دسدسان۔ غز۔ بارج اور نشج تھے۔ یہ سب علیحدہ علیحدہ اپنے حصّہ کی مختلف ولایتوں میں آباد کر دئے گئے۔ جناب چین کی تین اولادیں ترک۔ منغل اور قپچاق ہوئیں جن کے کارناموں سے تاریخ بھری ہوئی ہے۔ نمبر۲۳۔ آدمی کی پیدائش اور قوموں کی تقسیم کی اصلیت کچھ بھی ہو مگر مورخین نے بتایا ہے کہ ہزاروں صدیاں گذر جانے کے بعد یورپ میں اسکینڈی نیویا اور ایشیا میں منگولیا ہی ایسے دو خطے ہیں جہاں سے نسل انسانی کے چشمے اُبلے اور سارے جہاں کو سیراب کر گئے۔ منگولیا کی رہنے والی قوم کو تاتاری کہا گیا ہے۔ مگر صحیح طور پر اس کی وجہ تسمیہ نہیں معلوم۔ اقوام منغل کے مشرق میں چند خانہ بدوش رہتے تھے۔ ان کے سردار کا نام تاتور تھا۔ ممکن ہے کہ اسی سردار کے نام پر سب کو تاتاری کہا جانے لگا ہو یا ممکن ہے کہ چینی لفظ "تاتا" سے یہ نام بنا لیا ہو۔ اس کے علاوہ "تاتار" کا مخرج "تار" بھی ہو سکتا ہے جس کے معنی آوارہ یا صحرا نورد کے ہیں۔ اس لفظ کا تلفظ تار۔ تر اور تور بھی ہے جیسا کہ توران اور ترکی کے سرناموں سے ظاہر ہے۔ تیرھویں صدی میں چونکہ منغلوں نے خانہ بدوش تاتاریوں پر فتح حاصل کی تھی وہ اپنے آپ کو تاتار کہلوانا پسند نہیں کرتے تھے مگر منغلوں نے جب روس پر دَوِش دی تو روس والوں نے انھیں اسی نام تاتاری سے موسوم کیا۔ لہٰذا آج تک یورپ میں منغلوں کو تاتاری کہا جاتا ہے نمبر۱۔

بہرحال منگولیا میں جھیل بیکال کے قرب وجوار سے جو قوم سب سے پہلے اٹھی وہ ہن کے نام سے مشہور ہوئی۔ پھر یہیں سے ترک برآمد ہوئے اور اسی جگہ سے آخر میں منغل نمودار ہوئے۔ مشرقی اور وسطی ایشیا پر یکے بعد دیگرے ان ہی تین نے اپنا اپنا تسلط جمایا۔ ان ہی خانہ بدوشوں نے چین کا نام روشن کیا۔ ایران میں ڈھاک بٹھائی۔ عباسی خلافت کو فنا کیا اور پھر پورے ایشیا و یورپ میں اپنا ڈنکا بجایا۔ متمدن اقوام اور خانہ بدوشوں کے تصادم کے بعد جو مخلوط تہذیب بنی اس سے ایشیا کی ناموری ہوئی اور یہی مخلوط تہذیب سب تہذیبوں سے بالا نکلی۔

ہن

ان خانہ بدوشوں کو اہلِ چین "ہوانگ نو" کہتے تھے جس کا مخفف "ہن" بن گیا۔ یہ ایشیا کے شمالی برفستان میں رہا کرتے تھے جانوروں پر بسر اوقات تھی۔ گوشت اور دودھ کھاتے تھے اور کھالیں پوشش کے کام میں آیا کرتی تھیں شکار کھیلتے تھے اور چاوپائے پالتے تھے۔ جانوروں کے لئے چراگاہوں کا ہونا ضروری تھا اور چراگاہیں موسم کی تبدیلی کے ساتھ بدلتی رہتی تھیں۔ ابتداءمیں سرسبز چراگاہوں کی تلاش ہی ان کی خانہ بدوشی کا باعث ہوئی اور چراگاہوں کے ہی متعلق ان میں باہمی تنازعات ہوا کرتے تھے۔ جب برف کی وجہ سے چراگاہیں جل جاتی تھیں تو ان کی تلاش میں انھیں دور و دراز مقامات تک جانا پڑتا تھا۔ اس وقت ان کے لئے دو قدرتی راستے تھے۔ ایک مغرب کی جانب یورال تک جہاں سے ہنگری کا میدان سامنے تھا اور دوسرا جنوب کی سمت جس سے چین میں داخلہ ممکن تھا۔

اس جنوبی و وسطی حصّہ ایشیا میں قوم ہن کے نمودار ہونے سے کئی ہزاروں برس پہلے تہذیب و تمدّن کی تدوین ہو چکی تھی۔ زراعت کے اصول بنالئے گئے تھے۔ مختلف اقوام سے رابطہ و سابقہ ہو جانے کی وجہ سے دوستی و دشمنی کے معیار مقرر کر لئے گئے تھے۔ اختلافات جنگ کی شکل اختیار کر لیتے تھے اور اتحاد کی حالت میں نہ صرف باہمی شادیاں ہونے لگی تھیں بلکہ تجارت کی راہیں بھی کھل گئی تھیں۔ اور اشیاء و اجناس کا تبادلہ بھی ہونے لگا تھا۔ ان متمدّن اقوام نے اپنے کھیتوں میں نگرانی کی غرض سے جھونپڑیاں بنائی تھیں اور اس طرح رفتہ رفتہ بستیاں بس گئی تھیں اور آبادیوں کے گرد حفاظت کے لئے چاردیواریاں بھی کھینچی جانے لگی تھیں۔ چنانچہ شہر کشؔ[1] کی سیاہ مٹی سے بنی ہوئی چاردیواری اور سندھ کے شہر موہن جو دارو کی پتھر کی فصیلیں آج سے پانچ ہزار

---

[1] کش سمرقند کے مضافات میں ہے اور مختلف زبانوں میں اسے مختلف نام دئے گئے ہیں۔ چاچ شاش چکاش کش۔ تاش تاشقند۔ اور شہر سبز اسی کے نام ہیں۔

Marfat.com

برس پیشتر کے تمدن کی نشانیاں ہیں جو ابھی تک موجود ہیں۔ رفتہ رفتہ جب یہی تمدن ایک ہزار برس کے عرصہ میں مشرق بعید پہنچ گیا تو چین میں بھی تہذیب کے چراغ جگمگانے لگے چینی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ متمدن ہونے سے پہلے وہاں کے باشندے مثل جانوروں کے زندگی گذارتے تھے اور اپنی ماؤں کے علاوہ اپنے باپوں کے نام ونشان سے واقف نہیں ہوتے تھے۔ مہذب بننے کے بعد شادی بیاہ کا رواج پڑا۔ تقویم و جنتری سے کام لیا جانے لگا۔ زراعت کے اصول اختیار کئے گئے اور کھانا پکانے کے بھی طریقے سیکھ لئے نوعیت مختلف سہی مگر اہلِ چین بھی اُر اور بابل والوں کی طرح صاحب تہذیب بن گئے۔

ایک ہزار برس قبلِ مسیح ان مہذب اقوام کو شمالی خانہ بدوشوں سے پہلی مرتبہ ملنے کا اتفاق ہوا۔ چین والوں نے انھیں بھوت یا دیو سمجھا۔ اور اہل روما و یونان نے "ہائی پربوری ان" یعنی شمالی ہوا کے پرے رہنے والا خیال کیا۔ سابقہ پڑتے ہی ان وحشیوں نے فصلوں کو لوٹنا اور مویشیوں کو چرانا شروع کر دیا اور یہی لوٹ مار دونوں کے درمیان تعارف کا ذریعہ بنی اور جنگیں شروع ہوگئیں۔ اس کے بعد ان خانہ بدوشوں کا پرانی دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک جانا محض چراگاہوں کی تلاش اور لوٹ مار کے لئے نہیں رہا بلکہ ان کا یہ بھی مقصد ہوگیا کہ متمدن اقوام سے تہذیب سیکھیں اور اپنے اصول انھیں سکھائیں۔ صاف ظاہر ہے کہ جب سائبیریا کی وحشیانہ تہذیب نے چین میں رسُوخ پیدا کیا تو چین کی پُرانی تہذیب میں تبدیلی واقع ہوگئی اور پھر چین کی نئی مخلوط تہذیب ایشیا میں چمک اٹھی اور سب پر غالب آگئی۔ ان حالات کے پیش نظر وحشیوں کو جاہل کہنا یا سمجھنا غلط ہوگا۔ تاریخ ایٹلا کا نام پیش کرتی ہے جس نے رومی و یونانی حکومت کو زیر کرکے اپنی سلطنت بنائی تھی مگیار نے ہنگری میں اپنا سکہ جمایا۔ سفید ھُن نے ایران پر قبضہ کرلیا۔ پھر سیتھین۔ بلگر۔ خزر۔ ترک۔ کومان اور مغلوں نے اپنا اپنا کلمہ پڑھوایا۔ یہ سب خانہ بدوش وحشی تھے اور اپنی ہی تہذیب کے حامل تھے۔ مغرب میں بازنطینیوں نے

Marfat.com

ان کا سیتھین نام رکھا اور چین والوں نے ان کو ہن سے موسوم کیا۔ بازنطینی اور چینی عرصہ تک ان سے برسرپیکار رہے اور ان پہ غالب نہ آسکے۔ یہ وحشی جہاں کہیں بھی گئے اپنی خانہ بدوشانہ تہذیب کے علمبردار ہی ثابت ہوئے۔ ۱۹۔

سیتھین کی ایک جماعت دو ہزار سال قبل مسیح مغرب سے مشرق کو روانہ ہوئی تھی۔ اس جماعت کا نام آریہ ہے۔ آریوں کے اصل وطن کے متعلق اختلاف ہے مگر جملہ مؤرخین اس پر متفق ہیں کہ آریہ خانہ بدوش۔ صحرانورد اور اسپ سوار تھے۔ ان کا وطن قہستان سے خراسان تک کسی جگہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ سردی اور برف کی وجہ سے انھیں اپنا وطن چھوڑنا پڑا تھا صغد اور مرو میں آکر مقیم ہوئے تو تیرٹھیوں نے چین نہیں لینے دیا۔ بلخ اور باختر میں جاکر کچھ عرصہ قیام کیا۔ لیکن یہاں سے ان کی ٹولیاں مختلف سمتوں کو چل دیں۔ حتیٰ کہ ہندوستان میں بھی آگئے[لہ]۔ آریوں کی ایک شاخ مغرب سے چل کر چین کے صوبہ جات کوکونورا اور کانسو میں آباد ہوگئی تھی۔ اہل چین ان آریوں کو یوچی کہتے تھے۔ مورخین نے ان کا نام یتھا۔ یٹ۔ گیٹ اور توچاری بھی لکھا ہے۔ آریوں کی یہ ٹولیاں جب مشرق کو روانہ ہوئیں تو راہ میں اپنی نشانیاں چھوڑتی ہوئی چلیں جواب بھی پائی جاتی ہیں۔ یہ قد آدم کے برابر عورت کی شکل کی مورتیں ہیں۔ جن کو "باباس[لہ]" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ہر مجسمہ کا منہ جانب شرق ہے اور ان کا مختلف مقامات اور فاصلوں پر ایک ہی طرف رُخ ہونا۔ ماہرین کے لئے معمہ بنا ہوا ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ اس خصوصیت کے کیا معنی ہیں۔ ۱۸۔

لہ آریوں کا ایران کی طرف سے ہندوستان آنے کا جو زمانہ ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آخری عہد سے تطبیق پاجاتا ہے۔ بعید نہیں کہ اثناء راہ میں آریوں نے ان سے استفادہ کیا ہو۔ حضرت کی تعلیم اور آریوں کے عقائد بھی ملتے جلتے نظر آتے ہیں۔ بت پرستی آریوں کے یہاں جائز نہیں۔ وید کو وہ الہامی کتاب کہتے ہیں جو برہما کے منہ سے نکلی ہے۔ لفظ ابراہیم۔ براہیم اور برہما میں یکسانیت بھی پائی جاتی ہے۔ واللہ عالم۔

لہ "باباس" ہر مجسمہ کا منہ جانب شرق اس لئے ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ سورج کی پوجا کرتے ہوں گے اور کیونکہ سورج شرق سے ہر صبح نمودار ہوتا ہے اس لئے ان کا منہ جانب شرق رکھا گیا کہ معلوم ہو کہ یہ لوگ سورج دیوتا کی کس قدر تنظیم کرتے ہیں۔ بعینہ جیسے ہر مسلمان اپنا منہ کعبہ کی طرف رکھتا ہے۔

Marfat.com

شرقی اقوام اور ہن سے یوچیوں کی واقفیت ایک ہزار برس قبل مسیح کے بعد ہوئی تھی۔ خیال غالب یہ ہے کہ گھوڑے پر چڑھنا ہن نے یوچیوں سے سیکھا تھا لیکن سواری سیکھنے کے بعد رکابیں اور چارجامہ خالص ہن کی ایجاد ہے جس کی وجہ سے ہن مسلسل اور متواتر شب و روز گھوڑوں پر سوار ہو کر سفر کرنے کے عادی تھے۔ جس زمانہ میں ہن رکابیں اور چارجامہ استعمال کرتے تھے اس زمانہ میں ساری دنیا اور خصوصاً اہل روما گھوڑوں پر ننگی پیٹھ پر چڑھا کرتے تھے۔ ۱۸۔

دریائے ھوانگ ھو اور دریائے جیحون کے درمیان وسط ایشیا میں الی ایک دریا ہے۔ اس کا مشرقی حصہ صحرائے گوبی کہلاتا ہے اور اسی جگہ قوم ہن رہا کرتی تھی۔ دریائے الی کے مغربی حصہ میں چونکہ قپچاق آباد تھے اس لئے اس کا نام قپچاق پڑ گیا۔ قپچاق بنجر زمین کو کہتے ہیں اس مغربی حصہ کے وسط میں بحیرۂ خوارزم یا بحیرۂ ارل واقع ہے۔ ایران والے پہلے غلطی سے جنوبی روس کو بھی قپچاق سمجھا کرتے تھے۔ قپچاق کے باشندے قزاق کہلاتے ہیں۔ قزاق اس جانور کو کہتے ہیں جو اپنے گلہ سے بچھڑ گیا ہو۔ یہ وحشی چونکہ غیر مہذب تھے اس لئے اس لفظ کو لٹیرے کے معنی میں بھی استعمال کیا جانے لگا۔ اس علاقے میں کرغ اور ایغور بھی رہتے تھے کرغیوں کا اصل وطن کوہ پامیر اور دریائے الی کے درمیان تھا۔ ایغور کے معنی رعایا کے ہیں اور انھوں نے چینی تہذیب اختیار کرلی تھی۔ قوم ہن نے جب اپنے مستقر سے ہجرت اختیار کی تو بعد میں جائے سکونت کے لحاظ سے ان کے مختلف نام ہو گئے۔ دیوار چین کے شمال میں رہنے والوں کو سفید تاتاری کہا گیا۔ موجودہ منگولیا کے شمالی جنگل والے وحشی تاتاری کہلائے اور صحرائے گوبی اور جھیل بیکال کے وسط میں رہنے والوں کو سیاہ تاتاری کا نام دیا گیا۔ ان سب کے مختلف قبیلوں کے نام قپچاق۔ ایغور۔ قنقل قلاچ اور قارلوق وغیرہ ہیں۔ ۱۵۔

مغربی و مشرقی منگولیا کے اسپ سوار معن روزی حاصل کرنے کے لئے جنوبی و مشرقی

راستوں سے چین کے شمالی حصہ پر مستقل اور متواتر لوٹ مار کیا کرتے تھے اور ان کے حملوں سے سلطنت چین کی جان عذاب میں تھی۔ شہنشاہ چین حوانگ تی[1] نے دس برس کے اندر ۲۰۴ ق م میں پندرہ سو میل لمبی دیوار بنوا کر ان وحشیوں کے حملوں سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا۔ دیوار بن جانے کے بعد خانہ بدوشوں کے لئے صرف مغرب میں جانے والا راستہ رہ گیا۔ یہ راستہ التائی پہاڑ کے درّوں میں ہو کر یورال پر روسی قہستان تک جاتا تھا اور چار ہزار میل لمبا تھا دشوار گذار ہونے کی وجہ سے اس کا نام وحشیوں والا راستہ رکھدیا گیا تھا۔ یہ پندرہ سو سال تک برابر چلتا رہا۔ ۱۸۔ اور اسی راستہ سے خانہ بدوشوں نے والگا تک فتوحات کیں۔ ۱۵۔ یہ ہن شمالی جنگل سے منگولیا اور وسطی ایشیا آئے تھے۔ اور ۳۰۰ ق م تک ان کا قبضہ اتنے وسیع حصہ زمین پر ہو گیا تھا کہ کسی کا نہیں تھا اور ساری دنیا ان سے لرزہ براندام تھی۔ (۱)

دیوار چین کی وجہ سے جب چین کا راستہ مسدود ہو گیا تو ھن کو کو نور کے شمالی حصہ اور صحرائے گوبی کے جنوبی حصہ میں پہنچے۔ یہاں قوم یوچی آباد تھی۔ ۱۷۵ ق م میں یوچی شکست کھا کر جدھر سے آئے تھے اسی طرف کو الٹے قدم بھاگ کھڑے ہوئے۔ یوچیوں کی اس رجعت قہقری کی وجہ سے ان میں ہل چل پڑ گئی۔ دوسری مرتبہ ھن نے ۱۵۵ ق م میں یوچیوں کا تعاقب کر کے کاشغر چھین لیا۔ اور یوچیوں نے باختر۔ ماورالنہر اور خراسان پہنچ کر نہ صرف اپنی جان بچائی بلکہ وہاں والوں کو شکست دے کر اپنی حکومت بھی قائم کر لی۔ شہنشاہ چین ووتی نے یہ اسکیم بنائی کہ اگر یوچی مغرب سے حملہ کر دیں اور وہ خود مشرق سے فوج کشی کرے تو ہن کو درمیان میں گھیر کر ختم کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا یوچیوں کو اس اسکیم پر راضی کرنے کے لئے اس نے ۱۳۸ ق م میں اپنے سفیر چینگ کین کو روانہ کیا۔

---

[1] قرآنی تشریح کے مطابق ذوالقرنین کسی ایسے ملک کا بادشاہ ہونا چاہیئے جس کے شمال میں دیوار ہو اور مغرب میں بحر اسود ہو اور شمالی قوم کو یاجوج و ماجوج کے نام سے قرآن نے نامزد کیا ہے۔ ہن کو اگر شمالی قوم سمجھا جائے تو اس لحاظ سے شہنشاہ حوانگ تی ذوالقرنین سمجھے جانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ لیکن سکندر رومی کو کسی طرح بھی قرآنی ذوالقرنین سمجھنا صحیح نہیں۔ ۲۶

راہ میں ھن نے اس سفیر کو گرفتار کر لیا مگر دس برس کے بعد قید سے بچ کر وہ فرغانہ پہنچ گیا اور اسکیم کے مطابق اس نے یوچیوں کو دعوت دی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ یوچی طخارستان فتح کر چکے تھے اور پارتھیا والوں سے مصروفِ جنگ تھے۔ لہٰذا انھوں نے معذرت ظاہر کر دی۔ واپسی میں ھن نے سفیر کو پھر گرفتار کر لیا مگر کسی نہ کسی طرح سے رہائی حاصل کر کے وہ ۱۲۶ ق۔م چین پہنچ گیا۔ گیارہ برس بعد ۱۱۵ ق۔م میں یہی سفیر پھر مغرب کی جانب بھیجا گیا لیکن اس مرتبہ اس نے کاشغر میں مقیم رہ کر فرغانہ۔ ایران اور روم و یونان کو چین کی طرف سے نامہ بر بھیجنے پر اکتفا کی۔ نمبر ۱۵-۱۔ چنگ کین نے پُراز معلومات سفرنامہ لکھا ہے۔ نمبر ۱۶۔

چین والوں کو سب سے پہلی مرتبہ چینگ کین سے مغرب کے راستہ کا علم ہوا۔ یہ راستہ سرحد پر ٹوئن ہانگ سے شروع ہوتا تھا۔ ریگستان میں ہو کر ترفان جاتا تھا۔ پھر کاشغر۔ مزتاغ ۱۱۔ سمرقند اور مرو۔ کاشغر تک جانے والا راستہ سنگاریہ۔ پیلو۔ بیش بالیغ اور شمالی راستہ کہلاتا تھا۔ بیش بالیغ کے معنی ہیں پانچ شہر۔ یہی حصہ بعد میں ترکستان کے نام سے موسوم ہوا۔ اس راستہ کے جنوب میں دریائے تاریم کے متوازی دوسرا راستہ گوبی سے ختن دیارقند ہو کر جاتا تھا اس کو نان لو۔ آلٹی شہر اور جنوبی راستہ کہتے تھے اور اس کی محافظت کے لئے گوبی میں فوجی چوکیاں قائم کر دی گئی تھیں کیونکہ اس راستہ سے ریشم کی تجارت ہوا کرتی تھی اور اسی وجہ سے اس کو ریشمی راستہ بھی کہتے تھے۔ اس راستہ سے فرغانہ پہنچنے کے لئے برف جمے ہوئے پہاڑ مزتاغ درہ صنوبری اور تیرک دوان کو عبور کرنا پڑتا تھا۔ اس راستہ کے دشوار گذار ہونے کی وجہ سے خانہ بدوش زیادہ تر تاریم کی وادی میں سکونت پذیر ہو جایا کرتے تھے۔ یہاں زراعت کے لئے تمام آسانیاں موجود تھیں۔ نہریں اور قدرتی چراگاہیں بھی تھیں۔ اس وادی میں آٹھ شہر تھے۔ یہاں سے ایک راستہ پامیر تک بھی جاتا تھا اور درۂ قاراقورم کی طرف سے ایک جانب کشمیر کا جنگل تھا اور دوسری جانب بلخ۔ کاشغر والے راستہ میں بیش بالیغ اور المالیغ دو بڑے شہر تھے اور جنوب میں ختن حامی اور یارقند

تھے۔ چین والے اسی حصّہ کو کاشغریا کہتے تھے۔ نمبر ۱۸

چین کے شمال و مغرب میں رہنے والے ہنوں نے شہنشاہ ووٹی کی دشمنی کو دیکھ کر اپنے آپ کو منظم کیا اور اپنے سردار کو "شین یو" کا لقب دیا۔ ووٹی کو جب یوچیوں سے مدد نہیں ملی۔ تو اس نے خود ھن پر حملہ کر دیا۔ اور سنہ ۱۱۲ ق۔م تک ان کو اپنا مطیع بنا لیا۔ سنہ ۱۰۸ ق۔م میں ووٹی نے حامی اور ترفان پر قبضہ کر لیا۔ سنہ ۱۰۴ ق۔م میں کرغیوں پر فوج کشی کی پھر شمالی کوریا کا رُخ کیا اور بعد میں التائی کے مشرقی راستے کو مسدود کر کے ان خانہ بدوشوں کو گھیر لیا لیکن ان میں سے اکثر کرغیوں کے علاقہ میں بچ کر چلے گئے۔ کچھ قپچاق میں پہنچے اور کچھ یورال و والگا کے درمیان جا کر آباد ہو گئے اور یہی ہن غوبان۔ ڈان اور ڈینیوب پہنچ کر ھنز آف یوگور ہینگور۔ ایور اور مگیار کے نام سے مشہور ہوئے۔ نمبر ۱۸۔ ایور اور بلگر نے مشرقی اور وسطی یورپ کو نشانہ بنایا اور مشرقی سلیوز SLAV کو ناپیر اور ڈینیوب تک بھگا دیا۔ ڈینیوب کے کنارے خاقان بایاں کا پایہ تخت تھا۔ بایاں مغلی لفظ ہے لہٰذا شبہ کیا جا سکتا ہے کہ شاید یہ لوگ مغل ہوں۔ سنہ ۷۱ ق م میں منتشر و تباہ ہو جانے کے بعد ھن عجیب کشمکش میں تھے۔ لہذا سنہ ۶۰ ق۔م میں وہ چینی فوج میں بھرتی ہونے لگے اور چین کی ملازمت و خدمت ان کی عزت کا ذریعہ بن گئی۔ سنہ ۵۱ ق۔م میں سلطنت چین کا تسلّط ترکستان سے لے کر مشرقی ایران اور افغانستان تک ہو گیا۔ سنہ ۴۷ ق۔م میں ہن اور چین کے درمیان دوستانہ معاہدہ ہوا اور ھن مطمئن ہو گئے کہ اب آرام سے گذرے گی مگر چین والوں نے سیاست سے کام لے کر مشرقی اور مغربی خانہ بدوشوں میں اختلاف پیدا کر دیا اور ایک نئی مصیبت ان کے سر آ گئی۔ اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے چین کو پنچ بنایا گیا تو فیصلہ مغربی ھن کے موافق ہوا۔ چونکہ مغربی خانہ بدوش چین کے ممنون کرم تھے اس لئے انھیں دیوار کا محافظ بنایا گیا اور آنگٹ کا خطاب مرحمت فرمایا گیا۔ پھر انعام و اکرام کی بارش سے ان کو قطعی رام کر لیا گیا۔ پان چاؤ جو چین کا نامور سپہ سالار تھا ان ہی خانہ بدوشوں

Marfat.com

میں سے تھا۔ اس نے ۱۵ء میں ختن فتح کیا۔ اسی سال ختن سے بدھ مذہب کی تعلیم
حاصل کرنے کے لئے کچھ لوگ ہندوستان بھیجے گئے تھے۔ نمبرا۔ ۷۶ء میں پان چاؤ نے
ترکستان پر قبضہ کیا اور ۸۴ء میں ترفان لینے کے بعد یوچیوں سے دوستی کا معاہدہ کر لیا۔
اس کے بعد یوچیوں نے چین کی شاہزادی کے لئے پیغام بھیجا۔ پان چاؤ کو یہ بات ناگوار
گذری لہٰذا اس نے معاہدہ کو فسخ کرکے ان سے لڑائی شروع کر دی۔ ۹۱ء میں پامیر عبور
کرکے زیر کشمیر صلح کر لی گئی۔ ۹۷ء تک پان چاؤ نے بحرِ خزر تک چین کی ڈھاک بٹھا دی
اور پارتھیا اور روم کو سفیر بھیج کر معاہدے کئے۔ پان چاؤ کا انتقال ۱۰۲ء میں ہوا۔ اس
کا مقبرہ کاشغر میں اب تک موجود ہے۔ نمبرا۔

یوچی ۱۷۵ ق م میں جب ھن نے یوچیوں پر حملہ کیا تو ان کی ایک جماعت
تبت کی طرف بھاگ گئی۔ دوسری شاخ صحرائے کوچہ ہوتی ہوئی وادئ ِ الی
میں مقیم ہو گئی۔ نمبرا۔ جھیل لاب نور کے قریب ایک اور وحشی قوم یوسوں USUN رہتی
تھی۔ اس نے یوچیوں کو پریشان کیا تو ۱۶۳ ق م میں وہ یہاں سے بھی چل کھڑے ہوئے
ایک ٹکڑا تبت و انڈس کی جانب چلا گیا نمبر ۱۲۔ اور باقی کاشغر یارقند اور ختن میں ۱۲۰ ق م
تک مقیم رہے۔ کاشغر میں رہنے والی قوم ساکائی یوچیوں سے شکست کھا کر حکومت باختر
میں دریائے جو اور سیحون کے درمیان جا بسی۔ نمبر ۱۲۔ اور بازنطینی حکومت کو ساکائی
اور پارتھیا والوں سے بیک وقت سلجھنا پڑا۔ بیس سال بعد ۱۵۵ ق م میں جب ھن نے
کاشغر پر حملہ کیا تو وہاں سے بھاگ کر یوچی باختر پہنچے۔ اس عرصہ میں بازنطینی حکومت کا
مغربی حصہ پارتھیا والوں نے فتح کر لیا تھا۔ اب مشرقی حصہ کو بآسانی ۱۲۰ء میں یوچیوں نے لے
لیا نمبر ۱۵۔ طخارستان پر قبضہ کرنے کے بعد یوچی اسی جگہ مقیم ہو گئے۔ طخارستان و بلخ۔ قندوز۔ حصار
بلوراخاں اور بدخشان پر مشتمل تھا۔ نمبر ۱۵۔ غرض یونانی حکومت اس طرح باختر سے بیدخل ہو گئی اور
یوچیوں کی تاب لا کر ساکائی مختلف سمتوں کو چل دئے۔ جنوب میں پہنچ کر انھوں نے کفن، صندمانیہ، قندھار

Marfat.com

اور سیستان[۱] پر قبضہ جمالیا۔ ساکائی کے بعض قبیلے ایران کی ریاستوں (میری کول اور صغنان) میں چلے گئے۔ یوچیون نے اب جنوب میں آکر حملہ کیا تو ساکائی ہندوستان کی طرف بھاگ گئے۔ یوچیوں نے انھیں وہاں بھی شکست دی اور اپنی نئی سلطنت کا نام پرشاپور یا پشاور رکھا۔ اس سلطنت میں تہذیب باختر جو ایرانی اور یونانی تہذیبوں کا مجموعہ تھی رائج کی گئی۔ یوچیوں کے پانچ خاندان تھے۔ ہر ایک کی ریاست علیحدہ تھی مگر آپس میں سب متحد تھے اور سب کا صدر مقام ہندوکش کے شمالی حصہ میں بمقام بامیان تھا۔ ان میں خاندان کوشانگ جس کو یونانی کوشان کہتے تھے زیادہ ممتاز اور نامور تھا۔ کوشان نے ۳۰ سنہ ق م میں ہندوستان پر قبضہ کیا۔ کابل پر حملہ کر کے ساکائی کی سلطنت کفین (قندھار) بھی فتح کر لی۔ نمبر ۱۵۔ یہی خاندان ایران میں ناشپاتی اور آڑو کے درخت لے گیا تھا۔ البیرونی نے لکھا ہے کہ راجہ کنشک ترک قوم سے تھا لیکن درحقیقت وہ یوچی تھا۔ مورخین تمام خصوصیات کو مدِ نظر رکھکر قوم جاٹ کو یوچیوں کی اولاد ثابت کرتے ہیں اور قرین قیاس بھی ہے۔ اس لئے کہ قوم یوچی کا نام گیٹ اور ریٹ بھی تھا۔ نمبر ۱۔

سنہ عیسوی کے آغاز کے وقت وسطی ایشیاء میں سب سے بڑی سلطنت کوشان ہی کی تھی۔ ۵۳ سنہ ق م سے ۱۲۳ سنہ ء تک بدھ مذہب قبول کر کے انھوں نے بدھ مذہب کی اشاعت کاشغر اور چین میں اور چینی تہذیب کی ترویج ہندوستان میں کی نمبر ۱۔ روم سے ان کے تعلقات خوشگوار تھے۔ ۲۲۵ سنہ ء کے بعد اس سلطنت میں انحطاط شروع ہوا۔ اور ۴۳۰ سنہ ء میں سفید ھن نے بسر کردگی جیون باختر کے کران کو ختم کر دیا۔ کوشان کا آخری بادشاہ کٹیلو تھا جس نے کفین (قندھار) کو فتح کیا تھا۔ کوشان کے دوسرے خاندان کے بادشاہ کا نام کٹار تھا۔ جس کی اولاد اب تک حاکم چترال ہے۔ نمبر ۱۵۔ بدھ مذہب کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ۳۹۹ سنہ ء میں چین سے فاہین سیاح ہندوستان آیا تھا۔ نمبر ۱

---

[۱] اس کو سجستان بھی کہتے ہیں۔

جب یوچیوں نے کاشغر چین سے فتح کیا تو ایغور نے بھی چین سے بغاوت کر دی اور یہ کل صوبہ ترکستان پانچ صدی تک چین کے قبضہ سے باہر رہا۔

سفید ہن

قومِ ہن جب چین کے اثرات سے متاثر ہو کر اپنی خصوصیات ترک کر چکی تو شمالی چین کے تاتاری پہلی صدی عیسوی میں جنوب کی سمت منتقل ہوئے اور منچوریا کے رہنے والے جیون کی سرکردگی میں مجتمع ہو کر نمودار ہوئے نمبر ۱۵۔ ان کو "سفید ھن"۔ اے پی تھی لائٹ" اور "یتھا" وغیرہ کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ یتھا اور یوچی میں مماثلت لفظی ہے۔ ممکن ہے کہ دونوں کے اختلاط سے یہ پیدا ہوئے ہوں۔ ان کے سردار کا نام "اے تائی لی" تھا اسی واسطے ایرانی ان کو ھیتیالی کہتے تھے۔ جو ہن چین کے مظالم سے بیزار تھے وہ بھی ان میں آکر شامل ہو گئے تھے۔ ۳۶۰ء میں سفید ہن مغرب کی جانب متوجہ ہوئے اور پانچویں صدی تک کل وسطی ایشیا کے مالک بن گئے اول اول یہ بھی اپنے سردار کو "شین یو" کہتے تھے مگر ۴۰۲ء میں خاقان کا لقب اختیار کر لیا گیا۔ ۴۲۵ء میں ماوراالنہر کی تسخیر کے بعد ۴۳۰ء تک سلطنت کوشان بھی ان کے قبضہ میں آگئی۔ اسی زمانہ میں اٹلا نے بھی یورپ میں قیامت ڈھائی تھی۔ عیسوی پیشین گوئی کے مطابق اٹلا کی سلطنت میں ان لوگوں کو یاجوج و ماجوج خیال کیا جاتا تھا جو مشرق سے نکل پڑے تھے۔ نمبر ۵۔

سلطنت چین لا محالہ طور پر ختم ہو جاتی تھی۔ مشرقی ترکستان کا مغربی حصّہ قارلوق کی حکمرانی میں تھا اور شمالی حصّہ پر ایغور کی حکومت تھی۔ سفید ہن کا پایۂ تخت دریائے جیحون کے وسطی حصہ میں تھا اور اس طرح سفید ہن کی سلطنت کی حد ایرانی سرحد سے مل جاتی تھی۔ نمبر ۱۔ لیکن پانچویں صدی کی ابتدا میں خاقان تولون کے عہد میں کوریا سے سرحد یورپ تک ان کی سلطنت وسیع ہو گئی تھی ۴۲۵ء سے لیکر ۵۵۵ء تک ان کی حکومت رہی۔ نمبر ۱۵۔

Marfat.com

بازنطینیوں اور ایرانیوں میں سخت جنگ ہو رہی تھی کہ سفید ھن ۴۲۵ء میں جیحون پار پہنچے۔ ان کا وہاں پہنچنا ایرانیوں کے لئے عذاب سے کم نہ تھا اور مہلک ثابت ہوا۔

سنہ عیسوی کی ابتدائی صدیوں میں ایران کی تاریخ وسطی ایشیاء کی تاریخ سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے۔ ایرانی سلطنت ۲۱۹ء سے شروع ہو کر چوتھی صدی کے کچھ بعد تک رہی تیسری صدی میں ایران اپنے صوبے داروں کے ہاتھ میں کٹ پتلی بنا ہوا تھا۔ یہی صوبیدار پارتھیا والوں سے مقابلہ کیا کرتے تھے اور کسرائے ایران محض شاہِ شطرنج تھا۔ بابر اردشیر کا باپ اپنے آقا کو تخت سے اتار کر خود صاحبِ تخت بن بیٹھا اور بجائے شاہ پور کے اپنا ولی عہد اس نے اردشیر کو بنایا۔ بعد میں شاہ پور جب مخالفت کرتے ہوئے مارا گیا تو اردشیر متفقہ طور پر کسرائے ایران تسلیم کیا گیا۔ اس نے کرمان اور مشرقی صوبوں پر تسلّط کر کے پارتھیا کے آخری بادشاہ اردوان کو ۲۱۵ء میں بے بولینیا کی جنگ میں قتل کیا۔ اردشیر گرچہ اصفہان میں رہتا تھا مگر اس کا دارالسلطنت اصطخر تھا اور اسکی حکومت دریائے فرات اور خوارزم تک پہنچ گئی تھی ۲۴۱ء شاہ پور اول تخت نشین ہوا اور دس برس تک قیصر روم سے برابر جنگ رہی۔ ۲۶۰ء میں قیصر ویلیرین گرفتار ہوا اور قید میں ہی مر گیا۔ شاہ پور نے مشرقی خراسان اور نیشا پور فتح کر لئے تھے۔ مگر نیشا پور کے متعلق مورخین کا خیال ہے کہ سنہ ۴۳۰ء میں فتح کیا گیا تھا۔ شاہ پور کے بعد اس کا لڑکا ہرمز تخت نشین ہوا۔ وہ بھی رومیوں سے شاما ایشیاء کوچک اور آرمینیہ کے لئے لڑتا رہا۔ نمبر ۱۶-۱۵

قصہ مختصر جب بہرام گور کو سلطنت ملی تو اس نے رومیوں سے صلح کر لی اور باختر پر سفید ہن سے مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں اس نے خاقان کو قتل کر کے اس کی بیوی کو مع مال و متاع کے گرفتار کر لیا اور اپنے بھائی کو خراسان کی حکومت دے دی جس کا صدر مقام بلخ تھا۔ بہرام گور کے بعد یزدگرد ثانی کسرا بنا۔ خراسان اور آرمینیہ میں سفید ہن نے اس کو متعدد شکستیں دیں۔ اس کے انتقال کے بعد ۴۵۸ء میں تخت کے لئے ہرمز اور فیروز میں نزاعات ہوئے مگر آخرکار سفید ھن کے خاقان کی مدد سے فیروز کو تخت مل گیا۔ حسب معاہدہ خاقان کو بقول

طبری طالیقان کا صوبہ اور بقول فردوسی خوشنواز کا خطاب دیا گیا نمبر ۱۵۔ معاہدہ کے مطابق خاقان سے فیروز نے اپنی لڑکی کی شادی بھی کردی مگر بعد کو راز یہ کھلا کہ دلہن لڑکی نہیں بلکہ باندی تھی۔ خاقان اس فریب پر برانگیختہ ہوا اور اختلافات شروع ہو گئے۔ ۴۸۰ء میں فیروز نے خاقان پر حملہ کیا۔ معمولی مزاحمت کے بعد خاقان کی فوج نے اطاعت کا اظہار کیا مگر فیروز نے فریب کو سمجھکر لڑائی جاری رکھی۔ پسپا ہوتے ہوئے خاقان نے ایک اور چکمہ دیا۔ راہ میں خندق کھود کر پاٹ دی۔ ایرانی فوج اس میں گر پڑی اور فیروز بچ گیا۔ اس فتح میں خاقان کو بیحد مال ملا۔ ۴۸۴ء میں فیروز کے مارے جانے کے بعد اس کی لڑکی گرفتار کرکے خاقان کے حرم میں داخل کی گئی۔ نمبر ۱۵۔ پھر سخرا یا زرمہر نامی سپہ سالار نے خاقان سے صلح کرلی۔ کچھ عرصہ بعد جب تخت کے متعلق تصفیہ ہوا تو فیروز کا لڑکا قباد مدد حاصل کرنے کے لئے خاقان کے دربار میں گیا۔ وہاں سے واپسی میں نیشاپور کے گورنر کے یہاں مقیم ہوا۔ یہ گورنر سفید ہن تھا۔ اس کی لڑکی سے قباد نے شادی کی اور اسی لڑکی کے بطن سے نوشیروان پیدا ہوا۔ ۴۸۷ء میں جب قباد بادشاہ تسلیم کرلیا گیا تو قوم خزر نے کوہ قاف کی طرف سے وادئ کر میں حملہ کیا۔ یہ خزر ترک تھے جو بحر خزر کے ساحل پر آباد ہو گئے تھے اسی جھیل کے نام سے انھیں موسوم کیا گیا۔ جب ایران پر سفید ھن اور ترکوں کے حملے ہونے لگے تو ایران کی تہذیب کا خون ہو گیا۔ سفید ہن کی سلطنت کو ترکوں نے ۵۵۷ء میں ختم کیا۔ سفید ہن اپنی تباہی کے بعد رفتہ رفتہ ایرانیوں میں ضم ہو گئے اور طخارستان زیریں میں انھوں نے چھوٹی چھوٹی ریاستیں بنالیں۔ جو ترکوں کی خوشنودی کی خاطر وقت بے وقت ایران کی شمالی و مشرقی سرحدوں پر یورشیں کرکے ایرانیوں کو پریشان کیا کرتی تھیں۔ نمبر ۵ سے ۱۵۔

ترک

ترکوں کی ابتداء و آغاز کے متعلق تاریخ خاموش ہے اور مورخین نے محض قیاس سے کام لیا ہے۔ ۲۰۰ ق م میں اہل چین اور ھن سے معاہدہ ہوا تھا۔ اس

Marfat.com

وقت ہن کے مشرق میں "سن پی" نے انھیں منگولیا سے نکال دیا اور خود وہاں کے مالک بن گئے۔ ابھی اپنی کامیابی پر نازہی کر رہے تھے کہ ان میں اختلاف رونما ہو گیا اور وہ مختلف ٹکڑوں میں بٹ گئے۔ ان کا یورپ میں پہنچنا ایک معمہ ہے۔ اجتماعی طور پر یا بہ سلسلہ جنگ و کامرانی پہنچنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ لہٰذا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں یکے بعد دیگرے جنوب کی طرف دروازہ آہنی یا دربند تک گئی ہونگی اور وہاں بس گئی ہوں گی۔ بازنطینی اور آرمینیہ کی تاریخ میں قوم "سبر" کا تذکرہ ۴۰۳ء اور ۵۵۵ء میں مذکور ہے۔ یہ قوم صبر در اصل سن پی تھی جو چوتھی صدی عیسوی کے بعد ترکوں کے نام سے مشہور ہوئی۔ لہٰذا تعین کے لئے یہ کہنا کہ ہن مغل ہیں اور سن پی ترک ہیں بعید از قیاس نہیں۔ نمبر ۱۲۔ ۶۔ البیرونی کا خیال ہے کہ لفظ ترک ہندستان کے قدیم راجاؤں کے لقب توروشکا یا تروکا سے ماخوذ ہے۔ نمبر ۱۲۔ مگر یہ توجیہ اس لئے قابلِ قبول نہیں کہ پانچویں صدی سے پہلے اس لفظ ترک کا وجود نہیں تھا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہی ہو سکتی ہے کہ ۴۳۳ء میں چین میں رہنے والے توچوح خاندان کا قبیلہ "اسینا" چین کی سختیوں کی وجہ سے بحر خزر کے قرب وجوار میں "ڈرکو" نامی پہاڑی پر آباد ہو گیا تھا۔ چین والوں نے ۵۴۵ء میں "ٹوکوئی" کے نام سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ گویا اس طرح اہل ڈرکو ترک کہلائے جانے لگے۔ اغوز تغوز۔ ایغور۔ قارلوق اور بسمیل یہ سب ترک ہیں قارلوق کے سردار کا لقب پیغو تھا اور ترکستان میں بسمیل کا سردار ایدی قوت کہلاتا تھا۔ بعض مؤرخین کی رائے ہے کہ بسمیل اصل ترک نہیں ہیں۔ خاندانی تقسیموں کے علاوہ ترکوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ایرانی ترک جن میں ترکمان سارٹ۔ ترانچی (تاتاریانِ الی) ازبیگ۔ قزاق اور قاراقلپاق شامل ہیں اور دوسرے تورانی ترک جن میں کرغ۔ یاقوت اور سائبریا کے تاتاریوں کو شمار کیا جاتا ہے۔ تاتاریوں کے ناموں میں اغوز تغوز کا لفظ اکثر پایا جاتا ہے لیکن یہ ترک نہیں بلکہ مغل ہوتے ہیں نمبر ۶۔ ترک اور مغل ذاتی طور پر مذہبی رجحانات سے بیگانہ تھے۔ دیگر مشرقی

Marfat.com

قوموں کی طرح یہ بھی پہلے مذہب خمسہ یا تنگری کے معتقد تھے۔ یعنی لکڑی۔ مٹی آگ پانی اور لوہے کی پرستش کیا کرتے تھے۔ لوہے کو ان سب میں افضل مانتے تھے۔ مگر بعد میں ترک و مغل محض آسمان و زمین کی پرستش کرنے لگے اور بجائے مذہب خمسہ کے ثنویت کے قائل ہو گئے۔ نمبر ۸۔

قبیلہ اسینا لوہاری کا کام کیا کرتا تھا اور سفید ہن کو ہتیار بنا کر دیا کرتا تھا۔ ۵۵۰ء میں ترکوں کے خاقان تومان نے جب سفید ہن کے خاقان ٹن ینگ کی لڑکی کے لئے پیغام شادی بھیجا تو جیون جیون نے انھیں ذلیل کیا اور تعلقات منقطع ہو گئے۔ خاقان تومان کی شادی چین کی شاہزادی سے ہو گئی۔ اب چین سے مدد حاصل کر کے ترکوں نے ٹن ینگ کو شکست دی اور چھٹی صدی میں وہ خود صاحب سلطنت بن گئے۔ اور منگولیا سے بحر اسود تک ان کی حکومت ہو گئی۔ ان کی سلطنت دو حصّوں پر مشتمل تھی۔ مشرقی ترکوں کی ریاست منگولیا اور یورال کے درمیان تھی۔ اور مغربی ترک کوہ پلٹائی سے دریائے سیحون تک کے مالک تھے۔ ۵۵۲ء میں تومان خان نے ال خان کا لقب اختیار کیا اور دریائے ارتش کے دھانہ پر توکین پہاڑ میں اپنا دار السلطنت بنایا۔ نمبر ۱۵۔ تومان کا بھائی اشامی تھا جس کو طبری نے "سندجی بو خاقان" لکھا ہے۔ ان دونوں بھائیوں کی ریاست اگرچہ علیحدہ علیحدہ تھی مگر آپس میں متحد تھے اور تومان خان کی بزرگی تسلیم تھی۔ تومان خان کے جانشین کولو اور موکن خان ہوئے اور ۵۷۶ء میں اشامی کا لڑکا تارودا اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ موکن خان کو حاکم اعلیٰ ہونے کی وجہ سے رومی "دزابل" کہتے تھے۔

ایران میں جب نوشیروان کسرائے ایران ہوا تو اس کے دس برس بعد مزدک نے اپنی تعلیم کی اشاعت کر کے فتنۂ عظیم برپا کر دیا۔ نوشیروان نے سخت جانفشانی کے بعد اس فتنہ کو فرو کیا۔ ایرانیوں اور ترکوں میں بالطبع اختلاف تھا یہی وجہ ہے کہ ایرانیوں نے ماوراء النہر کی تورانی تہذیب سے بے نیازی برتی۔ ان ترکوں کا تذکرہ ایرانی تاریخ میں سب

Marfat.com

سے پہلی مرتبہ ۵۵۰ء میں کیا گیا ہے۔ مغرب میں موکن خان نے۔ سفید ہن سے بدخشاں فتح کرنے کے بعد ایران سے دوستی کرنا ضروری سمجھی اس لئے کہ وہ اپنی مغربی سرحد کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد چین پر فوج کشی کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا ۵۵۴ء میں موکن خاں نے اپنی لڑکی کی شادی نوشیروان سے کر دی۔ پھر دونوں نے مل کر ۵۵۷ء میں سفید ہن کو شکست فاش دی اور ان کی سلطنت کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ باختر اور طخارستان نوشیروان کو ملا اور ماوراالنہر ترکوں کے حصہ میں آیا۔ دریائے جیحون دونوں کے درمیان حد فاصل رہا۔ باوجود صلح اور دوستی کے اپنے استحکام و تحفظ کی خاطر احتیاطاً جرجان[1] اور طبرستان کے درمیان دیوار بنوا کر نوشیروان نے شہر دربند بسایا اور ماوراالنہر کی طرف سے اپنے ملک کو محفوظ کر لیا۔ ترکوں کو اس پر بدگمانی پیدا ہوئی لہٰذا موکن خان نے معاہدہ کی تجدید ضروری سمجھی اور اس غرض سے ۵۶۷ء میں اپنا سفیر بھیجا۔ ہونے والی بات کہ ایران پہنچتے پہنچتے سفیر کا انتقال ہو گیا۔ ترکوں نے شک کیا اور سمجھے کہ سفیر کو زہر دے دیا گیا۔ اس مغالطہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے چونکہ ترکوں اور ایرانیوں کا اتحاد ناگوار تھا رومیوں نے ترکوں سے ایرانیوں کے خلاف معاہدہ کر لیا۔

قیصر روم جسٹن کے سفیر کا اکتاغ محل میں جو دریائے کوکا کے شمال میں تھا خاقان ترک نے نہایت شاندار استقبال کیا۔ مگر بہت ہی جلد ترکوں اور رومیوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اختلاف ہو جانے پر نوشیرواں نے بیک وقت دونوں پر حملہ کر دیا اور دونوں پر فتح پائی۔ اب نوشیروان کی نظر شام پر تھی مگر ۵۸۰ء کی جنگ میں قیصر ماریس کے مقابلہ میں نوشیروان کو شکست ہوئی۔ موکن خان کے زمانہ میں متحدہ ترکی سلطنت ترکستان سے جیحون تک اور کوہ قاف میں یورال سے والگا تک پہنچ گئی تھی۔ روم، ایران اور چین کی تجارت کے تمام راستے اسی سلطنت میں ہو کر گذرتے تھے اور یہ سلطنت تینوں کے درمیان حرف مشدد تھی۔ نمبر ۲۱-۱۵۔

نوشیروان کے انتقال کے بعد ہرمز اور قیصر روم کے اختلاف رنگ لائے اور ایران

---

[1] ارگنج۔ گرگنج جرجان اور خیوہ ایک ہی شہر کے مختلف نام ہیں۔ خوارزمیوں کا دارالسلطنت یہی تھا۔

Marfat.com

میں بغاوتوں کا بازار گرم ہوگیا۔ اس ابتری کو دیکھکر خاقان شاباں نے ایران پر حملہ کردیا۔ مگر باایں ہمہ پریشانی ایران نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ شابا مارا گیا اور اس کا لڑکا گرفتار ہوا۔ بہرام چوبین نے زرکثیر لے کر لڑکے کو چھوڑ دیا۔ آگے چل کر جب خسرو پرویز کسرا بنایا گیا تو بہرام چوبین سے چونکہ تعلقات اچھے نہیں تھے اور اس کی طرف سے اندیشہ تھا خسرو نے قیصر روم سے صلح کرلی۔ مگر ایرانی رومیوں سے بددل تھے اس لئے بہرام نے اکسایا اور بغاوتیں کرانا شروع کردیں۔ سخت مقابلوں اور دشواریوں کے بعد ۵۹۱ء میں بغاوتوں کو فرو کرکے خسرو نے اطمینان حاصل کیا۔ بہرام چوبین اپنی جان بچاکر ترکوں کے پاس چلاگیا۔ خسرو نے اپنی حفاظت کے لئے ترکی گارڈ مقرر کیا تھا۔ ان کے ذریعہ سازش کرکے بہرام چوبین کو وہاں قتل کروادیا۔ ۱-۹۳۴

اتفاق سے اسی زمانہ میں ترکوں کے یہاں بھی شدید اختلاف پیدا ہوگئے اور چین والوں کو ان سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔ ۵۸۲ء میں تاوپین کو جب خاقان نہیں بنایا گیا تو اس نے شور مچادیا۔ سازشیں اور بغاوتیں ہونے لگیں جن کی وجہ سے ترکوں کا اتحاد منتشر ہوکر رہ گیا۔ تفرقہ اور اختلاف کو چین نے خوب ہوائیں دیں کیونکہ چین کی نظریں ان دونوں کی ریاستوں پر تھیں۔ ۵۹۸ء میں استامی کے لڑکے تاردو نے قیصر ماریس سے ایرانیوں کے خلاف جو معاہدہ ہوا تھا اس کی تجدید کی۔ لیکن وہ اس پر عمل نہ کرسکا اس لئے کہ مغربی ترک آپس میں لڑمرے۔ دریائے اسکول کے مغرب میں رہنے والے پانچ قبیلے اور مشرق میں رہنے والے پانچ قبیلے دست وگریباں ہوگئے اور خانہ جنگی نے طوالت اختیار کرکے مغربی ترکوں کی سلطنت کو ۶۳۰ء میں نیست ونابود کردیا۔ نمبر ۶۔ ۶۲۹ء میں سیان سنگ چینی سیاح ہندوستان کی سیاحت کے لئے چلا تھا۔ پہلے وہ ہمای پہنچا۔ ترفان کے بادشاہ سے تعارف کا خط لیکر کاشغر و سمرقند ہوتا ہوا افغانہ پہنچا اور مغربی ترکوں کے خان اعظم "تنگ شی ہو" کی خدمت میں حاضر ہوا۔

Marfat.com

پھر ترمز کے قریب جیحون اتر کر باختر میں داخل ہوا یہاں خان اعظم کے لڑکے کی حکومت تھی۔ اب بلخ سے براہ ہندوکش بامیان حاضر ہو کر بدھ مذہب کی بےشمار عبادت گاہوں کی زیارت کی۔ واپسی میں پشاور کی راہ اختیار کی۔ بدخشاں میں گورنر سے جو خان اعظم کا عزیز تھا ملتا ہوا کاشغر یارقند کا ملک اور ختن ہوتا ہوا ۶۴۴ء میں لاب نور پہنچ گیا۔ مغربی ترکوں کی تباہی کو اس نے بچشم خود دیکھا تھا۔ اس کے رخصت ہونے کے کچھ ماہ بعد ۶۳۰ء میں خان اعظم قتل کیا گیا تھا۔

تباہی کے بعد چین نے مغربی ترکوں کو اپنے ہاتھ میں لیا اور ان کی پشت پناہی کی۔ پھر ان کے ذریعہ مشرقی ترکوں پر چین نے غلبہ حاصل کیا اور مغربیوں کی رہی سہی ریاست بھی ۶۵۹ء میں چھین لی۔

اب چین کے پہلو سے دونوں خار نکل گئے۔ عرصہ کے بعد جب چین میں خانہ جنگیاں شروع ہوئیں تو مرکز پر قوت مجتمع کرنے کے لئے شہنشاہ نے تبت والوں سے لڑائی ختم کر کے فوجوں کو واپس بلا لیا اس زمانہ میں اہل تبت مشرق میں اور اہل عرب مغرب میں اپنی اپنی بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے۔ چین کے خلفشار کی وجہ سے پورے پچاس سال کے بعد ترکوں کو چین سے آزاد ہونے کا موقع مل گیا اور ۶۸۲ء میں دریائے الی اور چو کے درمیان صغدیانہ سے بلخ تک انھوں نے اپنی ریاست ارخان نبالی اور وہ ۷۴۴ء تک قائم رہی اس ریاست کا بانی کتلغ تھا۔ ۶۹۹ء سے لے کر ۷۱۱ء تک مغربی ترکوں کو اس ریاست نے زیر کر لیا تھا لیکن ان پر پوری طرح قابو نہیں پا سکی تھی۔ کتلغ کے بعد میچو خان کے عہد میں مغربی ترکوں نے قوت حاصل کر کے مشرقی ترکوں پر غلبہ حاصل کیا۔ اس فتح کا سہرا مغربی ترکوں کے نامور قبیلے ترغیش کے سر رہا۔ حکومت ترغیش کا خاتمہ نصر بن سیار گورنر خراسان نے کیا تھا۔

قبیلہ ترغیش کے خان کو خاقان کا لقب تھا۔ ارخان والوں نے کرغیوں کے سردار کو بھی خاقان کا خطاب دیا تھا اور ترکستان کا سردار بھی خاقان کہلاتا تھا۔ گویا اس زمانہ میں

Marfat.com

تین خاقان تھے۔ خاقان ترغیش کا پایہ تخت دریائے تلاس اور کو کے درمیان تھا۔ بعد میں ترغیش قبیلہ تخشی اور آز میں منقسم ہوگیا۔ تخشی کی حکومت شہر سوباب میں تھی۔ ان کے مشرق میں دریائے اسکول پر کگل یا نگل رہتے تھے۔ دریائے تارین کے جنوب میں ینما رہتے تھے جو اغوز تغنوزیں سے تھے۔ اور کاشغر میں حکومت رکھتے تھے۔ جرجان کے ترکوں کا سردار سول دہقان دہستان ۷۱۷ئہ تک تھا (طبری) عرب ایرانی سلطنت کی مشرقی وشمالی سرحد کو مغرب سے موسوم کیا کرتے تھے مشرقی ترکوں کے مشرق میں قارلوق کی حکومت تھی ان کے سردار کا لقب پبغیو تھا۔ اور طخارستان کے سردار کو جبغو کا خطاب تھا۔ خلیفۂ ہشام نے خاقان ترکستان کو متعدد مرتبہ دعوتِ اسلام دی تھی۔

میچو کے بعد یلغا خان خاقان ہوا جس کو ۷۴۴ء میں قارلوق ایغور اور بسمیل نے متحد ہو کر شکست دی۔ ترکوں کے اس انتشار کے بعد دو سو برس تک تاریخ ان کا کوئی خاص کارنامہ نہیں بتاتی سوائے اس کے کہ کشمکش حیات میں وہ مبتلا رہے۔ ترکوں نے روم اور ایران کو نیچا دکھا دیا تھا مگر اپنے اقتدار کے زمانہ میں اسلام سے ان کو سابقہ نہیں پڑا۔ اسلام جب مشرق میں آیا تو ترک عالم نزع میں تھے۔

بابِ دوم

اسلام

موج خرام یار بھی کیا گل کتر گئی

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیصرِ روم جسن کی موت کے پانچ سال بعد ۵۷۰ء میں تولد ہوئے۔ ۵۹۶ء میں بی بی خدیجہ سے شادی کی۔ ۶۱۲ء میں اعلان نبوت کیا۔ ۱۶ جولائی ۶۲۲ء میں مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی۔ ۶۳۰ء میں مکہ فتح کیا۔ اسی سال مغربی ترکوں کی سلطنت کا خاتمہ ہوا اور ۶۳۲ء میں حضور نے رحلت فرمائی۔

خلافت راشدہ ۶۳۲ء سے ۶۶۱ء تک رہی۔ امیر معاویہؓ جب خلیفہ ہوئے تو خلافت امارت میں تبدیل ہوگئی اور ان کا پایۂ تخت دمشق بنا۔ اسپین کے اموی خلفاء کو چھوڑ کر خلافت امیہ میں چودہ خلیفہ ہوئے۔ ۷۵۰ء میں عباسیوں کی خلافت شروع ہوئی جس کا قلع قمع ہلاکو خاں نے ۱۲۵۸ء میں کیا۔ اس کے بعد عباسی خلافت مصر چلی گئی اور کچھ عرصہ تک قاہرہ میں یہ سلسلہ چلا۔ سلطان سلیم اول نے اپنے مورث کے نام پر ۱۵۱۷ء میں قسطنطنیہ میں خلافتِ عثمانی کا اعلان کیا۔ اتاترک مصطفےٰ کمال نے دستبرداری دے کر ۱۹۲۴ء میں اس خلافت کے سلسلہ کو ختم کردیا۔

حضرت صدیق اکبر کے عہد میں حدودِ خلافت عراقِ عرب تک تھے۔ عہدِ فاروقی

Marfat.com

میں عراق عرب پر تسلط قائم ہونے کے بعد جنگ قیصریہ نے ۶۳۰ء میں خلیفۃ المسلمین کو شام کا مالک بھی بنا دیا۔ ۶۳۵ء میں کوفہ اور بصرہ کی بنیاد رکھی گئی۔ پھر ۶۴۲ء میں جنگ نہاوند کے بعد ایران کی سلطنت ہاتھوں میں آگئی۔ ۶۳۹ء میں کارتھیج سے لے کر ساحل اٹلانٹک تک رسائی ہوئی۔ ۶۴۱ء میں مصر فتح ہوا۔ سائپرس ۶۴۹ء میں لیا گیا۔ ۶۶۱ء میں عرب فاتحین براہِ ہرات و افغانستان دریائے انڈس تک پہنچے اور سمندر کے راستے سندھ میں پہنچ کر وہاں اسلامی حکومت قائم کی۔ ۶۷۰ء کے بعد کئی مرتبہ قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا گیا۔ ۶۷۴ء میں بخارا و سمرقند فتح ہوئے مگر ۷۱۱ء تک مشرق میں فتوحات نے کوئی مستقل صورت اختیار نہیں کی۔ اس کے بعد چالیس برس کے اندر مشرق بعید میں بہت آگے تک اسلامی سلطنت بڑھ گئی۔ شمال کی طرف اناطولیہ پر اگرچہ یونانیوں کا قبضہ رہا لیکن مسلمانوں نے آرمینیہ پر دَوِش دی اور ۷۰۰ء میں ارض روم تک پہنچ گئے۔ ۷۱۰ء میں براہِ تنجیر اندلس میں داخلہ ہوا اور ۷۱۲ء میں کل اسپین فتح ہوا۔ پھر جنوبی فرانس پر ۷۲۵ء میں حملے کیئے گئے اور برگنڈی و ڈافین پر یورشیں کیں۔ اتنی وسیع اور عظیم الشان سلطنت کو قابو میں رکھنا آسان نہ تھا۔ سب سے پہلے ۷۵۵ء میں عبدالرحمن نے اندلس میں آزادی اختیار کی ۷۸۸ء میں مراکو میں ادریسی نے علوی سلطنت بنائی۔ ۸۰۰ء میں شمالی افریقہ کے ساحل پر اغلبی خود مختار بن گئے۔ مصر و شام نے ابن طوطون کی سرکردگی میں آزادی اختیار کی۔ مشرق میں طاہر وائسرائے بن کر ۸۱۹ء میں خود مختار ہو گیا۔ اس کے بعد صفاری سامانی اور غزنوی حکومتیں بنائی گئیں۔ عباسی خلفاء عضو معطل ہو کر رہ گئے۔ دربارِ عباسی میں ترکی گارڈ کا نویں صدی میں حکم چلنے لگا۔ خلیفہ کا کام محض دربار کرنا اور سندیں تقسیم کرنا اور خطابات عطا کرنا رہ گیا۔ نمبر ۲۴

واقعہ یہ ہے کہ ساتویں صدی عیسوی کی ابتداء میں مغرب کی طرف ایران اور روم کی ہی دو بڑی سلطنتیں تھیں جو جہانداری کا دَم بھرتی تھیں اور ایک دوسرے سے سبقت

لے جانے کی کوشش میں مصروف تھیں۔ لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ رقابت کے جوش میں دونوں اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی قبریں آپ کھود رہی تھیں۔

رومی سلطنت میں جب اُبتری پڑی تو افریقہ کے رومی گورنر ہرقیل (ہرقل) نے ۶۱۰ء میں عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس دوران میں خسرو پرویز کسرائے ایران رومیوں سے برسرِ پیکار رہا اور اپنے نکلے ہوئے علاقوں کو فتح کرتا رہا۔ ہرقل جب اپنے یہاں اندرونی خرابیوں کو درست کر چکا تو ۶۲۲ء میں آستینیں چڑھا کر خسرو کے مقابل آگیا اور ۶۲۶ء تک ایرانیوں کے چھکے چھڑا دئے۔ بیت المقدس کی غارت گری کے جواب میں آتشکدۂ ایران کو خاک میں ملا دیا اور چھنی ہوئی صلیب کو واپس لے لیا۔ یہی وہ زمانہ تھا جبکہ کفارِ مکّہ کی زیادتیوں کی وجہ سے رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت کی تھی۔ عربوں کو ابرہہ کے مظالم کی وجہ سے عیسائیوں سے پرخاش تھی۔ ابرہہ یمن کا عیسائی گورنر تھا۔ ہاتھیوں کی فوج سے اس نے مکّہ پر حملہ کیا تھا اور عربوں پر ستم ڈھائے تھے۔ لہٰذا مکّہ والے ایرانیوں کی کامیابیوں پر پھولے نہ سما کر غلبۂ روم کی قرآنی پیشین گوئی کا مضحکہ اڑا رہے تھے۔ اب رومیوں کی فتح جب ہونے لگی تو وحیٔ الٰہی نے دوبارہ محیر العقول اور واضح مژدہ سُنایا:-

"اور اس دن مسلمان اللہ کی مدد پر جو کافروں کے مقابل ہوگی خوش ہو رہے ہوں گے۔"

اس آیتِ پاک کا کوئی مفہوم سمجھا ہو یا نہ سمجھا ہو مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۲۸ء میں مختلف بادشاہوں کے نام دعوتِ اسلام کے خط بھیج دئے۔ قیصرِ روم نے نامہ نامی کو پڑھا سمجھا اور بادِ ہوائی خیال کیا۔ شاہ حبش نے سر آنکھوں پر رکھا نمبر ۲۵ چین نے رواداری سے کام لیا[1]۔ مگر خسرو پرویز نے خطِ گرامی کو چاک کر دیا اور اپنے ایک افسر بلذان کو مامور کیا کہ

---

[1] نامہ نامی کو شہنشاہ چین کے پاس براہِ سمندر ابو کبشہ لے کر گئے تھے۔ یہ صاحب کینٹن میں تجارت کرتے تھے ان کو چین میں تبلیغ دین اور تعمیر مسجد کی اجازت مل گئی۔ ۶۳۲ء میں بعد خلیفہ اول ابو کبشہ مدینہ آئے تھے۔ اور قرآن کو لیکر واپس گئے۔ ان کا مزار اور مسجد وہاں موجود ہے۔ صفحہ ۷۹ ج ۲۶

لکھنے والے کے کان کھول آئے. باذان تنبیہ کرنے آیا تھا۔ خود مشرف باسلام ہوا نمبر ۲۶ اور مدینہ سے یہ جواب لے کر وہ تاکہ ساسانی سلطنت چاک کر دی گئی اور عنانِ حکومت مسلمانوں کو عطا کر دی گئی ۔

بڑے واقعات کی ابتداء بہت چھوٹی اور معمولی ہوا کرتی ہے اور اتنی خفیف کہ اس کا احساس نہ ہو ۔ صحرائے عرب کے مشرقی کنارے پر وادی فرات اور بیت المقدس کے درمیان حیرہ نامی ایک مختصر سی عربی ریاست تھی خسرو سردار حیرہ کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا نمبر ۲۷ حیرہ نعمان نے جب انکار کر دیا تو کسرائے ایران نے آب و تاب سے حملہ کر دیا ۔ نعمان مارا گیا مگر اس کے رفیق شیبان نے اپنی حکمت عملی سے بمقام ذوکر ایرانی لشکر جرار کو شکست دیدی نمبر ۱۱ ۔ اس کے بعد ایرانی سرحد پر باوجود ناکامیوں کے شیبانی برابر چھیڑ چھاڑ کرتے رہے اور آخر کار مذاق ہی مذاق میں نہ صرف کچھ حصہ زمین لے لیا بلکہ یمن پر بھی قبضہ جمالیا ۔ اس وقت کون کہہ سکتا تھا کہ آئندہ اسلامی تعلیم کے آگے رومی و ایرانی تہذیب زانوئے ادب تہہ کریں گی ۔

ایرانیوں اور رومیوں کے درمیان جنگوں کا سلسلہ جاری تھا ۔ ایک حملہ میں ہرقل کی تاب نہ لا کر ۶۲۸ء میں خسرو پرویز نے راہِ فرار اختیار کی ۔ سپہ سالار یزدین کے عیسائی لڑکے شامتا (اور محقق یہ ہے کہ شیرین کے لڑکے شیرویہ) نے خسرو کو تہ تیغ کر دیا ۔ خسرو کے قتل کے بعد ایرانی تخت کے دعوے داروں میں مسلسل جھگڑے ہوتے رہے تاآنکہ ۶۳۳ء میں یزدگرد سوم متفقہ طور پر کسرائے ایران تسلیم کیا گیا اسی کے عہد میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور پیشین گوئی کے مطابق ۶۴۲ء میں ایرانی سلطنت کے چاک ہو جانے کے بعد عنان حکومت مسلمانوں کو مل گئی ۔

اسلام مشرق بعید میں

حکومت چین کا مغرب میں تسلط ہو جانے کی وجہ سے ترکستان، ختن اور مشرق میں یہودیت عیسویت مانویت اور بدھ مت کو داخل ہونے کے لئے راستہ کھل گیا ۔ شہنشاہ چین نے ۴۵۳ء میں بدھ مت قبول کیا ۔

۶۲۸ء میں رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کا خط اور پیغام توحید لے کر کینٹن میں مسلمان تاجر براہ سمندر پہنچے[25] اور وہاں پر انھوں نے مسجد بنائی[11]۔ سمرقند۔ ختن اور کاشغر میں یہودیوں کی عبادت گاہیں موجود تھیں۔ چین میں آتش کدہ ۶۲۱ء میں کھولا گیا تھا اور ۶۳۵ء میں عیسائیوں نے دربار چین سے گرجا بنانے کی اجازت حاصل کی[11]۔ اسلام مصر اور ایران سے فتوحات کا جھنڈا لہراتا ہوا مشرق میں داخل ہوا۔ ساتویں صدی عیسوی تاریخ ایشیاء میں نہایت اہم اور نمایاں حیثیت رکھتی ہے اس لئے کہ :-

(۱) چین کے اندر بغاوتوں کے بعد ۶۲۶ء میں ٹینگ خاندان برسر اقتدار آیا۔

(۲) مغربی ترک ۶۳۰ء میں ختم ہوئے۔

(۳) ہیان سنگ سیاح ہندوستان ۶۲۹ء میں گیا اور ۶۴۴ء میں واپس آیا۔

(۴) چین کے فوجی مرکز ترکستان کو اہل تبت نے ۶۷۰ء میں فتح کیا اور بدھ مذہب قبول کیا۔ ترکستان ۶۹۲ء میں پھر چین کے قبضہ میں آگیا۔

(۵) ترکوں نے اپنی ریاست ارخان ۶۸۲ء میں بنائی۔

(۶) مسلمانوں کی تجارت چین سے جاری ہوئی۔ آٹھویں صدی میں مسلمان وہاں چھا گئے دسویں صدی سے پندرھویں صدی تک مشرقی ممالک کی تجارت میں مسلمانوں کا سب پر غلبہ ہو گیا۔ صفحہ ۸۲[26]

(۷) اسلام مشرق میں نمودار ہوا۔

ایرانیوں اور رومیوں کی لڑائیوں میں ترک غیر جانبدار رہے اور کسی کی حمایت نہیں کی۔ ملک شام میں شمالی جیحون اور بحر خزر کے ترک رہا کرتے تھے جب عرب ایران آئے تو یہیں پر پہلی مرتبہ ترکوں سے روشناسی اب مسلمان مشرق میں آئے تو اغوز اور قارلوق ان کے ہمسایہ تھے۔ عربی حکومت جرجان تک تھی اس کے مغرب کی جانب اور مشرق میں اغوز کی ریاست تھی اور اغوز کے مشرق میں ریاست قارلوق قاراخیطائی تھی۔ ۶۸۲ء میں خاقان اغوز چین کے اثر میں تھا۔ ۷۴۵ء میں اغوز کے خاقان کو ایغور نے زیر کر لیا

شجرۂ خلافت و امامت

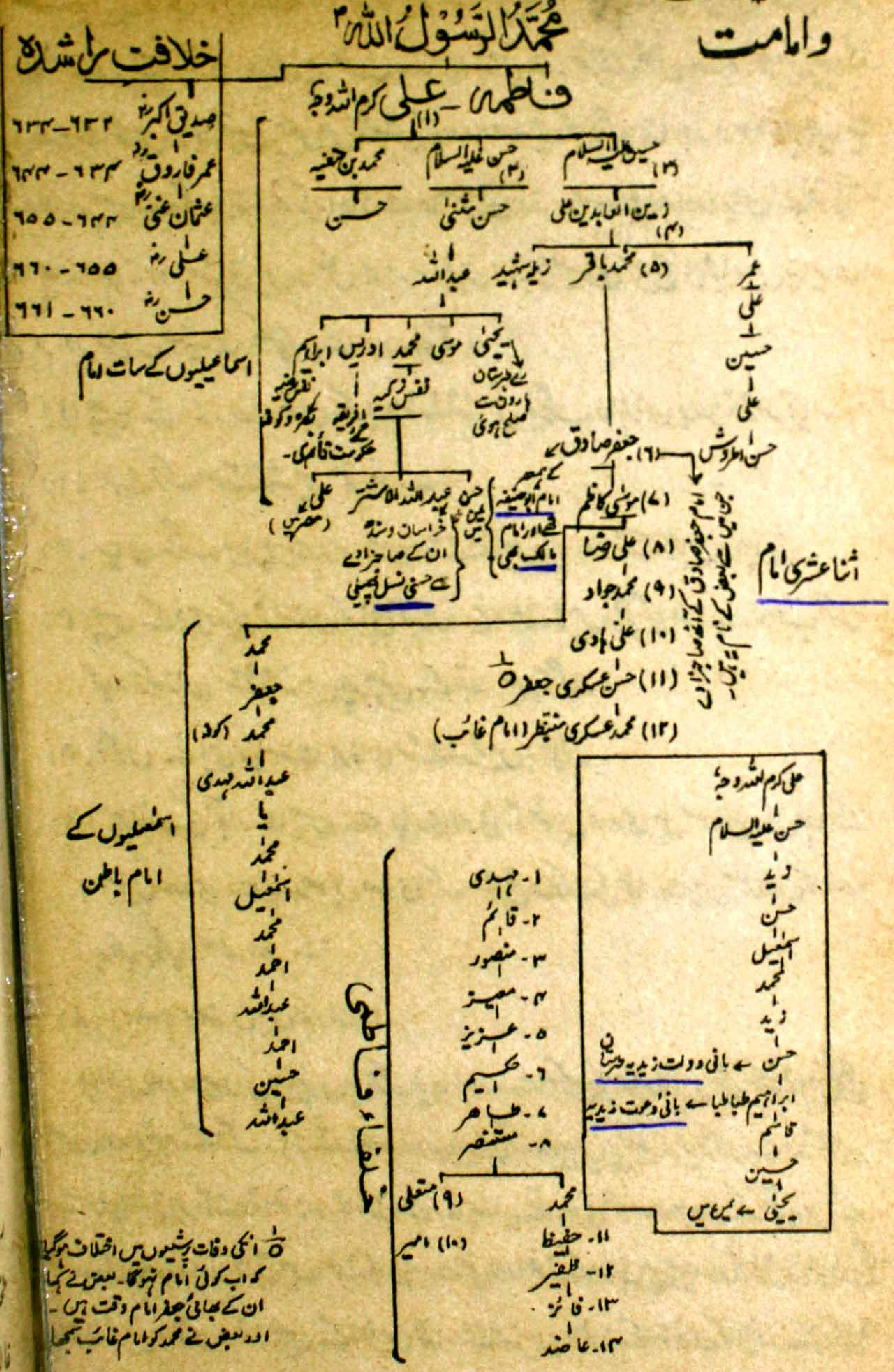

۵ انکی وفات پر شیعوں میں اختلاف ہوگیا کہ اب کوئی امام نہ ہوگا۔ بعض نے کہا ان کے بھائی جعفر امام وقت ہیں۔ اور بعض نے محمد کو امام غائب سمجھا

Marfat.com

تھا اور شکست کھانے کے بعد منگولیا کے یہ قبیلے مغرب و جنوب کی طرف چلے گئے تھے۔ ساتویں صدی میں ان میں کے قبیلہ شاتو کو اہل تبت نے جب جھیل برسکول کے ساحل سے بھگا دیا تو یہ قبیلہ مغربی ترکوں سے جا کر مل گیا۔ نان لو اور ہیلو کے درمیان جب قتیبہ بن مسلم نے فتوحات کیں تو چین اور یورپ میں ہیبت بیٹھ گئی اور وہاں کی سماجی اور سیاسی حالت میں تبدیلی واقع ہوئی۔ نمبر ۲۰، ۲۱۔

مشرق میں پہنچنے کے بعد مسلمان ہر غیر ایرانی کو ترک سمجھا کرتے تھے لیکن سنہ ۷۲۰ء تک جن سے انھیں لڑنا پڑا وہ ایرانی النسل ترک تھے جو کوشان والوں کی طرح ایرانیوں میں مخلوط ہو گئے تھے اور وسطی ایشیا میں انھوں نے اپنی ریاستیں بنالی تھیں۔ ماوراالنہر میں حکومت کوشاں کے بعد کبھی کوئی ایرانی گورنر نہیں رہا۔ (طبری و ابو حنیفہ)۔ مقامی سردار اور امرا انتظام کیا کرتے تھے۔ (طبری)۔ ترکوں نے سنہ ۶۸۳ء میں صغدیانہ اور ماوراالنہر میں اپنی سلطنت ارخان بنالی تھی۔ کوہ حصار کے شمالی حصہ اور وادئ زرفشان کا نام صغدیانہ تھا۔ اس میں متعدد ریاستیں تھیں اور ریشم کی تجارت کی وجہ سے ان سب میں اتحاد و اتفاق تھا۔ ریاست سمرقند ذی اثر اور ممتاز مانی جاتی تھی۔ ریاستہائے اشروسانا۔ کش۔ بخارا شش۔ فرغانہ اور خوارزم سمرقند کے ہی زیر اثر تھیں۔ والئ سمرقند کا لقب اکشید تھا۔ ترکوں اور سمرقندیوں میں کمربندی رشتہ بھی تھا۔ یہ جملہ والیان ریاست دہقانوں اور تاجروں کی تقویت پر حکومت کرتے تھے اور وہی حسب مرضی ان کو معزول و منتخب کیا کرتے تھے ریاست واردانا اور بخارا میں اختلاف رہا کرتا تھا۔ دروازہ آہنی کے جنوب میں جو چھوٹی ریاستیں تھیں مغربی ترکوں کے ولیعہد کو افسر اعلیٰ تسلیم کرتی تھیں۔ اس کا لقب "شاد" تھا۔ ان سب ریاستوں کی تعداد سنہ ۶۳۰ء میں ہان چاؤ نے ستائیس لکھی ہے۔ دربند کے جنوب میں طخارستان واقع تھا اور اس میں ریاستہائے صغانیاں۔ جرجان۔ بازغیس۔ ہرات اور غالباً گرجستان شامل تھیں۔ طخارستان کا فوجی مرکز بلخ تھا اور یہیں آتشکدۂ نوبہار بھی تھا۔

Marfat.com

غلطی سے عرصہ تک مسلمان بلخ کو ترکوں کا دارالسلطنت سمجھتے رہے۔ نمبر ۱۶، ۲۰۔

۶۴۲ء میں جنگ نہاوند میں شکست کھانے کے بعد یزدگرد سوم کسرائے ایران اس مشرقی علاقہ میں آکر دس برس تک سرگردان رہا اور تخت و تاج کو واپس لینے کے لئے ہر ممکن کوشش کی مگر ناکام ہوا۔ اول اول وہ کرمان آیا۔ پھر سجستان میں پناہ لی ۱۵۔ اور ترکوں اور چینیوں سے مدد کی درخواست کی۔ عرب اس کا تعاقب کرتے ہوئے کرمان کی طرف سے مشرق میں داخل ہوئے۔ سجستان اور نیشاپور کی جانب سے حملے کئے۔ ہرات اور باغیس کے ہیتالیوں نے بلامزاحمت اطاعت قبول کرلی۔ نیزک بازغیس کا والی تھا۔ اس نے یزدگرد کو گرفتار کرنے کی کوشش کی مگر وہ جیحون عبور کرکے سیحون کے علاقے میں بھاگ گیا اور ترخان والیٔ فرغانہ کے یہاں مقیم ہوا۔ شاہ سمرقند اور اہلِ صغد نے مدد کے لئے چین سے اس کی سفارش کی مگر اس وقت مدد حاصل نہ ہوسکی۔

اس عرصہ میں یزدگرد اسلامی سرحدوں پر بغاوتیں کرانے میں مشغول رہا۔ آخرکار سجستان پر حملہ آور ہوا لیکن شکست اس کے نصیب میں تھی۔ ۶۵۲ء میں حضرت عثمان غنیؓ نے اعلان کردیا کہ جو خراسان فتح کرے گا اسی کو وہاں کا عامل بنادیا جائیگا عبداللہ بن عامر عامل بصرہ کو خراسان فتح کرنے کا فخر حاصل ہوا اور پھر انھوں نے تسلط جماکر خراسان کو نیشاپور۔ مرو۔ ہرات اور بلخ کے چار حصوں میں تقسیم کردیا۔ محروم و پریشان ہوکر یزدگرد نہر مرغاب کو عبور کرکے چین کیطرف جانا چاہتا تھا کہ نیزک کے سپاہیوں نے اسے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ ۱۷ یہ بھی روایت ہے کہ گھاٹ والا کشتی کا کرایہ مانگتا تھا ادائیگی کے لئے کوئی سکہ نہ ہونے کی وجہ سے ایک ہیرا اس نے ملاح کو دیا لیکن ملاح نے اسے بیکار سمجھ کر قبول نہیں کیا۔ اتنے میں نیزک کے سپاہی آگئے اور انھوں نے قطعی فیصلہ کرکے قصہ پاک کردیا۔ یزدگرد اصطخر کے شاہی گورستان میں دفن کیا گیا۔ اس نے مسلمانوں سے سولہ مرتبہ مقابلہ کیا۔ اس کا لڑکا بخارا کی فوج میں بھرتی ہوگیا تھا اور پوتہ چین جاکر شہنشاہ کے یہاں مہمان ہوا۔ اس کے بعد طبرستان میں سپہ سالار شاہ پوت کی اولاد

Marfat.com

کے نام سے برائے نام ایرانیوں کا نام چلا اور یہ لوگ خلیفہ کو جزیہ دیا کرتے تھے۔

اس زمانہ میں تاجران صغد کی تجارت ہندوستان اور یورپ سے تھی۔ عربوں کا جب جیحون تک قبضہ ہو گیا تو جرجان فاریاب اور تاریقان بھی ان کے تحت میں آگئے۔ شہادت عثمان غنی کے بعد ۶۵۳ء میں سمنجان فتح ہوا۔ یہاں کا حاکم رعب خاں ترک تھا۔ طخارستان کی فتح کے بعد خوارزم لے لیا گیا۔ حضرت علی کے ابتدائی عہد میں مائے مرغ صغد پر حملہ کیا گیا تھا۔ ۶۵۵ء میں پہلی مرتبہ دوستی قائم کرنے کے لئے عربوں نے چین کی ملکوتی سلطنت میں سفارت بھیجی[۱] اسی سال حضرات علی ومعاویہ کے جھگڑوں کی وجہ سے عربوں کو خراسان سے جانا پڑا۔ اب تک فتوحات عرب محض حملوں کی کامیابیوں تک منحصر تھیں۔ جب بعد کامیابی فوج اپنے مستقر مرد کو چلی آئی تھی تو مفتوحہ ممالک پہلے کی طرح خود مختار ہو جاتے تھے اس زمانہ میں خوارزم اور سمرقند ترکوں کے قبضے میں تھے۔ حکومت ٹینگ TANG کے چینی مؤرخ نے عربوں کا "تاشی" کے نام سے تذکرہ کیا ہے اور امیر معاویہ کے متعلق لکھا ہے:۔

ملک کے ملک فتح کئے۔ سپہ سالار موسیٰ کو قسطنطنیہ بھیجا گیا۔ اس نے فتح کر کے زر کثیر پہ صلح کر لی۔

خلافت امیہ

۶۶۳ء میں بعہد حضرت معاویہ بازغیس ہرات اور بلخ کی بغاوتیں فرو کرنے کے بعد آتش کدۂ نوبہار کا خاتمہ کیا گیا۔ ۶۶۷ء میں پہلی مرتبہ جیحون عبور کر کے الحکم بن عمیر نے فتوحات کیں۔ جب ماوراء النہر میں پاؤں جم گئے تو عربوں نے صغدیانہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ۶۷۳ء میں شاد سمرقندی کے مرجانے پر اس کا نابالغ لڑکا تنشاوا اپنی ماں کی تولیت میں تخت نشین ہوا۔ عربوں کے حملہ کی خبر سن کر ماں بیٹے دونوں سمرقند چھوڑ کر بھاگے۔ بدحواسی کا یہ عالم تھا کہ خاتون

شجرۂ امیہ

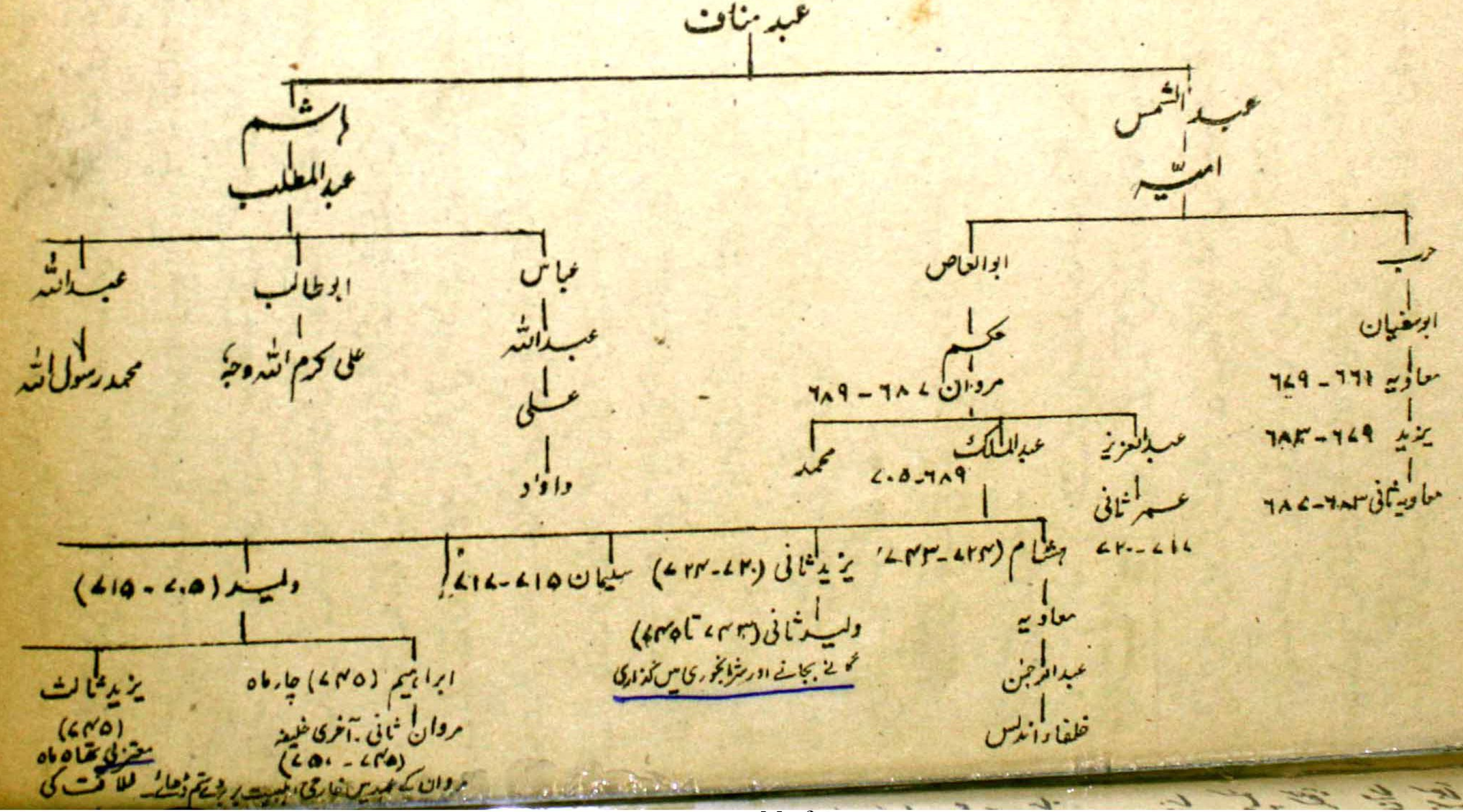

Marfat.com

کی ایک جوتی راہ میں گر گئی۔ وہ عربوں کے ہاتھ لگی۔ بچوانے پر قیمت دو لاکھ درہم ٹھہری[۱۵]۔ واقعات کربلا کی وجہ سے ابن زیاد روسیاہ ہے لیکن اس کی انتظامی قابلیت نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ یہ اسی کا کام تھا کہ حکومت کو چار حصوں میں تقسیم کر کے انتظام درست کیا۔ خراسان۔ بصرہ۔ کوفہ اور حجاز کے اس نے صوبے بنائے ۶۷۵ء۔ اس کے علاوہ ابن زیاد اور اس کے ماتحت عاملوں نے ماوراء النہر میں استحکام کرنے کے لئے پچاس ہزار عربی خاندانوں کو کوفہ و بصرہ سے بلا کر آباد کیا اور انھیں کے ذریعہ تبلیغ کی اور آتش پرستی کا چراغ گل کیا۔ سمرقند و بخارا میں باہمی اختلافات کی وجہ سے ابتری و پریشانی تھی عربوں نے حکمت عملی سے استفادہ کر کے فتوحات شروع کر دیں۔ گورنر سعید نے اہل صغد کو زیر کیا۔ خاتون سمرقندی سے خراج لیا اور ختل کو مطیع کیا۔ اہل صغد نے پھر بغاوت کی تو بخارا خدات مارا گیا۔ اس کے مرتے ہی اختلافات رونما ہو گئے۔ عرب اسی جنگ و جدال سے فائدہ اٹھا رہے تھے کہ ۶۸۳ء میں یزید کے انتقال کے بعد معاویہ ثانی کے دست بردار ہو جانے پر عبداللہ بن زبیر اور مروان میں خلافت کے لئے جنگ شروع ہو گئی۔ خراسان نے ابن زبیر کی طرفداری کی۔ رومیوں سے صلح کرنے کے بعد ۶۹۲ء میں عبدالملک بن مروان نے جب فوج کشی کر کے مکہ کی بے حرمتی کی تو اسلامی دنیا میں قیامت برپا ہو گئی[۱۵]۔

دوسری طرف مغربی ترکوں کی تباہی کے بعد ۶۳۵ء سے ۶۵۸ء تک چین نے ترکوں کو زیر کر کے کش تک قبضہ کر لیا تھا اور وادئ تاریم میں ۶۷۰ء سے ۶۹۲ء تک چین اور تبت میں جنگ ہوتی رہی۔ لہٰذا مشرق و مغرب کے مصائب جو ابتلا کو دیکھ کر لیا سمجھائے سمرقند بخارا اور ماوراء النہر نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں سے آزاد ہو گئیں۔ مسلمانوں نے بہر حال پھر انھیں مطیع بنا لیا اور ۶۷۰ء میں قبضہ کو مستحکم رکھنے کی تدابیر اختیار کیں۔ مہلب و آل مہلب نے بازغیس شومان و آخرون پر تسلط

قائم کر کے داد و دہش کے ذریعہ مقبولیت بھی حاصل کی ۔ ۷۰۵ء میں عبدالملک کے انتقال کے بعد ان ریاستوں کی بے ہنگام خود مختاری کا انسداد کرنے کے لئے حجاج نے قتیبہ بن مسلم کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔ قتیبہ نے یہاں آکر پوری طرح انتظام درست کر کے اسلامی حکومت کے استقلال کی صورت سب سے پہلے قائم کی ۔ آتش پرستی ختم ہو گئی ۔ امیرو دہقان نے اطاعت کی شاہ صغانیاں (چغان) اور والی خوارزم نے قتیبہ کا استقبال کیا اور تحفہ تحائف بھیجے ۔ اس کے بعد قتیبہ نے طخارستان کے والیان آخرون وشومان ۔ ترخان بازغیس ۔ ترخان ملک صغد خونک خدات ۔ وردون خدات اور چین کے شہزادے کرمغانوں کو زیر کرنے کے بعد جب جنگ بخارا میں خاقان اور اس کا لڑکا مارے گئے تو ترخان ملک صغد نے صلح کر لی۔ اس جنگ بخارا میں نیزک والی بازغیس اور چغانیا والی طخارستان کو خیال تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہوگی اور ماوراءالنہر اور خراسان آزاد ہو جائیں گے لیکن جب انھیں مایوسی ہوئی تو نیزک نے سپہ سالار بلخ ۔ شاہزادگان مرورود ۔ طالیقان ۔ فاریاب اور جزجان کو متحد کر کے عربوں کے خلاف محاذ قائم کیا ۔ والئ خوارزم اس اتحاد میں شریک نہیں ہوا ۔ ۷۰۹ء میں ان سب کو مطیع بنا کر ان سب کی اور فرغانہ کی ریاستوں میں عربی گورنر مقرر کر دئے گئے ۔ [۱۵] یہ گورنر فوج اور خراج کے ذمہ دار ہوتے تھے اور ریاستوں کے اندرونی انتظامات سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہوتا تھا ۔ [۱۶] ۔ نیزک شکست کھا کر باغلان بھاگ گیا اور وہاں سے اس نے بغاوتیں کرانا شروع کر دیں ۔ لیکن وہ خود اس دوران میں قتل کر دیا گیا ۔ ان بغاوتوں کو ٹھنڈا کر کے ۷۱۲ء میں سمرقند فتح کیا گیا ۔ اور ترخون صغد کو معزول کر کے اس کی جگہ غورک مقرر کیا گیا ۔ سمرقندیوں کا عقیدہ تھا کہ جو ان کی عبادتگاہوں کو نقصان پہنچائے گا اس پر آسمان سے غضب ٹوٹے گا ۔ قتیبہ نے جب ان کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا اور وہ محفوظ رہا تو ان کو اپنی باطل پرستی کا احساس ہوا اور اسلام کو بہتی خوشی

قبول کر لیا۔ بخارا میں غیر مسلموں کو ہتھیار باندھنے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ قتیبہ کے مرد چلے آنے کے بعد بخارا والوں نے قیامت ڈھائی اور شورش کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بخارا کے مسلمان نقل و حرکت سے مجبور ہو گئے۔ مسجد میں بغیر حفاظت و نگرانی کے نماز نہیں پڑھی جا سکی اور نومسلموں کی خاص طور پر حفاظت کی گئی۔ اس بغاوت کو نہ صرف قوت سے دبایا گیا بلکہ داد و دہش سے بھی کام لیا گیا اور اسلام کی مقبولیت کے لئے فارسی میں نماز پڑھنے کی اجازت بھی دی گئی۔ بخارا میں مسجد ۷۱۲ء میں تعمیر کی گئی تھی۔

۷۱۶ء میں مسلمانوں کی فتوحات شش فرغانہ اور کاشان لینے کے بعد سرحد چین کاشغر تک پہنچ گئی تھیں۔ روایت ہے کہ قتیبہ نے چین فتح کرنے کی قسم کھائی تھی جس کو سن کر اہل چین نے سر تسلیم خم کر دیا اور قسم پوری کرنے کے لئے حیلہ شرعی کے طور پر ایک بورے میں چین کی مٹی بھیج دی کہ زمین چین کو قدموں سے روند دیا جائے۔ زر کثیر پیش کیا کہ مال غنیمت ہے اور کچھ افسر پیش کئے کہ غلام تصور کئے جائیں [۱۵]۔ لیکن بایں ہمہ مشہور ہے کہ بعد میں قتیبہ نے تبت والوں کی معیت میں کاشغر بھی فتح کر لیا۔ قتیبہ کی فتوحات شمال میں شش تک اور جنوب و مشرق میں کاشغر تک پہنچ گئیں اور یہ وہ مقامات ہیں جہاں سکندر اعظم کی بھی رسائی نہ ہو سکی تھی۔ وہ ۳۳۴ق م میں محض سیحون یا سائر دریا تک پہنچ سکا تھا۔ [۱۶]

ساتویں صدی کے وسط میں شاہ تبت نے بدھ مذہب قبول کیا تھا اور چین کی شاہزادی سے شادی کی تھی لیکن پھر بھی چین اور تبت میں اختلاف باقی رہے اور لڑائی ہوئی۔ تبت والے دیوار چین کے جنوب و مغرب میں قبضہ جما کر سلطنت چین اور اس کے علاقہ ترکستان کے درمیان حائل ہو گئے۔ ساتویں صدی میں انھوں نے ترکستان بھی لے لیا اور تیرک روان ہوتے ہوئے فرغانہ کو قبضہ میں لے آئے۔ اسی مقام پر قتیبہ اور اہل تبت میں معاہدہ ہوا اور دونوں متحد کر کاشغر پہنچ گئے۔ بعض مؤرخین قتیبہ کی فتح کاشغر پر شک کرتے ہیں اس لئے کہ جب ولید کے

بعد سلیمان ۷۱۵ء میں تخت خلافت پر آیا تو قتیبہ کا ستارہ گردش میں آگیا تھا۔ سلیمان کی ولیعہدی کے سوال پر حجاج کے ساتھ قتیبہ نے بھی مخالفت کی تھی۔ قتیبہ خوب سمجھتا تھا کہ وہ معاف نہیں کیا جا سکتا۔ اس شبہ پر اس کو اتنا وثوق تھا کہ بغاوت کر بیٹھا فوج نے اس کا ساتھ نہیں دیا، اور کسی سپاہی نے بمقام مرد اسے قتل کر دیا ۱۵۔ ۷۱۶ء میں قتیبہ کا کاشغر فتح کر لینا اسی وجہ سے مشکوک نظر آتا ہے۔

ماوراالنہر کے جنوب و مغرب میں بخارا سمرقند وغیرہ عربوں کے قبضہ میں تھے۔ ۶۸۹ء میں مشرقی ترکوں نے مغربی ترکوں کو شکست دے کر صغدیانہ پر حملہ کیا۔ ۷۱۱ء میں بیچو خان نے مغربی ترک کے خاقان کو قید کر لیا اور ریاست چھین لی۔ ۷۱۲ء میں قتیبہ کے واپس چلے جانے کے بعد اہل صغد نے بیچو خان کے بھتیجے سے سازش کر کے غدر مچا دیا اور مسلمانوں سے سوائے سمرقند کے سب کچھ فتح کر لیا۔ ۷۱۳ء میں قتیبہ نے واپس آکر سخت مقابلہ کیا اور ان کو یہاں سے باہر نکال کر اتنا ضعیف و کمزور کر دیا کہ وہ اشش و فرغانہ میں اسلامی حملوں کی مدافعت نہ کر سکے (یعقوبی و طبری) بہر حال ۷۱۶ء میں بیچو خان کے انتقال کے بعد مغربی ترکوں نے پھر قوت حاصل کی اور خاقان سولو نے نئی ریاست قائم کی جس کا خاتمہ ۷۳۶ء میں ہوا۔ سولو امیر و دہقان کو بھڑکا کر عربوں کو پریشان کیا کرتا تھا۔ اسی واسطے عرب اس کو "ابلہ احمر" کہا کرتے تھے ۱۹۔ یہ جملہ بناوتیں عہد امیہ میں محصول و خراج کے متعلق ہوا کرتی تھیں۔ ان میں مذہبی اختلاف کو مطلق دخل نہیں تھا۔ عبدالملک نے اس کا انسداد کرنے کے لئے امرائے خراسان کے شعدہ سے قریشی گورنر مقرر کئے تھے لیکن اس کا کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلا۔ اس لئے کہ ہر گورنر نے محصول و خراج کے متعلق اپنی رائے کے مطابق مختلف اور متفرق اصول بنائے تھے۔ ۷۱۸ء میں ان خرابیوں کی اصلاح خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے کی اور اعلان عام کر دیا کہ نو مسلم غازیوں سے جزیہ نہ لیا جائے۔ گورنروں کو تبلیغ کی تاکید کی۔ رعایا کے لئے

خانقاہیں اور رفاہِ عام کے لئے دیگر عمارتیں بنوائیں لیکن تبلیغ کی رفتار ماوراء النہر میں پھر بھی سست رہی۔ اہل سمرقند کی شکایت پر کہ قتیبہ نے سمرقند پر ناجائز طور پر قبضہ کیا تھا اس لئے واپس دے دیا جائے۔ خلیفہ عمر نے تحقیق کروائی اور شکایت کے صحیح ہونے پر حکم دے دیا کہ مسلمان سمرقند سے اپنا قبضہ ہٹالیں۔ اس کے بعد باہمی معاہدہ کریں یا از سرِنو فتح کریں۔ اہل صغد اس منصفی کے قائل ہو گئے اور کہا کہ ہم موجودہ صورت حال پر راضی ہیں۔ غورک اپنی شرط کے مطابق خلیفہ کا فیصلہ سن کر مسلمان ہو گیا مگر اہلِ صغد کے فیصلہ سے ناخوش ہو کر بغاوتیں کرنے لگا۔ ترکان ترغیش بھی اس کے معاون بن گئے۔ فرغانہ میں کرسول کو شکست دینے کے بعد اسلامی فوجیں باطمینان تمام واپس آرہی تھیں کہ ترکوں نے عین بے خبری میں عقب سے نہایت زبردست حملہ کر دیا۔ مسلمان تاب نہ لا کر بدحواسی میں بھاگ کھڑے ہوئے اور نقصان عظیم کے بعد سمرقند پہنچ کر بمشکل جان بچائی۔ اب ترغیش کی ہمتیں بڑھ گئیں اور مسلمانوں کا وقار گھٹ گیا۔ پھر بخارا میں شکست دے کر مسلمانوں کو سیحون پار چلے جانے پر مجبور کر دیا۔ کھوئے ہوئے وقار کو بعد میں عبید بن عبدالعزیز گورنر نے حاصل کرنے کے لئے امیروں اور دہقانوں کے ساتھ حسن انتظام اور اخلاق کریمانہ سے کام لیا۔ سعید بن الحرشی نے ۷۲۰ء میں صغد کے دہقانوں اور تاجروں کو جو چین کی طرف بھاگ گئے تھے خوجند میں محصور کر کے سزائیں دیں۔ خراج وصول کیا اور زرفشان اور کشکا کی وادیوں پر بزورِ شمشیر قبضہ کیا۔ خلیفہ ہشام کے عہد میں اشرس نے رفاہ عام کے لئے مفید اصلاحیں کیں۔ رباطین بنوائیں۔ سرحدوں کو محفوظ کیا اور تبلیغ کے لئے عربی و ایرانی دو مبلغ مقرر کئے۔ عربی مبلغ ابو صید نے ۷۲۸ء میں نہ صرف ترکوں بلکہ عیسائیوں میں بھی کامیابی و مقبولیت حاصل کی۔ عامل سمرقند کی اس رپورٹ پر کہ جزیہ سے بچنے کے لئے یہ لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں اور رقم جزیہ گھٹتی جا رہی ہے۔ اشرس نے حکم دیا کہ جو نو مسلم اتباع اسلام سے گریز کریں ان سے جزیہ لیا جائے۔

Marfat.com

عام بغاوت پھیل گئی اور ابو صیدا بھی بر بنائے انصاف باغیوں کے شریک رہے اور عیسائی مرتد ہو کر ترکوں سے جا ملے۔ چنانچہ دریا پار "آمل" کی جنگ میں سخت ترین مقابلہ کے بعد باغیوں پر فتح ہوئی۔ خاقان کا بھتیجا گرفتار کر لیا گیا۔ ترغیش بھاگ کر شش و فرغانہ چلے گئے اور سنہ ۱۳۰ھ میں مسلمان پھر بخارا پر قابض ہو گئے۔

سنہ ۱۳۲ھ میں ان سب نے پھر اجتماع کر کے بغاوت کی اور مسلمانوں کو زبردست شکست دی۔ سوائے سمرقند و بخارا کے تمام اسلامی مقبوضات ترکوں نے لے لئے۔ یہ جنگ واقعہ شوب کے نام سے مشہور ہے۔ ریاستہائے زرفشاں نکل جانے کی وجہ سے سنہ ۱۳۳ھ میں خراسان میں قحط پڑا کیونکہ مرو کو غلہ یہیں سے فراہم ہوتا تھا اس خلفشار میں خراسانی حکومت کے خلاف ہر تحریک کامیاب ہو سکتی تھی۔ چنانچہ حارث بن سریج خارجی نے شیعہ تحریک آلِ محمد کا علم بلند کیا اور رعایا کو خراج دینے کی ممانعت کر دی۔ عربوں کے جملہ قبیلے ازد۔ بکر۔ تمیم۔ اس کے ساتھ ہو گئے۔ سنہ ۱۳۵ھ میں اسد بن عبداللہ دوبارہ یہاں کا گورنر بنا کر بھیجا گیا۔ ہشام نے اس وجہ سے کہ وقت ضرورت آسانی کے ساتھ فوجی مدد پہنچ سکے۔ صوبہ خراسان کو ولایت عراق میں شامل کر دیا۔ اسد نے حارث کی بغاوت کو فرو کرنے کی کوشش کی تو حارث ترکوں سے جا ملا۔ سنہ ۱۳۷ھ میں غورک کے مرنے کے بعد اس کے دونوں لڑکے ترخان اور مئی چاؤ یعنی مختار اس کے وارث ہوئے اور انھوں نے ریاست صغد کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا۔ اب حارث اور خاقان نے طخارستان زیریں کو فتح کرنے کی ٹھیرائی لیکن جنگ خارستان میں عربوں نے انھیں شکست دی اور خاقان و حارث بھاگ گئے۔ فتح ضرور ہوئی مگر ماوراء النہر میں خاطر خواہ مسلمانوں کا تسلط نہیں ہو سکا تھا۔ شہزادہ کرسول نے خاقان سولو کو قتل کر دیا جس کی وجہ سے ترغیش میں خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں۔ پھر چین یشش اور فرغانہ کی کوشش سے کرسول کو خاقان تسلیم کر لیا گیا۔ اسلام کی کامیابی کے بعد اشاعت مذہب سمرقند میں خوب ہوئی ملتے

اسی زمانہ میں عہد عباسیہ کے مایہ ناز اور مشہور و معروف دو ایرانی خاندانوں کے مورث اعلی سامان خدات اور برامکہ نے اسلام قبول کیا اور اسی زمانہ میں اسلامی سلطنت کا استحکام و استقلال وسطی ایشیا میں ہوا اور بلخ دارالسلطنت بنا۔ اسد بن عبداللہ کے انتقال کے بعد نصر بن سیار گورنر مقرر ہوا۔ اس نے خراج کی بدنظمی کو دور کیا، اور اندرونی اصلاح سے فارغ ہو کر ترکوں سے جہاد کیا۔ حارث قید ہوا۔ اشروسانا، شش اور فرغانہ سے معاہدہ کر کے خاقان کرسول کو پھانسی دی اور ریاست ترغیش کو بیخ و بن سے نیست و نابود کر دیا۔ ہر ریاست میں عربی گورنر مقرر کئے اور سیحون یا سائر دریا کی وادی میں عربی حکومت کو مستحکم بنایا۔ نصر بن سیار کے اخلاق حمیدہ اور رعایا پروری کے قصیدے پڑھے جانے لگے۔ اس نے نومسلموں کو جزیہ سے مستثنیٰ کیا اور معاف شدہ غیر مسلموں سے جزیہ لیا۔ بقول طبری اس زمانہ میں تیس ہزار نومسلموں سے خلاف شرع جزیہ لیا جاتا تھا اور اسی ہزار غیر مسلم جزیہ سے مستثنیٰ تھے۔ سنہ ۱۲۰-۷۳۹ء میں خاقان کرسول کے قتل کے بعد فرار شدہ مرتد اہل صغد کو واپس بلایا۔ واجب الادا خراج معاف کر کے پھر انھیں دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ حاکم شش اور والئِ فرغانہ سے صلح کر لی۔ مسلمان جو ترکوں کی قید میں تھے انھیں چھڑایا ۱۶۔ نصر کی شہرت و مقبولیت کا اندازہ اس روایت سے کیا جا سکتا ہے کہ وسطی ایشیا، اپنے عقائد چھوڑ کر عرب بن گیا۔ نصر نے جملہ ابتریوں اور خرابیوں کا انسداد کیا لیکن عربی قبیلوں کے تنازعات کا سد باب نہ کر سکا۔ طبری کی رائے ہے کہ نصر اور خراسان دونوں کامیاب رہے ۱۶۔

امام یحییٰ بن زید کے قتل کے بعد یمنی قبایل نے جن پر حکومت امیہ کی فوجی طاقت کا دارومدار تھا۔ خلیفہ ولید کے خلاف شورش کر دی اور یزید ثالث نے ولید کو قتل کر کے تخت خلافت حاصل کر لیا۔ تمام مملکت میں فتنہ اٹھ کھڑا ہوا اور خراسان میں بھی قبائلی عصبیت جاگ اُٹھی۔ سنہ ۷۴۲ء میں خراسان کے یمنی قبائل نے بغاوت کی جس کا بانی

Marfat.com

جدی بن علی کرمانی تھا۔ مگر حارث بن سریج کی بغاوت اس مرتبہ کرمانی کی بغاوت سے زیادہ سنگین اور مخدوش تھی۔ نصر نے کرمانی کو قید کر لیا پھر دوستی و صلح کا حلف لے کر چھوڑ دیا۔ ۱۲۵ھ میں کرمانی نے مرو پہنچ کر پھر مخالفت شروع کر دی۔ نصر اپنی فراست اور اپنے تدبر سے کرمانی و حارث دونوں پر یقینی غالب آجاتا لیکن اس موقع پر عباسیوں کا داعی بن کر ابو مسلم خراسانی میدان میں آکودا اور دربارِ خلافت سے باوجود مسلسل تقاضوں کے نصر کو مدد نہ مل سکی۔ چنانچہ ابو مسلم سے شکست کھا کر نصر نے راہِ فرار اختیار کی اور راستہ میں اس کا انتقال ہو گیا۔

ابو مسلم خراسانی حضرت امام محمد بن عباسی کا غلام تھا۔ وہ اپنے وطن خراسان میں ۱۲۸ھ میں آیا۔ ابتداء میں یہ علویوں کا داعی تھا لیکن اب امام ابراہیم نے دعوتِ عباسی کا امیر بنا کر اسے خراسان میں متعین کیا۔ وہ حلول کا قائل تھا اور اس کی اشاعت کیا کرتا تھا۔ یہاں جو خارجی آباد تھے وہ محض امویوں کی مخالفت میں ابو مسلم کے معاون و رفیق بن گئے۔ خلیفہ مروان بن مروان نے جب امام ابراہیم کو قید کر لیا تو انھوں نے منصب امامت پر ابو العباس کو فائز کیا۔ نتیجہ اس تمام منظم شورش کا یہ ہوا کہ ۱۲۹ھ میں امویوں کا چراغ گل ہو گیا اور خلافت عباسیوں کو مل گئی۔

شجرۂ عباسیہ

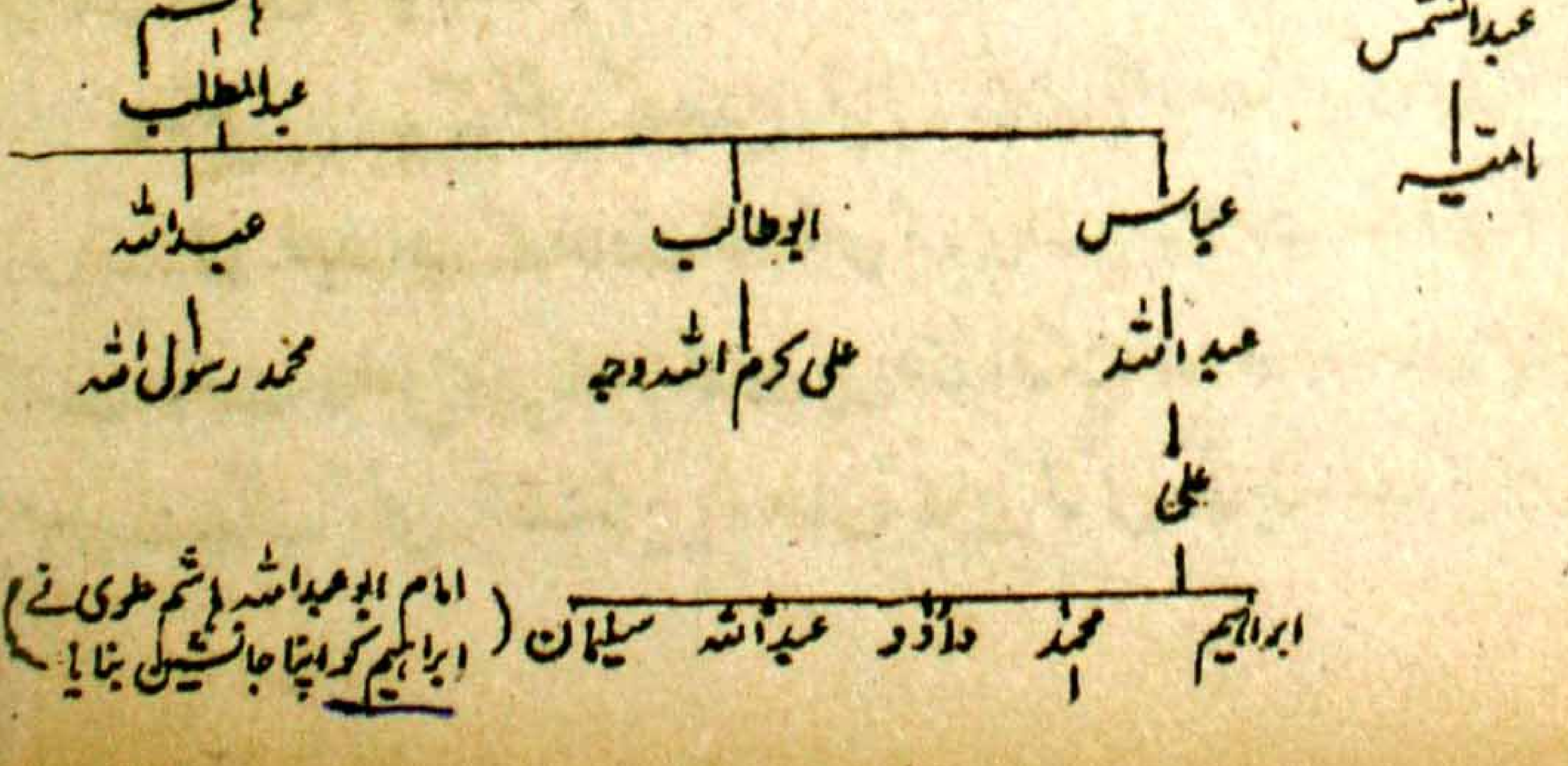

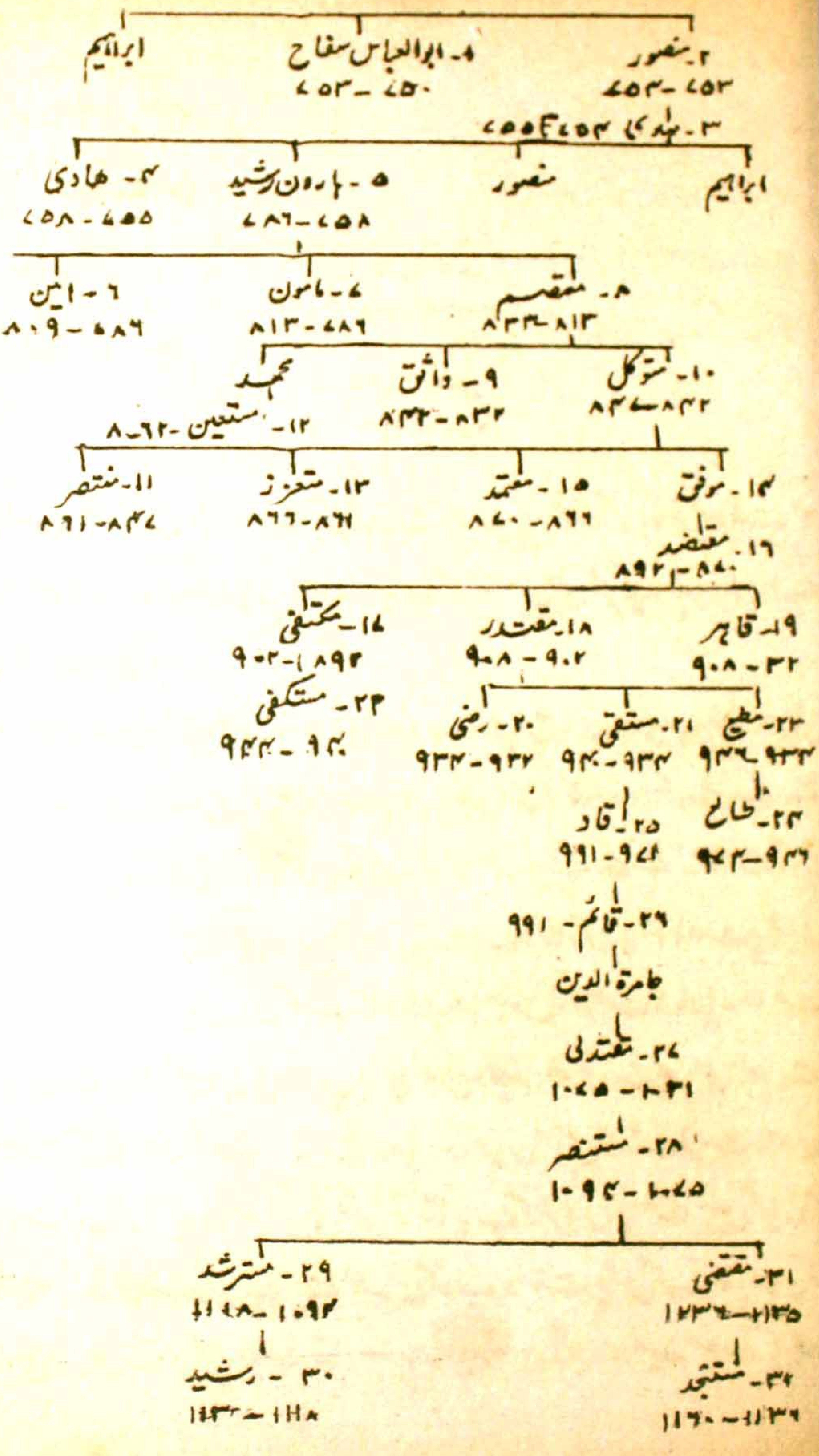
ابراہیم
۱- ابوالعباس سفاح
۷۵۳ - ۷۵۰
۲- منصور
۷۵۳ - ۷۵۳
۳- مہدی ۷۵۴ ۷۵۵
۴- ہادی
۷۵۸ - ۷۵۵
۵- ہارون رشید
۷۸۶ - ۷۵۸
منصور
ابراہیم
۶- امین
۸۰۹ - ۷۸۶
۷- مامون
۸۱۳ - ۷۸۶
۸- معتصم
۸۳۳ - ۸۱۳
محمد
۹- واثق
۸۳۳ - ۸۳۲
۱۰- متوکل
۸۴۷ - ۸۴۲
۱۲- مستعین - ۸۶۲ - ۸
۱۱- منتصر
۸۶۱ - ۸۴۷
۱۳- معتز
۸۶۶ - ۸۶۱
۱۵- معتمد
۸۷۰ - ۸۶۶
۱۴- موفق
۱۶- معتضد
۸۹۲ - ۸۷۰
۱۷- مکتفی
۹۰۲ - ۸۹۳
۱۸- مقتدر
۹۰۸ - ۹۰۲
۱۹- قاہر
۹۰۸ - ۳۲
۲۳- مستکفی
۹۴۴ - ۹۴۰
۲۰- رضی
۹۳۴ - ۹۳۲
۲۱- متقی
۹۴۰ - ۹۳۴
۲۲- مطیع
۹۴۶ - ۹۳۳
۲۵- قادر
۹۹۱ - ۹۷۴
۲۴- طائع
۹۷۴ - ۹۴۶
۲۶- قائم - ۹۹۱
ذخیرۃ الدین
۲۷- مقتدی
۱۰۷۵ - ۱۰۳۱
۲۸- مستظہر
۱۰۹۴ - ۱۰۷۵
۲۹- مسترشد
۱۱۱۸ - ۱۰۹۴
۳۰- رشید
۱۱۳۲ - ۱۱۱۸
۳۱- مقتفی
۱۱۳۶ - ۱۱۳۵
۳۲- مستنجد
۱۱۶۰ - ۱۱۳۶

Marfat.com

۳۳ - مستقی
۱۱۶۰ - ۱۱۷۰

۳۴ - ناصر
۱۱۸۰ - ۱۲۲۵

۳۵ - ظاہر
۱۲۲۵ - ۱۲۲۶

مستنصر
خلفاء عباسیہ مصر

۳۶ - مستنصر
۱۲۲۶ - ۱۲۴۲

۳۷ - مستعصم
۱۲۴۲ - ۱۲۵۸

خلافتِ عباسی

"دعوتِ آل محمد" نے مختلف پیچ وخم کھا کر بالآخر خلافت کا سہرا عباسیوں کے سر رکھدیا اور لطف یہ ہے کہ آخر میں یہی تحریک سہرا اتروانے کا بھی باعث بنی۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے پانچ برس بعد جب فضاء موافق ہوئی تو کوفہ والوں نے اپنی نامعقولیت اور دغابازی کا کفارہ ادا کرنے کے لئے جماعت "توابین" بنائی۔ مختار ثقفی نے بنی اُمیہ کا تختہ اُلٹنے کے لئے "جماعت توابین" کو "دعوتِ آل محمد" میں منتقل کردیا۔ فاطمیوں نے جب انکار کردیا تو امامت پر علویوں کو فائز کیا گیا اور پھر علویوں نے منصب امامت عباسیوں کو مرحمت فرمادیا۔ خلافت مل جانے کے بعد عباسیوں کی نظریں پھری ہوئی دیکھکر انھوں نے پھر اسی نام سے عباسیوں کے خلاف شور مچانا شروع کردیا۔ داعیان "آلِ محمد" نے قرابت رسول کا واسطہ دے کر تائید حاصل کی تھی لیکن تماشا یہ ہے کہ عربوں پر اعتماد نہیں کیا۔ امام ابوالعباس نے خلیفہ بن کر اپنے پہلے خطبہ میں کتاب وسنت پر عمل کرنے کا اعلان کیا تھا لیکن عمل اس کے بالکل خلاف تھا۔ حضرت امام نفس ذکیہ اور خلیفہ منصور کی خط

کتابت ظاہر کر رہی ہے کہ دونوں نے اپنے آپ کو خلافت کا مستحق ثابت کرتے ہوئے اپنے اپنے نسب پر فخر و مباہات کی ہے اور دوسرے کے عیوب ظاہر کئے ہیں۔ خدا و رسول کا نام بلاوجہ اپنے اپنے اغراض کے لئے استعمال کیا ہے۔ اور اسلامی روح برطرف اس میں انسانیت کا بھی کوئی شائبہ نہیں معلوم ہوتا۔ بہرحال یہی حربہ عباسیوں کے خلاف استعمال کیا جانے لگا۔ مغرب میں دولت اغلبیہ و ادریسیہ کے بعد حکومت فاطمی بنائی گئی اور مشرق کی جانب دیلم و طبرستان میں حکومت زیدی نمودار ہوگئی امام جعفر صادق کے بعد شیعوں میں اختلاف ہوگیا اور اسمٰعیلیہ وجود میں آگئے اور انھیں میں سے باطنیہ پیدا ہوئے اور خلافت عباسی کے لئے عذاب بن گئے۔

"دعوت آل محمد" خالص ایرانی تحریک ہے جو کوفہ و عراق کے دماغ سے نکلی۔ عرب اور فاطمیوں سے اسے کچھ واسطہ نہیں۔ فاطمی بیشک آلِ رسول ہیں اور چونکہ حضرت علی منجملہ اہل بیت ہیں اس لئے ان کی غیر فاطمی اولاد پر بھی آلِ رسول کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ لیکن عباسی تو کسی طرح بھی آل رسول کہے جانے کے مستحق نہیں۔ حیرت ہے کہ پھر اس تحریک کو "دعوت آل محمد" کیوں سمجھا گیا۔ تقویٰ کے بجائے نسب کو معیار شرف بنانا خود ظاہر کر رہا ہے کہ نہ صرف اسلامی تعلیم سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ آل رسول کی یہ بدترین توہین ہے۔ آل رسول اتقاء کے لحاظ سے ہمارے لئے ہدایت و نمونہ اور قرآن کی بہترین تفسیر ہے۔ فاطمیین اس ایرانی تحریک سے بے نیاز رہے۔ حضرت زید نے کتاب اللہ و سنت رسول کے احیاء کا دعویٰ کیا تھا۔ اور ابوبکر و عمر کی صداقت کی تصدیق کر کے اعتراف خدمت کیا تھا اس پر لوگوں نے کہا کہ اگر تم ابوبکر و عمر سے بیزاری کا اعلان نہیں کروگے تو ہم تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے یہ سن کر حضرت زید شہید نے فرمایا اللہ اکبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تھا کہ ایک قوم ہوگی جو اہلبیت سے محبت کرے گی لیکن ان کا ایک لقب ہوگا جس سے

Marfat.com

پہچانی جائے گی، جاؤ تم لوگ "الرافضہ" ہو۔ اسی روز سے رافضہ کا نام دنیا میں مشہور ہوا۔ بہرحال اس تحریک مابعد کا رسول سے سلسلہ ملانے میں وہ وہ ٹھوکریں کھائی ہیں کہ عقل و تہذیب ہی نہیں بلکہ انسانیت بھی منہ چھپا کر رہ جاتی ہے۔ بالفرض حضرت ابوبکر صدیق غاصب تھے تو اپنے کسی وارث کو اپنا جانشین بنانے میں انھیں کیا تکلف ہو سکتا تھا۔ اور حضرت عمر فاروق کیوں فرماتے کہ "خاندانِ خطاب میں سے ایک ہی شخص اُمّت کی ذمہ داری کا حساب دینے کے لئے کافی ہے۔" حالانکہ ان کے صاحبزادے عبداللہ قدامت اسلام اور تقویٰ کے لحاظ سے ہر طرح اہل تھے۔ شیخین کے بعد جو اختلاف رونما ہوا اس کو اموی و ہاشمی رقابت سے منسوب کرنا ایک زبردست مغالطہ ہے اور معلوم نہیں کہ اس کی وضاحت کیوں نہیں کی گئی۔ یہ صحیح ہے کہ رسول سے پہلے قریش کی ان دونوں شاخوں میں رقابت تھی۔ لیکن رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرقہ بندی ختم کرنے کے لئے سارے جہاں کو ایک خاندان قرار دیا۔ اخوت و مساوات کا سبق پڑھایا اور واضح طور پر بتادیا کہ معیارِ شرف تقویٰ ہے۔ اکثر امویوں نے ابتداء میں اس اصول کو نہیں سمجھا اور اس کی مخالفت کی لیکن فتح مکہ کے بعد رسول نے تالیفِ قلوب کر دی۔ وہ صحبتِ رسول سے مستفیض ہوئے اور مدارج بھی پائے۔ رسول کے بعد اگر خلافت کے متعلق کچھ بحث تھی تو انصار اور مہاجرین کے درمیان تھی جس کا خاتمہ بخیر و خوبی ہو گیا مگر امویوں اور ہاشمیوں میں کوئی اختلاف نہیں پیدا ہوا۔ اس وقت اگر ہاشمیوں میں سے کسی کو بھی دعویٰ ہوتا تو حضرت ابوبکر کی پوزیشن فتنۂ ارتداد کی وجہ سے اس قدر نازک تھی کہ ہاشمی بآسانی فائدہ اُٹھا سکتے تھے۔ حضرت عمر کے عہد میں اس قسم کی کوئی آواز نہیں اٹھی لیکن خلیفہ سویم کے زمانہ میں فتنہ اُٹھا اور اس کو اموی و ہاشمی اختلاف سے منسوب کیا گیا۔ اس لئے کہ خلیفہ سویم اموی تھے۔ اگرچہ اسلام قبول کرنے میں خاندان امیہ میں

سب سے پہلے سبقت کی اور حضرت عثمان غنیؓ سابقین میں سے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور حضرت امیر معاویہ کے جھگڑوں پر البتہ اموی و ہاشمی رقابت کا شبہ کیا جا سکتا ہے لیکن اس جھگڑے کے بانی یقیناً کوفہ والے تھے نہ کہ ہاشمی۔ اور کوفہ والوں نے ہاشمیوں کی حمایت جس طرح کی وہ ظاہر ہے۔ خلافت راشدہ کے آخری خلیفہ حضرت امام حسنؓ تھے۔ ان کی مدتِ خلافت جس قدر قلیل ہے اسی قدر جلیل ہے۔ لیکن تاریخ اس کو اہمیت نہیں دیتی۔ واقعہ یہ ہے کہ اسی جلیل القدر شخصیت نے اس زمانہ کی سیاست کے پردے کو چاک کیا ہے۔ اپنے والد کو بھی مشورہ دیا تھا مگر خود لغویت کا برملا اظہار کر دیا کہ "کوفہ والوں کی فتنہ جوئی مصالحت کو پسند نہیں کرتی اور ان کی کم ہمتی جنگ سے گریز کرتی ہے"۔ انھوں نے کبھی یہ ظاہر نہیں کیا کہ اس فتنہ کا باعث اموی و ہاشمی تنازعہ تھا۔ کچھ ہو مگر اولادِ رسول نے اپنے قول و فعل سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ ان لغویات سے بالا تھی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کسی موقع پر دعویٰ خلافت نہیں کیا بلکہ کوفہ والوں نے دین کے نام سے انھیں فریب دیا تھا۔ چنانچہ اس فریب سے آگاہ ہو کر جو شرائط انھوں نے پیش کئے وہ اس فتنہ کے اسباب مفروضہ کی تردید میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔ بہر حال فریب دے کر کوفہ والوں نے انھیں بلایا اور وہ قیامت ڈھائی جو ننگ آدمیت ہے اور جو انسانیت سے ممکن نہ تھی۔ اس قیامت کو تاریخ "واقعہ کربلا" سے موسوم کرتی ہے۔ حضرت زین العابدین سے متعدد مرتبہ مختار ثقفی نے درخواست کی مگر وہ اس کے پھندے میں نہیں پھنسے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد اہل بیت نے سیاسی فتنوں سے اپنے آپ کو جدا کر لیا تھا اور صبر و شکر کے ساتھ گوشہ نشین ہو کر عبادت میں مصروف ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ مدینہ میں جب حرّہ کا واقعہ پیش آیا تو امام زین العابدین سے منقول ہے کہ ابوطالب کے خاندان اور عبدالمطلب کے گھرانے کا کوئی شخص اس

اس میں شریک ہونے کے لئے اپنے گھروں سے نہیں نکلا۔ اس کے بعد تاریخ بتارہی ہے کہ مختار ثقفی نے کس فریب سے اپنی اس تحریک میں محمد بن حنفیہ کا نام شامل کیا کیونکہ فسب ہی کے نام پر ایران والے اکسائے جا سکتے تھے۔

اس فتنۂ اختلاف کو خطائے اجتہادی پر محمول کرنا عقل کو گالی دینے کے برابر ہے اور اعتراف شکست کی بدترین صورت ہے۔ ان خطاہائے اجتہادی کو رسول کی پیشین گوئیوں سے منسوب کرنا ایک الگ بہتان عظیم ہے۔ بیشک پیشین گوئیاں کوشش و تدبیرے مانع نہیں آسکتیں یصحابہ کو عمل سے بے نیاز سمجھنا خام خیالی اور اوھام پرستی کا بیّن ثبوت ہے۔ اس اختلاف کی حقیقت جس کو اموی و ہاشمی سے موسوم کیا گیا ہے سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوسکتی کہ تعلیم اسلام پر جہالت عرب نے نرغہ کیا تھا۔ جہالت عرب جاہلیت کے زمانہ کو نہیں بلکہ علیت کے عہد کی تعلیم اسلام کے مقابل آگئی تھی اور حق کو باطل سے ملانے کا رجحان پیدا ہوگیا تھا۔ عہد فاروقی میں جب ایران سے مال غنیمت مدینہ آیا تو اس کے کوہ وقار انبار کو دیکھ کر عرب باغ باغ تھے مگر حضرت عمر فاروق رضؓ گریہ فرمارہے تھے وجہ یہ بتائی کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں حُب دولت مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم سے بیگانہ کردے اور اختلاف کا سبب نہ بن جائے۔ چنانچہ فتوحات فاروقی نے جب اقتدار اور دولت کو عرب کے قدموں پر ڈال دیا تو عرب جامہ سے باہر ہوگیا اور جہالت عود کر آئی۔ ایمان میں ضعف آگیا۔ اور اس میں ہاشمی اور اموی کی کوئی قید نہیں تھی۔ مذہب کو اس کی لونڈی سیاست کا جامہ پہنا دیا گیا۔ اس حقیقت کو سمجھنے اور اقبال کرنے کے بجائے ستم یہ کیا کہ نفوس قدسیہ کو بھی متہم کردیا گیا۔ اور نظریہ بدل جانے پہ ذلت دعوت کا معیار بھی بدل گیا۔ حضرت طلحہ، حضرت زبیر۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ کے متعلق جو باتیں گڑھی ہیں وہ ایک معمولی حیثیت کے آدمی پر بھی موزوں نہیں آسکتیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری جو

جو جلیل القدر صحابی تھے اور گورنر کو قدرہ چکے تھے ان کو حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کی پنچایت کے موقع پر آدمیت سے بھی گرا ہوا رکھا گیا ہے۔ گویا عقل و شعور سے انھیں کچھ واسطہ ہی نہیں تھا اور یہ کہ سادگی و تقدس کے معنی از قسم حماقت سمجھے گئے۔ بہر حال اس قسم کے اغلاط سے تاریخ بھری ہوئی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ اسلامی تاریخ عہد عباسیہ میں لکھی گئی تھی اسی لئے لکھنے والوں کے دماغ پر عباسیت چھائی ہوئی ہے اور یہ تاریخ بجائے اسلامی تاریخ ہونے کے عہد عباسیہ کے مذاق اور ذہنیت کا نقشہ ہے۔ ابتدائے اسلام کی تاریخ کو عرب کے حافظہ۔ دفتروں کی کارروائیوں اور بعض قلمی یادداشتوں سے عہد عباسی میں جمع کیا گیا ہے۔ اور اس میں اس عہد کے نظریات و رجحانات کو کافی حد تک دخل ہے۔ علامہ ابن خلدون نے اپنے معرکتہ الآرا تاریخ میں جن معیاروں کا تذکرہ کیا ہے اگر وہ خود ان سب کا لحاظ رکھتے تو آج ان کی تاریخ کچھ اور ہوتی آج بھی اگر اسلامی تاریخ کو درایت کے معیار پر جانچا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ اس میں سقم ہے۔ حقیقت مشکوک ہے۔ خلا موجود ہے تضاد پایا جاتا ہے۔ اور سب سے زیادہ یہ نقص ہے کہ شخصیتوں کے حالات و اقوال ان کے اصل کیریکٹر سے نہیں ملتے۔ تصویر شخصیت سے منطبق نہیں ہوتی اور تاثیر رسول۔ خودداری صحابہ اور فراست مومن محجوب ہو کر رہ جاتی ہے۔ جملہ تاریخہائے اسلام ابتدائی اختلافات کی تشریح میں معنوں کو چھوڑ کر لفظوں کی تصویر کھینچتی ہیں اسی لئے تصویر بھونڈی ہو گئی ہے اور عہد عباسیہ میں کچھ اسی قسم کا مذاق تھا اب ہماری غلطی یہ ہے کہ مورخین پر اعتبار کر کے نہ تنقید کرتے ہیں اور نہ اصلیت پر غور کرتے ہیں حضرات شیخین کے حالات اس قدر شاندار ہیں کہ ان کی جامعیت۔ وسیع النظری اور تعلیم اسلام کی تصویر ہو بہو آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ دل پہ اثر کرتی ہے اور اعتراض خود بخود شرما کر رہ جاتا ہے۔ لیکن آخری خلفائے راشدین کے عہد کا نقشہ ان خلفاء کی

شان کے موافق نہیں کھینچا گیا۔ ظاہر ہے کہ ان حضرات کے زمانہ میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور اس پر طرح طرح سے شاعری کی گئی ہے۔ اور بھول کر بھی اس حدیث کو پیش نظر نہ رکھا گیا کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم داعی بنا کر بھیجے گئے تھے نہ کہ ٹیکس وصول کرنے والے معیار بدل جانے پر طبع آزمائیوں نے عظمت و وقار کو کھو دیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے گر کر پوری فضا، زمین کے طبقۂ اسفل میں پہنچ گئی۔

حضرت عثمان غنیؓ کا آخری عہد مسموم ہے۔ اسی کی وجہ سے معزولی کا سوال پیدا کیا گیا۔ مسجد میں جملہ الزامات کی برملا انھوں نے تردید کردی۔ دوست دشمن سب نے بلا چون وچرا اس وضاحت کو تسلیم کر لیا لیکن پھر بھی معزولی کا سوال ان کی جان لے کر رہا۔ خلیفہ کا بہترین وصف اس کا اتقاء ہے نہ کہ قرابت اور قومیت۔ اس اتقاء کو عقل و منطق سے نہیں پرکھا جا سکتا بلکہ فراست مومن اور مہذب شدہ عقل ہی اس کی تہ کو پہنچ سکتی ہے۔ معلوم نہیں حضرت عثمانؓ کے معترضین میں کس قدر لوگ شرف تقویٰ کو سمجھنے والے تھے اور کتنے خود متقی تھے۔ اعتراضات دو تھے کہ انھوں نے اپنے رشتہ داروں کو عہدے دیدئے اور بیت المال کو لٹا دیا۔ اگر حضرت عثمان میں کوئی خصوصیت ہے تو اس کے لحاظ سے یہ دونوں اعتراض ان کی شان سے بہت گرے ہوئے ہیں اور اپنی لغویت کا خود ثبوت ہیں لیکن قیامت ہے کہ بعد میں معترضین و مورخین خود بھی قرابت سے استدلال کرنے کو فخر سمجھنے لگے۔ خلیفہ سویم کی شہادت کی تفصیل اور توجیہہ میں موجودہ اسلامی تاریخ یقینی تشنہ ہے۔ حیرت ہے کہ اتنا سنگین واقعہ پیش ہو اور سب کے سب غافل رہیں۔ تعجب ہے کہ مٹھی بھر متنفس مدینہ کے متقیوں پر چھا جائیں اور مدینہ کی غیرت کو جنبش نہ ہو۔ یہ عذر کہ سب حج کو چلے گئے تھے قابل پذیرائی نہیں معلوم ہوتا۔ شہادت عثمانؓ کے بعد یہ بحث چھڑ گئی کہ انڈا پہلے تھا یا مرغی۔ پہلے خلیفہ کا انتخاب کیا جائے یا قاتلین عثمان سے بدلہ لیا جائے۔ اور اس بحث کے سلسلہ میں ایسے داؤں پیچ کئے گئے جن کی تہذیب روادار نہیں ہو سکتی۔ یہ بحث کچھ بھی ہو مگر اموی اور ہاشمی اختلاف سے علٰحدہ متصور ہوتا ہے یا پھر یہ سمجھ لیا جائے جیسا کہ سمجھا گیا کہ اس بحث کے پردے

میں یہ اختلاف جھلک مار رہا تھا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ قول وفعل میں فرق پیدا ہوگیا تھا۔ غرض اس اختلاف سے مسلمان چار ٹکڑوں میں بٹ گئے۔ شام و بصرہ والے شیعان عثمان بنے۔ اہلِ کوفہ شیعان علی ہوئے جو جہاد سے واپس آئے تھے وہ بے خبر اور ناواقف تھے اور مرجیئہ کہلائے اور جنھوں نے عثمان وعلی دونوں کی تائید کی وہ اہلِ سُنّت مشہور ہوئے مگر ان سب میں کوئی اللہ کا بندہ فتنہ کا منہ بند نہ کرسکا۔ کچھ شریک فتنہ ہوگئے۔ کچھ گوشہ نشین ہوگئے اور جنھوں نے دخل دیا وہ بدنام وملزم بنائے گئے۔ اس قضیہ کا فیصلہ پنچوں کے سپرد ہوا جو "تحکیم" کے نام سے درج تاریخ ہے لیکن اس کی تفصیل واحد وشاہد ہے۔ تحکیم کے بعد ایک جماعت حضرت علی سے جدا ہوگئی۔ یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس میں کتنے ہاشمی تھے کتنے اموی تھے اور کتنے کوفی تھے۔ معلوم نہیں اس کے متعلق تاریخ خاموش کیوں ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت علی کی جماعت میں ہاشمی اور کوفی ہی تھے اور انھیں میں سے یہ لوگ جدا ہوئے۔ لیکن اس جدائی کی وجہ بہرحال نہ ہاشمیت ہے اور نہ امویت۔ یہ جدا ہونے والے لوگ خارجی کہلائے۔ ان اعتزال کرنے والوں نے دونوں کو واجب القتل گردانا حضرت معاویہ کو اس لئے کہ خلیفہ برحق حضرت علی کو تسلیم نہیں کیا حضرت علی کو اس لئے کہ واجب القتل معاویہ سے فیصلہ پر راضی ہوگئے اور پھر دونوں کو اس لئے کہ قرآن کو چھوڑ کر انسان کو حکم بنایا۔ اس کے بعد تاریخ دوسرا رُخ بھی ظاہر کرتی ہے۔ دوسری طرف یزید کے بیٹے معاویہ ثانی کا خلافت سے دستبردار ہونا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا طرز عمل اور پھر خلیفہ بن کر امام ابوالعباس سفاح وغیرہ کی امویوں اور آل محمد پر سختیاں۔ غرض یہ سفاکیاں اعلان کر رہی ہیں کہ یہ اختلافات نہ اموی وہاشمی تھے اور نہ دعوت آل محمد کے سلسلہ میں تھے بلکہ محض نفسانیت کی وجہ سے تھے اس لئے کہ اسلام اور جہالت کی جنگ غلط العام ہونے کی وجہ سے فصیح بن گئی تھی۔ اور یہ فصاحت پکار پکار کر اپنی مہملیت کا اعلان کر رہی ہے۔

بہرحال خلافت راشدہ باوجود تاریخ کے نقائص کے ہر نوعیت سے لاثانی ہے اور موازنہ ومقابلہ سے اعلیٰ وبالا ہے۔ لیکن اگر خلافت امیہ اور عباسیہ میں موازنہ کیا جائے

Marfat.com

تو امیہ کی فضیلت میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔ امیہ کی برتری کا باعث ان کی عربیت سمجھی جاتی ہے۔ فتوحات اور مال غنیمت کی زیادتی کے باوجود انھوں نے اپنے ریگستانی تمدن کو قائم رکھا۔ دولت کی فراوانی کا اثر ان کی ذات پر کچھ ہی ہوا مگر اجتماعیت میں کبھی فرق نہ آیا۔ ان کے عہد میں ہزاروں بغاوتیں ہوئیں مگر ان کی مرکزیت ہر حال میں بحال رہی۔ عہد عباسیہ میں ہر شئے کی قدر و قیمت بدل گئی اور ایک قسم کی نئی مخلوط تہذیب نظر آنے لگی۔ یونانی اثرات نے ذہنی تخیلات کو فلسفہ کے نئے سانچوں میں ڈھال دیا۔ ایرانی آب و ہوا شیعت کو راس آئی اور عربوں کے لئے مضر ثابت ہوئی اور وہ اہل سنت ہی رہے۔ عہد عباسیہ کی لکھی تاریخ عباسیوں کی تعریف میں رطب اللسان ہے لیکن ان کے پاس اس خدمت کا جواب نہیں جو امیہ نے تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں کی۔ عباسیوں میں ہارون و مامون ان کے آفتاب و مہتاب ہیں لیکن امیہ کے معاویہ اور ولید کو نہیں پہنچ سکے۔ عمر ثانی اور ہشام کا جواب عباسیوں کے پاس نہیں۔ دغا و فریب کے معاملہ میں عباسیوں کا نمبر بڑھا ہوا ہے۔ حصول تخت کے لئے اگر امیہ کے بعض بادشاہوں نے انسانیت سوز حرکات کیں تو عباسیہ اس میں بھی ان سے بڑھ گئے۔ عباسیوں کے یہاں مرکزیت کا پتہ نہیں چلتا۔ اور یہی نقص ان کی تباہی کا باعث ہوا۔

ظاہر ہے کہ عباسی عربوں کے لئے مضر تھے مگر ایرانیوں کے لئے بھی کچھ مفید ثابت نہیں ہوئے۔ واضح ہے کہ امویوں کی فضیلت کا سبب ان کی عربیت ہے لیکن یہ مدینۃ اسٹیٹ کے تمدن سے کچھ جدا شئے ہے اور ان کی عربیت مدینہ اسٹیٹ کے تمدن کی بگڑی ہوئی نقل معلوم ہوتی ہے۔ تہذیب امیہ جو اپنے عروج کے زمانہ میں آٹھویں صدی کے اندر دمشق میں پائی جاتی تھی وہ کم و بیش آج بھی وہاں دکھائی دیتی ہے۔ اگر امیہ آلی اسلامی تہذیب کے حامل ہوتے تو کل خاندان میں صرف حضرت

عمر بن عبدالعزیز چمکتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ اسلامی تہذیب مدینہ کی دینی اسٹیٹ کی ایجاد ہے جو ساری دنیا کے سامنے نمونہ و مثال کے طور پر پیش کی گئی تھی۔

مکی زندگی بتاتی ہے کہ جب حکومت ہاتھ میں نہ ہو تو زندگی کس طرح بسر کرنا چاہیئے اور مدنی زندگی ہدایت کرتی ہے کہ صاحب حکومت بن کر کیا طرز اختیار کرنا چاہیئے۔ مدینہ کی دینی اسٹیٹ ان دونوں زندگیوں کی حامل ہے۔ اس میں رعایا اور دیگر مذاہب و اقوام کے ساتھ مکمل مساوات اور رواداری کی تاکید کی گئی ہے۔ جزیہ دے کر ذمیوں کو اسی طرح کی آزادی دی گئی جس طرح کی خود مسلمانوں کو حاصل تھی۔ منافقوں اور مجرموں کے ساتھ جس شرافت سے برتاؤ کیا گیا اس کی نظیر نہیں ملتی اور مخالفوں سے جو معاہدہ کئے ان کو اس خوبی سے نباہا کہ بڑے سے بڑے نکتہ چین کو شکایت کا موقع نہیں ملتا۔ خلافت راشدہ اسی مدینہ اسٹیٹ کی تفسیر تھی جس نے ترقی و انحطاط دونوں میں اس ریاست کے طرز و طریقہ پر عمل کر کے دکھا دیا۔ تعلیم قرآن اپنی جگہ موجود ہے۔ اس کا اعلان کیا گیا۔ اسے سمجھایا گیا اور پھر عمل کر کے دکھا دیا گیا۔ چند ماہ نہیں بلکہ برسوں۔ خوشحالی میں نہیں بلکہ ابتری میں بھی۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی اعتراض کرے تو آفرین ہے ایسی عقل و تظر پر۔ خلافت راشدہ میں یقینی نقص پیدا ہو جاتا اگر وہ راحت و مصیبت۔ عروج و انحطاط دونوں میں ہدایت و رہنمائی نہیں کرتی۔ یہ خیال کہ شیخین کے بعد تعمیل ناقص ہو گئی یا آخری خلفاء راشدین کمزور تھے محض اختراع اور مغالطہ ہے۔ مخالفین برطرف اپنوں نے بھی خطائے اجتہادی کا عذر تراش لیا اور یہ نہ سمجھے کہ عذر بذات خود گناہ کا اعتراف ہے اور بدتر از گناہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پہلے دو خلفاء نے جس طرح تعمیر و ترقی میں مدینہ اسٹیٹ کے اصولوں پر عمل کیا اسی طرح آخری خلفاء نے تنزل و انحطاط کی حالت میں مدینہ اسٹیٹ کے اصولوں کی پیروی کی۔

Marfat.com

حضرت صدیق اکبر ابھی سنبھلنے بھی نہیں پائے تھے کہ دو فتنے اٹھ کھڑے ہوئے کہ زکوٰۃ معاف کی جائے اور حضرت اسامہ کی فوج کو واپس بلایا جائے۔ اس فوج کے متعلق قلوب میں اعتراض تھا کہ شرفا پر غلام کو افسر مقرر کیا گیا ہے۔ اہل شوریٰ نے مشورہ دیا کہ فوج واپس بلالی جائے اور معافیٔ زکوٰۃ کے مطالبہ کو بہ لطائف الحیل ٹال دیا جائے۔ حضرت عمر کی بھی یہی رائے تھی مگر جانشین رسول نے اپنی بے بسی کو سمجھنے کے باوجود فیصلہ کیا کہ دونوں مطالبے منظور نہیں کئے جا سکتے۔ صدیق اکبر کی اس منطق کا نام تھا تعمیل حق اور اتباعِ رسول۔ اپنے اس اصول کی وجہ سے ظاہری اسباب کو نظر انداز کر دیا اور بفضلہ کامیابی حاصل ہوئی۔

حضرت عمر کی فتوحات کا مقصد سوائے اشاعتِ دین کے اور کچھ نہ تھا اور دنیا قدموں کے نیچے آگئی۔ ان کے بعد زبان، قلب سے جدا ہو گئی۔ منافقت کا زور ہوا اور باوجود اتباع رسول کے ذاتیات نے اجتماعیت کو مار بھگایا۔ مرکز سے دُور ہو جانے کا نام انحطاط ہے۔ ایسی حالت میں آخری خلفاء تعمیل حق اور اتباع رسول میں یقیناً صدیق اکبر اور عمر فاروق سے پیچھے نہیں رہے مگر ان کے اقوال و افعال کو غلط رنگ میں رنگ کر دکھایا گیا ہے۔ ظاہری نظر حضرت عثمان غنی کی لاکھ کمزوری بتائے مگر انھوں نے جان دیدی اور اف نہ کی۔ انھوں نے جنگ سے پرہیز کیا اور باوجود اختیار رکھنے کے طاقت استعمال نہیں کی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ فتنہ کوشہ دین۔ اپنے دور کی حالت کو معترض کے سوال پر اپنے مختصر جواب سے حضرت علی شیر خدا نے خود واضح کیا ہے۔ فرمایا "جن کی تم تعریف کرتے ہو ان کے مشیر ہم تھے اور ہمارے صلح کار تم ہو"۔ جنگ صفین وجمل بھی اسی جواب کی تشریح کر رہی ہے کہ مسلمان باغیوں کے ساتھ حکومت کو کیا کرنا چاہیئے۔ دورانِ جنگ میں شکست کا اندازہ کر کے نیزوں پر قرآن اُٹھائے گئے۔ فیصلہ کے اس طرز کی رسول ممانعت فرما چکے تھے۔ حضرت علی نے لاکھ سمجھایا کہ محض فریب ہے مگر ان کی فوج نے ایک نہ سُنی اور ذلت اُٹھائی۔ حضرت علی کے مخالف دو تھے۔ امیر معاویہ سلطنت چاہتے تھے اور خوارج

Marfat.com

مذہب کے درپے تھے۔ انھوں نے پہلے دشمنانِ دین خارجیوں پر ہاتھ صاف کیا اور دنیا کے متعلق امیر معاویہ سے نصف پر فیصلہ کرلیا۔ حضرت عثمان نے جنگ سے پہلوتہی کی۔ حضرت علی نے دل کھول کر جنگ کی مگر فتنۂ منافقت نہ رکنا تھا نہ رکا۔ نافرمانیاں اور دغا بازیاں جب اس درجہ پر پہنچ جائیں تو کمانڈر کا قصور کہاں ہے۔ اس کے علاوہ ان صاحبان کے متعلق رائے قائم کرنے سے پہلے ان کے نقطۂ نظر کو سمجھ لینا ضروری ہے۔ سوال یہ ہے کہ خلفاء راشدین کا مطمحِ نظر دین تھا یا حکومت؟ حکومت وسیاست کو وہ دین کی لونڈی سمجھتے تھے اور دین کو انھوں نے ہمیشہ ترجیح دی۔ اب اگر جمہوریت یا لادینی ان کے متعلق رائے قائم کرے تو وہ صحیح نہیں ہوسکتی۔ جمہوریت اور لادینی جلبِ منفعت کے لئے جائز و ناجائز کے درمیان امتیاز نہیں کرنا چاہتی۔ جدھر زیادہ ہاتھ اٹھ جائیں وہی جائز ہے اور نیک ہے۔ حقیقت اس نتیجہ پر پہنچاتی ہے کہ ان صاحبان نے جو کچھ کیا وہ دینی اسٹیٹ کے اصولوں کے لحاظ سے موزوں و مناسب کیا اور ان کا یہ طرز اس حقیقت بیّن کا زندہ ثبوت ہے کہ اُنھوں نے اشاعتِ اسلام میں حکومت و شمشیر اور ذاتیات کو دخیل نہیں ہونے دیا۔

بہرحال عہدِ رسول والا عمل، خلوص اور اتقا، جب باقی نہ رہے اور تحریر و تقریر ذاتی منفعت کے لئے ہوں تو خودی کو باطل سے کنارہ کرلینا ہی عین مصلحت ہے۔ خلافتِ عباسیہ میں ہمارے مقتدر رہنماؤں نے جو طرہ اختیار کیا وہ بصیرت افروز ہے۔ علماء سوء نے وہ وہ حیلے تراشے کہ اللہ بچائے۔ علماء حق نے استقامتِ دین کے لئے ایسی ایسی سزائیں بھگتیں کہ توبہ ہی بھلی اور صوفیان صافی درون نے تحفظِ دین کے لئے گوشہ نشینی اختیار کرلی مگر سزاؤں سے پھر بھی نہ بچ سکے۔ بہرحال اُنھوں نے خانقاہوں میں بیٹھکر اپنی بظاہر بے عملی سے وہ وہ عملی نتائج دکھائے کہ دنیا ابھی تک کلمہ پڑھ رہی ہے۔ صوفیاء کے گروہ میں ہاروت و ماروت نما متصوفین اگر نظر آجائیں تو آنکھیں بند کرکے انھیں علماء سوء کے زمرہ میں شمار کرلینا چاہیئے۔ جبر و استبداد

کے عہد میں فریاد وفغان جلسہ وجلوس یا شور وبغاوت سے کام نہیں چلا کرتا۔ اس قسم کی تضیع اوقات کو ترک کرکے یکسو ہو جانا اور بغیر غیر کا سہارا لئے ہوئے اپنی تعمیر کی طرف متوجہ ہو جانا تیر بہدف علاج ہے۔ باطل کا مقابلہ اپنے مرکز کو مضبوط بنا کر بے نیازی سے کیا جائے تو فتح مبین حاصل ہوتی ہے۔ صوفیوں کا یہی طرز عمل تھا اس کو غلط طور پر بے عملی سمجھنا نگاہ کی غلطی ہے۔ قیل وقال پر اسی طرح قلب غالب آیا کرتا ہے اور باطل باوجود اپنی بڑھی ہوئی قوت کے سرنگوں ہو جاتا ہے۔

عباسیوں نے جب عربوں کو برطرف کر دیا تو وہ اپنی فطری جہالت سے شور وشغب مچانے کے لئے زنگیاں اور قرامطہ کے ساتھ ہو گئے۔ بہیہ آفرید نے زردشتی تعلیم کو چمکایا ابو مسلم نے اپنا نام اچھالا۔ شارک نے گل کھلایا۔ سفید جامگان نے شگوفہ چھوڑا۔ راوندیوں نے سر اٹھایا۔ علویوں نے شور مچایا۔ خارجیوں نے تماشا دکھایا۔ الموئیدہ نے رنگ جمایا یعقوب بن لیث نے ناچ نچایا۔ ترکوں نے باغیوں کو شہ دی اور ماوراءالنہر میں اسلامی حکومت کشمکش میں مبتلا ہو گئی۔ عباسی امویوں ہی کی طرح طالب دنیا تھے مگر دونوں کی سیاست میں فرق تھا۔ امویوں کے عرب پرستی اور عباسیوں کی ایران پرستی کے ایک ہی معنی تھے۔ عباسیوں نے معتزلہ کو اپنی ڈھال بنایا۔ وزارت کا عہدہ ایجاد کرکے ذی اثر برمکیوں کے ذریعہ مقبولیت حاصل کی۔ پھر ان سب سے منہ پھیر لیا۔ جملہ صوبوں اور خصوصاً خراسان میں شرفاء ایران کو گورنری پر مامور کیا۔ لیکن یہ گورنر حکومت کے لئے مفید ہونے کے بجائے اپنی ناموری کو زیادہ عزیز سمجھتے تھے اور ان کی ذاتیات کی ہی وجہ سے بغاوتیں پھیلیں۔ طاہر مشرق کا وائسرائے بن کر خود مختار ہو گیا پھر تو ہر صوبہ نے آزادی اختیار کر لی اور نئی نئی حکومتیں بن گئیں۔ پہلے ترکی گارڈ۔ پھر بوئیہ اور آخر میں سلجوقی خلافت پر قابض ہوئے اور خلیفہ شاہ شطرنج بن کر رہ گیا۔

۴۲۵ھ میں چین نے رباب فتح کر لیا تھا۔ مغربی ترکوں نے اپنے زوال کے

بعد ماوراء النہر میں چین والوں کو راستہ دکھانا شروع کیا اور انعامات و خطابات حاصل کئے۔ ترکستان میں تبت والے مسلمانوں کی مزاحمت اس لئے نہ کر سکے کہ وہ چین سے مصروف جنگ تھے اور جب چین کو زک دیدی اور صوبہ کانسوان کے قبضہ میں آگیا تو اپنی کامیابیوں پر نازاں ہو کر انھوں نے مسلمانوں سے بھی معاہدہ دوستی توڑ دیا۔[11]

۷۵۰ء میں السفاح نے عنان خلافت اپنے ہاتھ میں لی۔ امیہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اموی خلفاء کی قبریں کھود ڈالیں اور خون کے دریا بہا دئے۔ ۷۵۱ء میں "کو شین چیمہ" سپہ سالار چین کو مسلمانوں نے زبردست شکست دی اور صغدیانہ و ماوراء النہر میں عزت حاصل کرلی۔ ۷۵۲ء میں والیٔ ختل چین بھاگ گیا۔ صغد کا دہقان مارا گیا۔ حاکم اشروسانا کو چین سے مدد نہیں مل سکی۔ خلیفہ منصور نے اپنا سفیر کاشغر بھیجکر فرغانہ سے خراج پر معاہدہ کیا۔ جواب میں فرغانہ کا سفیر باتیجوریا بانیجور بغداد آیا اور اسلام قبول نہ کرنے پر قید کردیا گیا۔ خلیفہ مہدی نے اسے رہا کیا۔ یوسف البرم کی بغاوت کے زمانہ میں فرغانہ کو دوبارہ سفارت کاسان بھیجی گئی ——

اس کے بعد مہدی نے اکشید صغد۔ افشین اشروسانا۔ شاہ فرغانہ۔ جبغوی قارلوق خاقان اغوز تغوز۔ ترخان وائی شش۔ شاہ تبت اور شہنشاہ چین سے معاہدہ کرلئے (یعقوبی)[19]

ابو مسلم خراسانی نے امام ابراہیم کی وفات اور سفاح کی بیعت خلافت کو کوفہ والوں سے چھپا کر کوشش کی تھی کہ علویوں میں سے کسی کو خلافت کے لئے آمادہ کرلے۔ مگر سفاح بیعت لینے کے لئے خود کوفہ پہنچ گیا اور ابو مسلم کو اپنے منصوبوں میں ناکامی ہوئی خلیفہ سفاح نے ابو مسلم کو اس کے عہدے پر بحال رکھا لیکن جب منصور خلیفہ ہوا تو اس نے دوستانہ طریقے سے اپنے یہاں بلا کر اسی غداری پر ۷۵۵ء میں قتل کروادیا۔ ابو مسلم کے رفیقوں نے سفید جامگان کے نام سے شورش و بغاوت کی۔ ماوراء النہر کے ترک اگرچہ کمزور ہو چکے تھے مگر رفیع بن لیث کی بغاوت میں شریک ہو کر زد پڑ گئے

اور جملہ ریاستہائے ماوراالنہر۔ صغد اور خوارزمیہ کو خلافت سے برگشتہ کر دیا۔ بغاوت شارک کے بعد ۷۵۸ء میں شیعوں نے بخارا میں شورش پھیلائی [16] المقنعہ کی بغاوت میں امیر بخارا و صغد بھی شریک ہوئے یہ بغاوت ۷۷۶ء سے پہلے ہوئی تھی اور اس کا مرکز نرشخ میں تھا [15]۔ بغاوتوں سے فضا صحیح ہو جانے کے بعد فضل بن یحییٰ برمکی نے ۷۹۴ء میں ماوراالنہر پر قابو حاصل کیا۔ وہاں مسجد بنوائی اور ڈاک خانے جاری کئے۔ مامون نے اپنے قیام خراسان کے زمانہ میں صغد۔ اشروسانا اور فرغانہ میں اپنی فوجیں بھیجیں اور پھر سفیر مقرر کئے (بلاذری) مگر ابن اثیر نے ۸۱۰ء میں مامون کی فوج کے صرف قلان میں جانے کا تذکرہ کیا ہے۔ قلان اب اولیاء اتا کے ضلع میں ترقی کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں شفیق بن ابراہیم بلخی شہید ہوئے تھے۔ [16] امین کے اختلاف سے پہلے ۸۱۱ء میں فضل بن سہیل وزیر نے مامون کو مشورہ دیا تھا کہ جبغو اور خاقان سے معاہدہ کر لیا جائے کہ ان کے مخالفین کے مقابلہ میں ان کی مدد کی جائے گی۔ شاہ کابل کو تحفہ بھیج کر مراسم رکھے جائیں اور شاہ اترار کو ایک سال کا واجب الادا خراج معاف کر کے خوش کر دیا جائے تو بیرونی خطرات سے سلطنت محفوظ ہو جائے گی (طبری [16])۔ حکومت کے اندرونی انتظامات کو ابوالعباس فضل بن سلیمان الطوسی (۷۸۳-۷۸۷) اور فضل بن یحییٰ برمکی ۷۹۴-۹۵ نے درست کیا۔ بقیہ گورنر اپنی ذاتیات اور نمائش میں مبتلا رہے (طبری) اور ان کی روک تھام مرکز کے بس کی بات نہیں تھی (گردیزی [16])

برامکہ ۸۰۲ء میں معزول کئے گئے۔ ہارون نے اپنی حیات میں سلطنت کو اپنے تینوں لڑکوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ مامون کو مشرقی علاقہ۔ امین کو عراق اور قاسم

نوٹ :- مجھے شرمندگی کے ساتھ اعتراف ہے کہ حضرت ابراہیم ادھم بلخی کی ریاست و حکومت کا پتہ معلوم نہیں کر سکا۔ بلخ کا سردار سامان خداۃ تھا جس کی حکومت ۷۸۲ء میں تھی۔ ممکن ہے کہ حضرت ابراہیم اسی خاندان سے ہوں۔ واللہ اعلم

کو مغربی حصّہ دیا تھا۔ ہارون کے بعد اس تقسیم کی وجہ سے فتنوں کا دروازہ کھل گیا۔ امین چاہتا تھا کہ مامون کو معزول کرکے اپنے لڑکے کو ولیعہد مقرر کرے لہٰذا ۸۰۹ء میں امین و مامون میں اختلاف ہوا۔ ترکوں نے جب ساتھ چھوڑ دیا تو رافع بن لیث نے مامون سے معافی مانگ لی جس کے بعد ماوراالنہر میں خلافت کا تسلط ہوا۔ فتح اور خلافت حاصل کرنے کے بعد مامون نے طاہر کو صلہ خدمت میں حاکم مشرق بنا دیا۔ اسی زمانہ میں معتزلہ کی قدر افزائی کی گئی۔ مامون معتصم اور واثق معتزلی عقیدہ رکھتے تھے۔ متوکل نے اس فرقہ کو ختم کیا۔ طاہر نے حکومت مشرق حاصل کرکے خود مختاری اختیار کی اور پھر اس کی دیکھا دیکھی ریاستوں کے آزاد ہونے کا سلسلہ شروع ہو گیا اور سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا۔ جس کی مختصر تشریح سے اس خلافت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے لیکن باوجود اس کے مشرق میں اسلام کی ضیاپاشی نمایاں ہے۔

مملوکِ مصر ہارون رشید نے سب سے پہلے مغربی فوج کا افسر ایک ترکی کو بنایا تھا۔ اس کے بعد ترک مصر میں صاحب سلطنت بن گئے اور مملوک کہلائے۔ سپہ سالار افشین نے ۸۳۷ء میں مملوک کو زیر کر لیا تھا اور پھر بیس برس تک وہ خلیفہ عباسی کو پریشان کرتا رہا ۱۱ ۔ اس کا نام حیدر بن کاؤس تھا۔ یہ اشروسانا کا شہزادہ تھا جس نے معتصم کے یہاں پرورش پائی تھی اور بظاہر مسلمان ہو گیا تھا۔ جب معتصم سے اختلاف ہوا تو اسے قتل کیا گیا۔ ۲۷

جاٹ آٹھویں صدی کی ابتدا میں ولید اول نے انڈس سے جاٹوں کو بلا کر وادیٔ دجلہ میں آباد کیا تھا۔ انھوں نے خودسری اختیار کرکے غدر مچا دیا تو ۸۳۴ء میں ترکی و شام کی سرحد پر خانقین میں ان کو بھیج دیا گیا۔ ۱۱

اسمٰعیلیہ ابتدا میں سیاسی اقتدار کی تعبیر خلافت و امامت سے کی جاتی تھی۔ اس کے متعلق دو گروہ تھے۔ ایک کہتا تھا کہ سیاسی امامت خود امت کے اختیار کی چیز ہے جس کا چاہے انتخاب کر لیا جائے۔ قرآن میں کسی شخص یا خاندان

Marfat.com

کی تشخیص نہیں ہے۔ البتہ اس شخص میں امامت کے اوصاف ہونا چاہئیں، یہ خیال اسلامی تعلیم کا نتیجہ تھا، دوسرا گروہ امامت کو کسی خاندان کا موروثی حق سمجھتا تھا۔ لہٰذا ایرانی خیال کے مطابق یہ معیار تشیع کہلایا۔

شیعہ امامت کو خاندان علی میں مختص کرتے ہیں۔ پہلے چھ اماموں کو متفقہ طور پر مانتے ہیں۔ امام جعفر صادق نے کسی بدعنوانی کی وجہ سے بڑے صاحبزادے اسمٰعیل کو محروم کر کے دوسرے صاحبزادے موسیٰ کاظم کو امامت مرحمت فرمادی لیکن اکثر اہل تشیع حضرت اسمٰعیل کے صاحبزادے محمد کو ساتواں امام تسلیم کرتے ہیں اور اسطرح جماعت اسمٰعیلیہ شروع ہوگئی ۱؎۔ ان کا عقیدہ ہے کہ امام کا ظہور ضروری نہیں وہ مستور بھی ہو سکتا ہے، اگر مستتر ہونے کی صورت میں اس کا نائب ظاہر میں تبلیغ و دعوت کیا کرتا ہے۔ ۲؎

قرامطہ

یہ اسمٰعیلیوں سے متعلق ہیں۔ خلیفہ معتضد کے عہد میں کرامت اسمٰعیلیوں کا داعی بن کر مصر سے عراق آیا تھا۔ اس کے متبعین قرامطہ کہلائے مختلف العقائد ہونے کی وجہ سے ان میں متعدد فرقے ہیں۔ ایک داعی نے کرامت کو قتل کر دیا۔ زکریا اور اس کی اولاد جانشین ہوئی۔ چوتھی صدی ہجری میں قرامطی سلیمان نے بصرہ اور کوفہ پر حملہ کیا۔ ۹۲۹ء میں قرامطیوں نے مکہ پر حملہ کر کے خانہ کعبہ کی بے حرمتی کی اور سنگِ اسود اکھیڑ کر مصر لے گئے ۱؎۔ خلیفہ مطیع کے عہد میں حجر اسود قرامطیوں سے واپس لے کر پھر خانہ کعبہ میں نصب کیا گیا۔ ۲؎ ۹۸۵ء میں ملتان کا گورنر اسی فرقہ کا تھا یہ فرقہ رسوا کن اسلام ہوا ۱؎ ان کے عقائد میں ایرانی فلسفہ کی آمیزش کی وجہ سے یزدان اور اہرمن والی باطنی تعلیم شامل تھی ۲؎۔

طاہری
۸۱۸ تا ۸۷۶

طاہر ایرانی النسل غلام کی اولاد سے تھا۔ اس کا مورث رازیق سجستان میں مسلم بن زیاد کا ماتحت تھا۔ یوسف ابرم کی بغاوت میں مصعب بن

رازیق گورنر بوشنگ بنا دیا گیا تھا۔ ۸۰۳ء میں حسین اس کا لڑکا اس کا جانشین

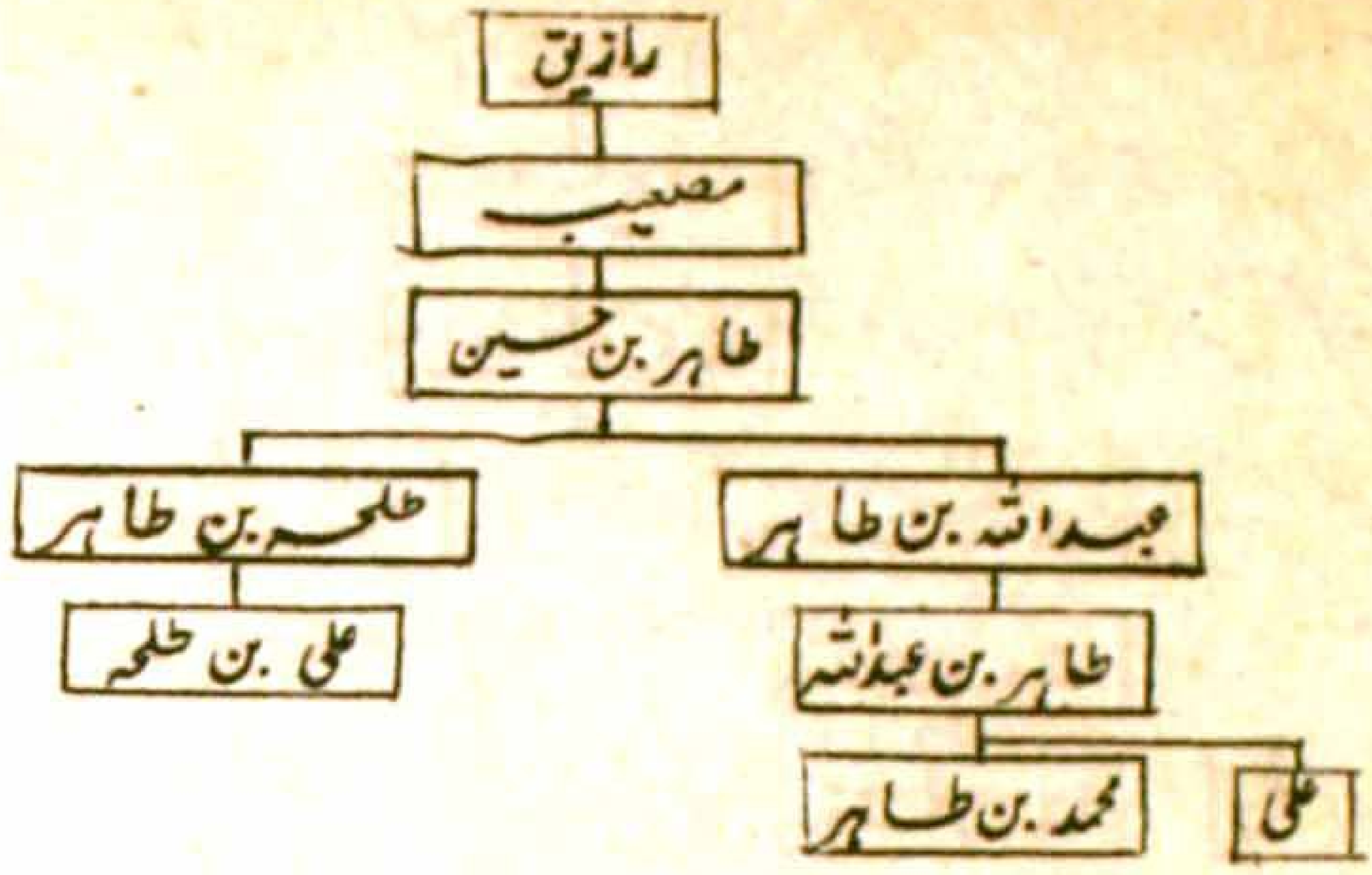

بنا اور اس کے بعد حسین کا لڑکا طاہر گورنر ہوا۔ ۸۱۳ء میں طاہر کو بغداد کی گورنری عطا ہوئی اور ۸۱۵ء میں مشرق کا وائسرائے ہو گیا (طبری) آزاد ہو کر خلیفہ کے بجائے جب اپنا خطبہ پڑھوایا تو ۸۲۲ء میں ایک غلام نے سر قلم کر دیا۔ اس افواہ کی تردید ہیں کہ خلیفہ نے قتل کروایا ہے طاہر کے لڑکے طلحہ کو جانشین مقرر کیا گیا جو ۸۲۸ء تک گورنر رہا۔ ۸۳۰ء میں عبداللہ کو خراسان کا آزاد گورنر بنا دیا گیا خلیفہ معتصم کو عبداللہ سے پرخاش تھی لہٰذا ایک حسین دوشیزہ کی معرفت عبداللہ کے لئے خلعت روانہ کیا مگر اس میں عمامہ زہر سے بجھا ہوا تھا اور اس دوشیزہ کو ہدایت کی گئی تھی کہ اپنے سامنے سر پر بندھوائے۔ لیکن وہ وہاں پہنچتے ہی اسیر محبت ہو گئی اور اس نے راز افشا کر دیا[۵و۱۱] اب عبداللہ قطعی مطلق العنان ہو گیا۔ محمود بن طاہر بن عبداللہ اس خاندان کا آخری حکمران تھا۔ اس کو حسن بن زید علوی نے بہت پریشان کیا۔ آخر کار یعقوب بن لیث صفاری سے ۸۷۲ء میں جنگ ہوئی اور یہ خاندان ختم ہو گیا۔[۱۶] دولتِ طاہریہ کے عہد میں خراسان میں کثرت سے درسگاہیں جاری ہوئی تھیں۔[۱۷]

صفاری
۸۶۷ تا ۸۷۸

صالح بن نصر سامانی نے خارجیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے فوج جمع کی تھی اور متوکل کے زمانہ میں سجستان فتح کر لیا تھا۔ ۸۶۱ء میں

Marfat.com

صالح بن نصر نے بہادری دیکھکر یعقوب بن لیث کو اس فوج میں رکھ لیا تھا یہ ایک سُنار کا لڑکا تھا۔ اس نے اپنی ایک جماعت بنائی تھی اور فن سپہ گری کے جوہر دکھاکر نام پیدا کیا تھا۔ بعد کو نوح بن اسد سامانی نے یعقوب کو اس فوج کا سپہ سالار بنا دیا۔ پھر ۸۶۶ء میں یعقوب نے از خود ہرات کرمان اور شیراز فتح کرکے اپنی ریاست علیحدہ قائم کرلی۔ ۸۷۱ء میں خلیفہ معتمد نے بلخ اور طخارستان کی گورنری کی سند دینا چاہی مگر اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کابل فتح کرکے اس نے وہاں بدھ مذہب کے خلاف اسلام کی تبلیغ کی۔ ۸۷۲ء میں محمود طاہری کو شکست دے کر طاہری حکومت پر قبضہ کیا اور طبرستان حسن بن زید علوی سے لینے کے بعد نصف ایران اس کے قبضہ میں آگیا۔ ۸۷۵ء میں بغداد پر حملہ کیا مگر خلیفہ کے بھائی موفق نے اسے پسپا کر دیا۔ مؤرخین یعقوب کو لٹیرا کہتے ہیں لیکن اس کے کارنامے عباسی خلفاء سے اسے افضل ثابت کرتے ہیں۔ خلیفہ معتمد نے یعقوب کو صلح کا پیغام بھیجا۔ یہ پیغام اس وقت پہنچا جب وہ بستر مرگ پر آخری سانسیں لے رہا تھا مگر اس نے جواب دیا:-

"اگر میں زندہ رہا تو فیصلہ تلوار سے ہوگا۔ کامیابی کی صورت میں جو مناسب سمجھوں گا وہ کروں گا۔ اور ناکام ہونے پر یہ روٹی اور پیاز (جو پاس رکھی ہے) میرے لئے کافی ہے۔ جسکی خوراک اتنی مختصر ہو اس پر نہ تم غالب آسکتے ہو اور نہ قسمت۔"

اس جواب کے بعد اس مخلص خادم اسلام نے جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ عمرو بن لیث اس کا بھائی جانشین و وارث ہوا جس نے بعد میں خلیفہ کی اطاعت قبول کرلی۔ عمرو کے بعد طاہر بن محمد بن لیث، بن علی۔ عمرو بن یعقوب اور خلف بن احمد یکے بعد دیگرے سیستان کے حاکم ہوئے۔ سامانیوں اور صفاریوں سے برابر جنگیں ہوتی رہیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ایک ساتھ ختم ہوگئے۔ ۳۷

سامانی ۸۷۴ء۔۹۹۹ء صفاریوں اور طاہریوں سے زیادہ سامانی ہوشیار اور قابل ثابت ہوئے انھوں نے سوا صدی تک حکومت کی۔ سامانیوں نے طاہریوں سے آزادی اختیار کی۔ یہ لوگ خراسان کی ماتحتی میں ماوراءالنہر کے گورنر تھے۔ رفیع بن لیث کی بغاوت میں انھوں نے کارگذاریاں کی تھیں لہٰذا مامون نے اسد کے لڑکوں کو معزز عہدے دلوا دیے تھے۔

سامان صوبہ بلخ میں ایک قصبہ تھا۔ وہاں کا رئیس سامان خدات بہرام چوبین کی اولاد سے تھا۔ اسد بن عبداللہ قشیری گورنر خراسان کے الطاف و اکرام کی وجہ سے سامان نے اسلام قبول کیا اور گورنر کے نام پر اپنے لڑکے کا نام اسد رکھا۔ طاہریوں کے خاتمہ کے وقت یعقوب بن لیث سے دوستی کر کے سامانیوں نے ترقی کی۔ اسد کے چار لڑکے تھے خلیفہ مامون کے حکم کے مطابق نوح سمرقند کا۔ احمد فرغانہ کا۔ یحییٰ شش کا۔ اور الیاس ہرات کا گورنر ہوا (میرخوند) نوح بن اسد نے ترکوں سے ۸۴۰ء میں اسفیجاب فتح کیا اور حفاظت کے لئے وہاں دیوار بنائی۔ سامانیوں کے مشورہ سے عبداللہ بن طاہر کے لڑکے طاہر نے غز کا علاقہ فتح کیا۔ معتصم کے عہد میں ترکان ماوراءالنہر نے اسلام قبول کیا اور نومسلم ترکوں سے جہاد کیا۔ معتصم نے عربی گارڈ برطرف کر کے ترکی گارڈ مقرر کئے۔ جس میں صغد، فرغانہ، اشروسانا اور شش کے امیروں کے لڑکے شامل تھے۔

مشرقی اقوام میں "نوکر" ایک معزز عہدہ تھا جس پر سرداروں اور شرفاء کے لڑکے فائز کئے جاتے تھے۔ جس حاکم کے پاس جتنے زیادہ یہ عہدیدار ہوتے تھے اتنا ہی زیادہ وہ وقیع سمجھا جاتا تھا۔ یہ نوکر مطیع و جاں نثار ہوا کرتے تھے۔ انھیں میں سے باڈی گارڈ۔ عامل خراج۔ افسرانِ فوج۔ نامہ بر۔ سفیر۔ ناظم شکار۔ پرائیویٹ سکریٹری اور گورنر مقرر کئے جاتے تھے۔ آقا ان کے کھانے اور کپڑے ہتھیار اور شادی کے مصارف کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ یہ نوکر آزاد ہوا کرتے تھے اور کسی نوعیت سے عربی غلام سے انھیں تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔ چنگیز خاں نے

اپنے لڑکوں کو خود نوکر کا عہدہ دیا تھا۔ ان شرفاء کے لڑکوں کی خدمات اور وفاداری کو دیکھکر خلفائے عباسی اور دیگر والیانِ ریاست نے انھیں اپنے یہاں مامور کیا۔ عباسیوں میں یہی نوکر غلام کہے جانے لگے۔ یہ غلام بادشاہ اور رعایا کے درمیان خوشگوار تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ ایک طرف بادشاہ کو رعیت سے خوش رکھتے تھے اور دوسری طرف رعایا میں بادشاہ کو مقبول بنانے کی کوشش کرتے تھے۔ ترک بغاوتوں کی وجہ سے جب کمزور ہو گئے اور شورشوں سے بیزار ہو چکے تو دربار خلافت میں رسائی کی خاطر اس عہدے کے لئے کوشش کرنے کو اپنی عزت سمجھتے تھے۔ اس طرح انھوں نے نہ صرف معزز عہدے حاصل کئے بلکہ صاحب سلطنت بھی بن گئے۔ ترکوں کی عزت افزائی کر کے مقامی ریاستوں کی ہوس آزادی و خودمختاری کو عباسیوں نے محو کر دیا۔ اور مامون نے تہذیب ایران رائج کر کے یقین دلا دیا کہ خلافت انھیں کی حکومت ہے سامانیوں نے جب امیروں اور دہقانوں کے اثرات کو زائل کر دیا تو ترکوں نے ملازمت خلافت کو اپنی اقتدار و عزت کا ذریعہ سمجھا اور معتصم نے انکی سرپرستی کر کے انھیں اسلام کی طرف مائل کیا۔

شجرۂ سامانی :

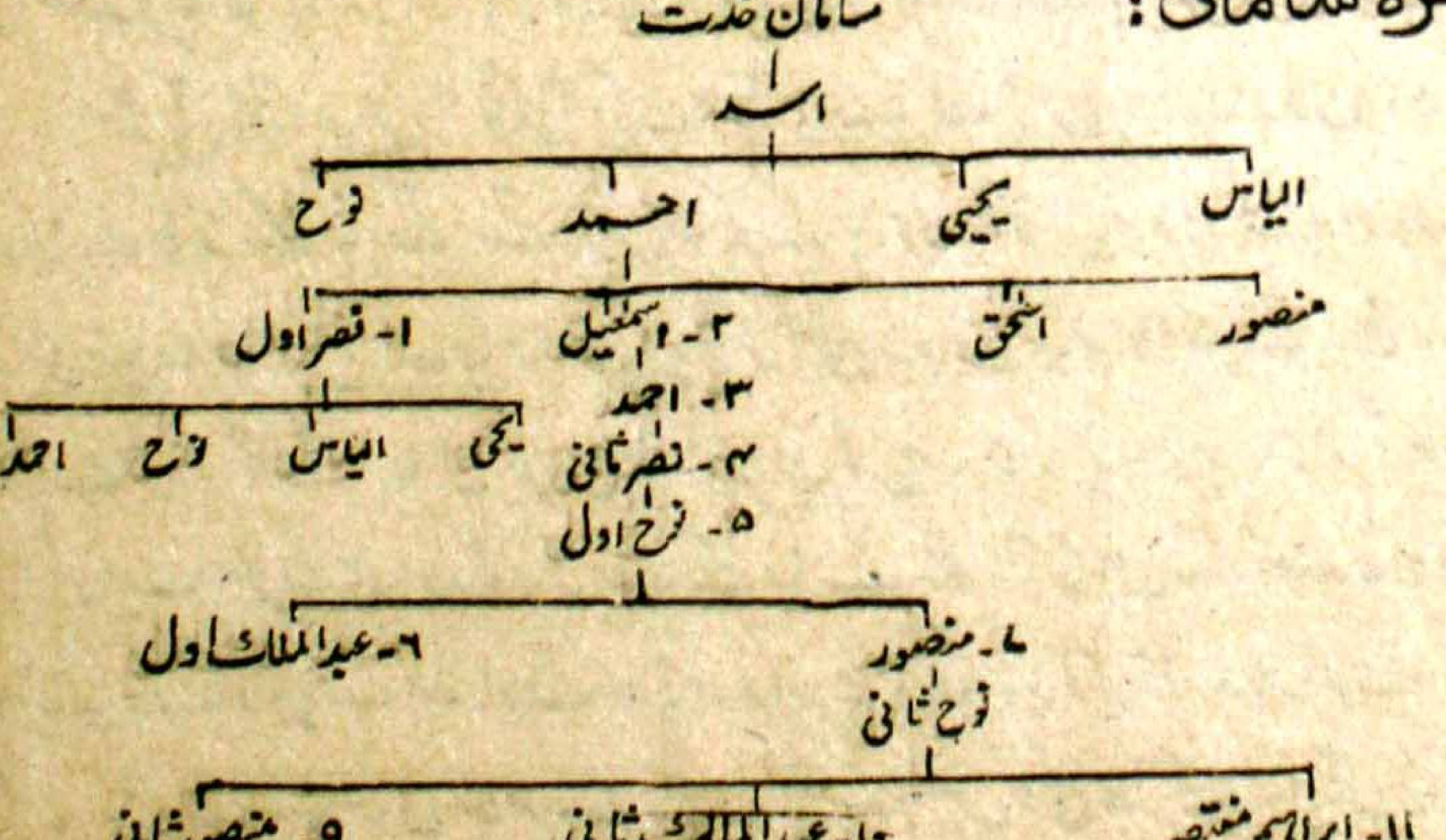

طاہریوں سے جب صفاریوں نے خراسان لیا ہے تو اس وقت حاکم سمرقند نصر بن احمد تھا اور موفق نے اسے ماوراء النہر کا گورنر بھی بنا دیا تھا۔ نصر اور اسمٰعیل دونوں کا نام خطبہ میں پڑھا جاتا تھا۔ نصر نے اپنے چھوٹے بھائی اسمٰعیل کو اپنا نائب بنا کر بخارا بھیجا۔ اسمٰعیل نے وہاں کی سیاسی و مذہبی گتھیوں کو آسانی سے سلجھا دیا۔ ڈاکوؤں اور لٹیروں کو زیر کر کے امن قائم کیا۔ ترکوں کو شکست دی اور شاہ ترکستان اور اس کی خاتون کو گرفتار کر کے سمرقند لایا۔ یہ بادشاہ قارلوتی تھا اور بقول مسعودی اس کا نام طنکس تھا[۱۶]۔ غرض اسمٰعیل نے ہر طرح مقبولیت حاصل کی لیکن یہ خوش طبع اس کے حق میں بلا ثابت ہوئی اور اپنے بھائی نصر کی نظروں میں وہ کھٹکنے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں بھائیوں میں اختلاف ہوا اور جنگ کی نوبت پہنچی۔ ۸۸۸ء میں نصر کو جنگ بخارا میں شکست ہوئی اور قیدی بنا کر اسمٰعیل کے سامنے پیش کیا گیا۔ اسمٰعیل نے ادب و تعظیم سے اس کا استقبال کیا اور پھر حکومت سمرقند پر نصر کو بحال کر دیا[۱۶]۔ نصر کے انتقال کے بعد ۸۹۲ء میں اسمٰعیل ماوراء النہر اور خوارزم کا مالک ہوا۔ بخارا کو اس نے اپنا پایۂ تخت بنایا۔ شریف کا لقب اختیار کیا اور خلیفہ معتضد سے سند حاصل کی۔ اسمٰعیل کے عہد میں بخارا مرکز علم و تہذیب بنا۔ اسمٰعیل نے ترانہ کے عیسائیوں سے جہاد کیا۔ امیر و دہقان مشرف بہ اسلام ہوئے۔ خلیفہ معتضد نے اس کی قوت کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر عمرو بن لیث صفاری کو گورنر خراسان بنا دیا۔ اور پھر نہ صرف عمرو اسمٰعیل میں اختلاف کر دیا بلکہ دونوں کو بہ یک وقت ایکدوسرے کے خلاف شہ دے کر ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہے۔ اسمٰعیل نے عمرو صفاری کو شکست دے کر قید کر لیا لیکن وہ اس کو کسی قسم کی سزا نہیں دینا چاہتا تھا۔ خلیفہ نے اصرار کر کے عمرو کو بغداد میں طلب کیا اور ۹۰۲ء میں قتل کر دیا محض اس مصلحت سے کہ اس کی شیطنت کا راز ظاہر نہ ہونے پائے۔ اس کامیابی پر اسمٰعیل خراسان

ترکستان ماوراالنہر سند ۔ ہند اور جرجان کا بھی گورنر بنا دیا گیا ۱۱ء۔ اسی سال ترکوں کو اس نے دوبارہ شکست دی ۔ عمرو بن لیث کے گرفتار ہو جانے کے بعد طبرستان کے علویوں نے زور پکڑا اور محمد بن زید علوی نے خراسان پر حملہ کر دیا۔ جرجان پر سخت لڑائی ہوئی ۔ محمد زخمی ہوئے اور انتقال کر گئے ۔ ان کے لڑکے کو گرفتار کر کے اسمٰعیل نے خاطر و مدارات سے کام لیا۔ اب دولت صفاریہ و زیدیہ دونوں سامانیوں کے قبضہ میں آگئیں ۔ اسمٰعیل کے بعد ان کا لڑکا احمد وارث تخت ہوا۔ سامانی بادشاہ اگرچہ خود پڑھے لکھے نہیں تھے مگر ان کے وزیر صاحب علم ترکوں میں سے منتخب کئے جاتے تھے اور وہ ان کے ہی اثر میں رہا کرتے تھے ۔

زیدی و زیاری

محمد نفس زکیہ کی مہم کی ناکامی کے بعد ان کے بھائی یحیٰی بن عبداللہ مختلف علاقوں میں روپوش ہوتے ہوئے بالآخر دیلم پہنچے اور ایسا اقتدار حاصل کیا کہ حکومت عباسی ان سے اغماض نہیں کر سکتی تھی ۔ طبری نے لکھا ہے کہ ہارون نے فضل بن یحیٰی برمکی کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ فضل نے معاملہ صلح سے طے کر دیا اور بادشاہ سے اماں نامہ لکھوا دیا اور یحیٰی بن عبداللہ کو ہارون کی خدمت میں پیش کر دیا ۔ ہارون نے ان کی تعظیم کی لیکن عرصہ دراز کے بعد ہارون کی نیت ان کے خلاف بدل گئی عبداللہ بن مصعب نے ان کے خلاف الزام لگائے تھے لیکن جب یحیٰی بن عبداللہ نے قسم کھا کر صفائی پیش کی تو ہارون خاموش ہو گیا ۔ اور مصعب کا اسی دن یا تیسرے دن انتقال ہو گیا ۔

بعہد خلیفہ مستعین حضرت علی کی اولاد سے حسن بن زید نے کچھ حصہ طاہریوں کا اور کچھ حصہ سلطنت بغداد کا چھین کر دیلم و طبرستان میں حکومت زیدیہ قائم کر لی تھی ایک صدی تک وہ قائم رہی ۔ البتہ درمیان میں ۳۲ سال تک سامانیوں کا وہاں قبضہ ہو گیا تھا ۔ پھر ۹۷۳ء میں جب یہ سلطنت ختم ہو گئی تو مرداویج بن زیاری نے جرجان

Marfat.com

پر قبضہ کر لیا اور خلیفہ سے ٹھیکہ لینے کے بعد اپنی حکومت زیاری چلائی۔[۲۸]

بویہ یا دیلمی ۹۳۲-۱۰۵۵ زیاریوں نے ہمدان کے جنوب میں ضلع کرج کی گورنری پر علی بن بویہ کو متعین کیا تھا۔ اس نے فارس کے جنوبی حصہ کو فتح کر لیا۔ ابو شجاع دیلمی خاندان کا ایک معمولی حیثیت کا شیعہ تھا۔ اس کے تین بیٹے علی۔ حسن اور احمد تھے جو ترقی کر کے شاہی کے درجہ تک پہنچے اور عماد الدولہ۔ رکن الدولہ اور معز الدولہ کے خطابات سے سرفراز ہوئے[۲۹]۔ ان کا سلسلہ بہرام گور سے ملایا جاتا ہے۔ اس خاندان کی ترقی خلیفہ مقتدر کے عہد سے ہوئی۔ محمود غزنوی کے عہد میں زوال ہوا اور سلجوقیوں نے ان کا نام ونشان مٹا دیا۔ علی کے بھائی احمد نے سرجان دکرمان فتح کیا اور ۹۳۴ء میں کل فارس ان کے قبضہ میں آگیا۔ خلیفہ رضی نے سند عطا کر دی۔ ترکی گارڈ کی مداخلتوں سے بیزار ہو کر رضی نے امیر الامراء کا عہدہ ایجاد کیا اور ۹۴۵ء میں تمام انتظام احمد بن بویہ کے سپرد کر دیا۔ لیکن احمد نے قوت واثر حاصل کرتے ہی خلیفہ کو معزول کر دیا اور پھر اپنی مرضی سے فرضی خلیفہ مقرر کرنا شروع کر دئے۔ ان کے عہد میں خلیفہ کو حکومت سے سروکار نہ تھا وہ صرف مذہبی اجارہ دار سمجھا جاتا تھا یہ لوگ محض اپنی سیاسی مقبولیت حاصل کرنے کے لئے ظاہری طور پر خلیفہ کا احترام کیا کرتے تھے اور عملی طور پر اس کی ذلتوں میں دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے تھے۔ اندریں حالات دسویں صدی کے وسط میں خلافت۔ فاطمی۔ بویہ اور سامانیوں کے ہاتھ میں کھیل رہی تھی۔ بویہ ترکوں پر غلبہ حاصل کرنے اور ہمدیوں کو جزیرہ وموصل سے نکالنے کے بعد اتنے طاقتور ہو گئے تھے کہ کسی کو مزاحمت کی ہمت نہیں تھی۔

عضد الدولہ کا عہد آل بویہ کے انتہائی عروج کا زمانہ تھا۔ اس کی حکومت بحر قزوین خلیج فارس اور اصفہان سے حدود سوریہ یعنی شام تک تھی اور اسی کے نام کا خطبہ اور سکہ بھی جاری تھا۔ لیکن جب ان میں خانہ جنگیاں ہونے لگیں تو خود بخود برباد ہو گئے۔

معز الدولہ نے سیاسی اصول کے بجائے مسئلہ امامت کو جزو ایمان قرار دیا۔
اور اس طرح ترویج شیعت کر کے شیعہ وسنی کے درمیان مستقل عداوت کی بنیاد رکھدی اور اسی کی تقلید بعد میں صفویوں نے کی اور تفرقہ پیدا کر کے اپنا نام اُچھالا۔
عضد الدولہ نے نجف میں فرضی تربت بنا کر روضہ علی کرم اللہ وجہٗ تعمیر کرایا۔ لیکن بقول ابن تیمیہ حضرت علی کا اصل مزار کوفہ میں ہے۔ بویہ اگرچہ شیعی تھے مگر اہلبیت سے ان کو کچھ انس نہ تھا۔ خلفائے فاطمی سے عداوت رکھتے تھے اور فاطمی داعیوں کو پکڑ کر بدترین سزائیں دیتے تھے[27]

شجرۂ بویہ

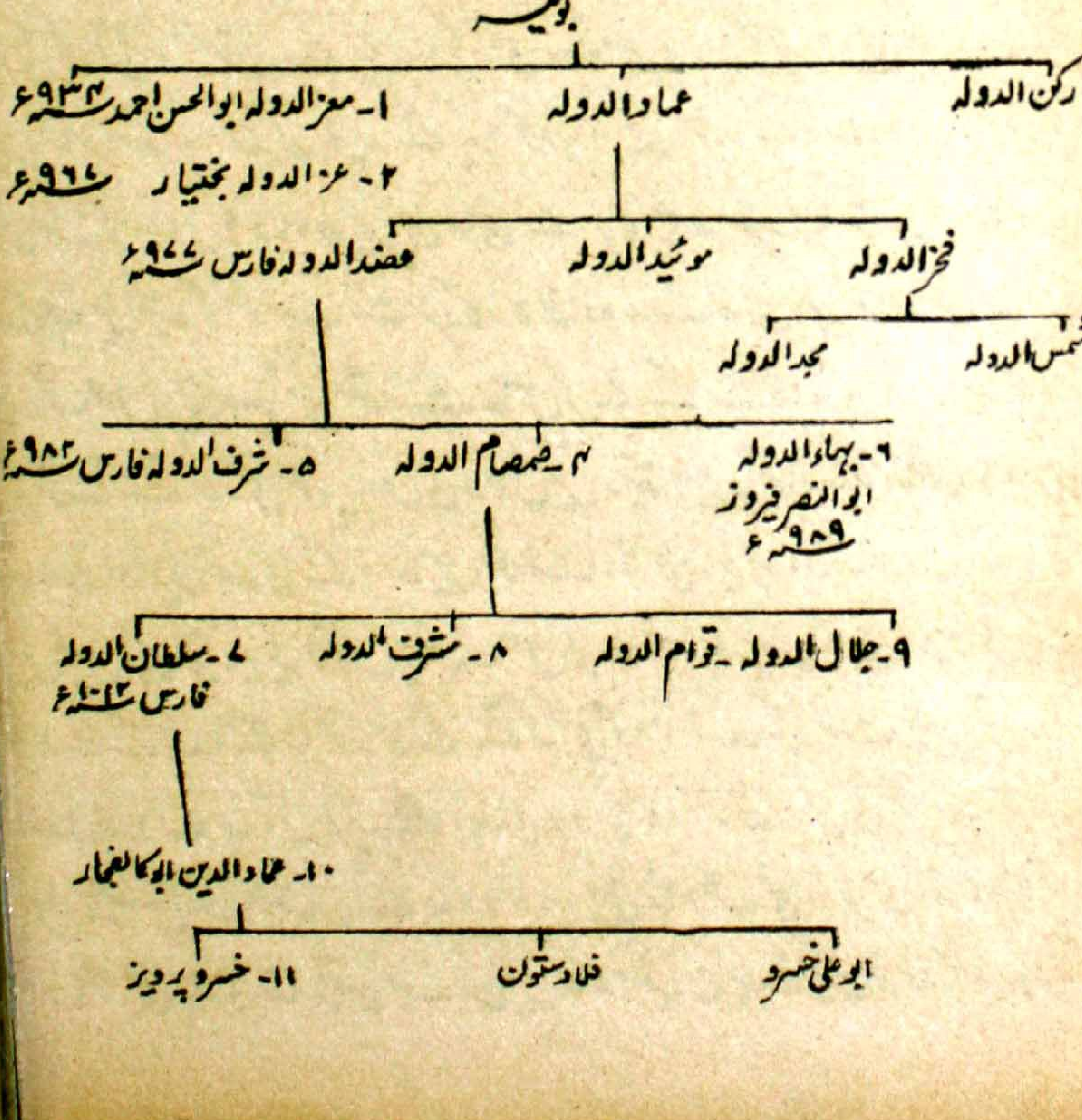

Marfat.com

غزنوی
٩٦٢ - ١١٨٦

وسطی ایشیاء - بغداد اور مصر میں ترکوں نے عہدہ جلیلہ حاصل کرلئے تھے۔ اب قسمت اور زمانہ کی وجہ سے انھیں صاحب سلطنت بن جانا کچھ مشکل نہ تھا۔ مسلمان ترکوں میں سب سے پہلے غزنویوں کو یہ سعادت نصیب ہوئی اس کے بعد قاروق قاراخانیوں کو عبدالملک سامانی کی وفات پر سنہ ۹۶۱ء میں منصور سامانی کا گورنر نیشاپور سے اختلاف ہوگیا۔ یہ گورنر عبدالملک کا ترکی غلام تھا۔ اس کا نام الپتگین تھا۔ اس کے مسلمان ہونے کی تفصیل نہیں معلوم سوائے اس کے کہ غلام بن کر قدردانی وسرپرستی کی وجہ سے اسلام قبول کیا۔ منصور سے شکست کھاکر الپتگین غزنی کو بھاگا اور وہاں اس نے آزاد حکومت بنائی۔ سنہ ۹۷۶ء میں اس کے انتقال پر اس کا غلام اور داماد سبکتگین وارث بنا۔ سبکتگین نے نوح سامانی سے خراسان فتح کیا اس کے بعد اس کا بیٹا محمود سنہ ۹۹۷ء میں بادشاہ غزنی ہوا۔ جس نے خلیفہ سے سند و خطاب حاصل کئے۔ پہلے اسے میر کا خطاب ملا تھا۔ ہزار اشرفیاں دے کر ایک الف پیش کرایا اور امیر کہلایا محمود غزنوی اور الک خاں کاشغری سے سنہ ۱۰۱۱ء تک معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ لیکن جب محمود اور اس کے بھائی تغان میں اختلاف ہوگیا تو الک خان قارلوقی سے جنگ ختم ہوگئی اور عرصہ تک دونوں کی حکومتوں کے درمیان دریائے جیحون حد فاصل بنا رہا۔ سنہ ۱۰۱۲ء میں خوارزم شاہ باغیوں کے ہاتھوں ہلاک ہوا تو محمود نے خوارزم فتح کرلیا اور التون تاش کو وہاں کا گورنر مقرر کردیا تھا۔ محمود نے بویہ کو ختم کیا۔ زیاریدوں پر فتح حاصل کی۔ سامانیوں پر غلبہ پایا اور ہندوستان پر بھی متعدد حملے کئے حتیٰ کہ اس کی سلطنت بخارا وسمرقند سے گجرات اور قنوج تک پھیل گئی۔ اس کی سلطنت افغانستان ماوراالنہر خراسان طبرستان۔ سیستان۔ کشمیر اور شمالی و مغربی ہندوستان پر سنہ ۱۰۳۰ء میں مشتمل تھی۔ اس کے انتقال کے بعد جب سلجوقیوں نے مغربی صوبوں کو فتح کرلیا اور

Marfat.com

۱۱۶۶ء میں غوریوں نے قبضہ کرلیا تو غزنوی حکومت محض ہندوستان میں رہ گئی ۔

شجرۂ خاندانِ غزنی

٩٦٨ ـــــ ١١٨٦ء

۱۔ الپتگین

اسحٰق

۲۔ بالتگین

۳۔ پبری

۴۔ سبکتگین

۵۔ اسمٰعیل

۶۔ محمود غزنوی

۷۔ محمد

۸۔ مسعود

۹۔ ناصر الدین اللہ

۱۰۔ مودود شہاب الدولہ

۱۱۔ مسعود ثانی

۱۲۔ علی ابوالحسن بہاء الدولہ

۱۳۔ عبدالرشید اعز الدولہ

۱۴۔ طغرل

۱۵۔ فرخ زاد۔ جمال الدولہ

۱۶۔ ابراہیم ظاہر الدولہ

۱۷۔ مسعود ثالث

۱۸۔ شہرزاد کمال الدولہ

۱۹۔ ارسلان سلطان الدولہ

۲۰۔ بہرام شاہ معز الدولہ

۲۱۔ خسرو شاہ معز الدولہ

۲۲۔ خسرو ملک تاج الدولہ

قارلوق قاراخانی کاشغری

ترکوں اور سامانیوں میں نویں صدی اور دسویں صدی کے نصف اول میں آویزشیں ہوا کرتی تھیں ۔ نوح بن اسد سامانی نے ۸۴۰ء میں اسفیجاب فتح کیا ۔ اسمٰعیل نے تراز پر دھاوا کیا ۔ نصر نے شادگھر پرورش کی ۔ اور عربوں نے فرغانہ کے گاؤں حقدیث پر قبضہ کیا ۔ لیکن جب سامانیوں کو مغرب میں بویہ ۔ جنوب میں سبکتگین اور گھر کے اندر باہمی اختلافات پریشان

کر رہے تھے تو شمال میں قاراخانیوں کی ترکی سلطنت نے کاشغر میں اپنا علم بلند کیا۔ یہ ترک درحقیقت ایغور تھے اگرچہ تاریخ منجم باشی کو اس میں شک ہے۔ یہ شمالی و مغربی منگولیا میں رہتے تھے جب ہاکائی قوم نے ان کو وہاں سے نکال دیا تو ان کی دو جماعتیں مشرقی طیان شان میں آکر دو ریاستوں کی مالک بن گئیں اور تیسری جماعت نے مسلمانوں کی مدد سے ۸۶۰ء میں کاشغر کو تبت والوں سے فتح کر لیا۔ یہی جماعت قارلوق قاراخانی کے نام سے مشہور رہوئی ۱۵،۱۶؎

قارلوق اپنے سردار کو الک خان کہتے تھے۔ ۹۲۰ء میں جب یہ قارا قورم میں تھے تو کرغیوں نے الک خان کو قتل کر کے انھیں زیر کر لیا تھا۔ اس شکست سے ان میں انتشار ضرور ہوا مگر زوال نہیں آیا۔ شہر بیش بالیغ صدیوں تک ان کا مرکز بنا رہا اور انھوں نے کئی پشت تک ارسلان خان کے لقب سے حکومت کی۔ وہ تہذیب یافتہ تھے۔ مانویوں اور عیسائیوں سے انھوں نے پڑھنا لکھنا سیکھ لیا تھا اور آخر میں مغلوں کو انھوں ہی نے تعلیم دی۔؎۱ بقول جوینی یہ ترک دریائے ارخان سے آئے تھے۔ ان کا پہلا بادشاہ بوقو خان تھا۔ جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ تمام دنیا کا مالک بن گیا ہے۔ چنانچہ اس نے مغل۔ کرغ۔ تنغون اور خطائیوں پر فتح حاصل کی۔ شہر اردو بالیغ اسی نے بسایا تھا۔ دوبارہ اس نے پھر خواب میں دیکھا کہ نیلم کی انگوٹھی اسے ملی ہے اور وہ جب تک اس کے پاس رہے گی اس کی حکومت چلے گی۔؎۱۵

سمعانی نے لکھا ہے کہ عبدالملک کے عہد میں ابوالحسن محمد بن سفیان الکلماتی ۹۵۲ء میں نیشاپور سے ترکستان گئے تھے۔ پھر بخارا میں چند سال گذار کر خان اعظم کے پاس چلے گئے۔ ان کا انتقال ۹۶۱ء میں ہوا تھا۔؎۱۶ تطبیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ۹۶۰ء کے فسادات میں شاید ان کا بھی ہاتھ ہو بہر حال ان ہی فسادات کے زمانہ

Marfat.com

میں دسویں صدی کے وسط میں خاندان کاشغر کا ایک قاراخانی شہزادہ جس کو ستوک بوغرا کہتے تھے سب سے پہلے مسلمان ہوا۔ عام روایت ہے کہ خواجہ ابوالنصر سامانی نے اسے مسلمان کیا تھا لیکن کسی طرح پتہ نہیں چلتا کہ ابوالنصر سامانی کون تھے۔ نوح سامانی کے لڑکوں میں کسی کا بھی یہ نام نہیں اور نہ کسی سامانی شہزادہ کا کاشغر میں جانا ثابت ہے۔ مبلغین جو کاشغر بھیجے گئے وہ ۹۹۰ء میں گئے تھے ان میں ابوالحسن سعید بن حاتم الاسبانیکتی کا نام قابل ذکر ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ بتاتی ہے کہ نویں صدی اور دسویں صدی کے نصف اول میں سامانی فوجیں کاشغر کے ترکوں سے لڑنے جایا کرتی تھیں اور ترک خاقان کے ایک لڑکے کو سامانیوں نے قید بھی کر لیا تھا (ابن اثیر میر خوند۔ ابن خلقان) مگر اس قیدی شہزادے کو ستوک بوغرا کبھی ہرگز نہیں سمجھا جا سکتا۔ ابوالنصر سامانی جو صاحب بھی ہوں مگر تذکرات بوغرا میں ان ہی کا نام درج ہے اور انھوں نے خفیہ طور پر بوغرا کو جبکہ اس کی عمر بارہ سال کی تھی مسلمان کیا تھا ستوک کا سوتیلا باپ خاقان تھا۔ جب ستوک کے مسلمان ہونے کی افواہ اس کے کان میں پڑی تو امتحان کے طور پر اپنے کسی عبادت خانے کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے ستوک کو مقرر کیا ستوک نے ابوالنصر سے مشورہ کیا۔ انھوں نے فرمایا "کوئی حرج نہیں ہے تم اپنے دل میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کی نیت کر لو اور ظاہر پر نظر نہ کرو" چنانچہ یہ مرحلہ بخیر و خوبی طے ہو گیا اور راز ظاہر نہیں ہو پایا۔ اس جواب سے پتہ چلتا ہے کہ ابوالنصر کوئی صوفی ہوں گے جنھوں نے روحانیت سے تبلیغ کی اور گمنامی کے پردے میں اپنے آپ کو چھپایا۔ کہتے ہیں کہ ایک رات کو ستوک نے خاقان کو بیدار کر کے اسلام پیش کیا اور انکار سن کر قتل کر کے لاش غائب کر دی۔ شہرت یہ ہوئی کہ ستوک کی بد دعا سے خاقان کو زمین نگل گئی مشہور رہے کہ یہ شہزادہ عابد و زاہد تھا تخت حاصل کرنے سے پہلے تجارت کے

Marfat.com

سلسلہ میں اس نے اشاعت اسلام کی قمی اور سارا منافع تبلیغ میں صرف کیا کرتا تھا
رعایا بادشاہ کی تقلید کرنے کی عادی تھی۔ چنانچہ جب وہ مسلمان ہوا تو سب مسلمان ہو گئے
(ابن اثیر جلد ہشتم صفحہ ۳۹۶) اس روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ لوگ بوغرا کی روحانی
قوت کے قائل تھے اور عام افواہ تھی کہ ستوک کے منہ سے شعلے نکلا کرتے تھے اور
اس کی تلوار چالیس گز لمبی ہو جاتی تھی۔ یہ بھی شہرت ہے کہ جب ستوک چھیانوے
سال کا ہوا تو اس کی تلوار کے اثر سے دریائے جیحون سے قاراقورم تک ہر شخص
مسلمان ہو گیا۔ مگر واقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ چودھویں صدی سے پہلے وہاں
بدھ مذہب کا غلبہ تھا اور اسلام کو نمایاں کامیابی نہیں ہوتی تھی۔ ستوک کے
خاندان میں سے کسی نے ۱۰۲۶ء میں محمود غزنوی کی لڑکی کو پیغام بھیجا تھا۔ محمود
نے جواب دیا کہ ہم مسلمان غیر مسلموں کو لڑکیاں نہیں دیا کرتے۔ اگر اسلام قبول
کرو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے ۱۰۲۲ء اس جواب سے ظاہر ہے کہ خاندان بوغرا
بھی کُل مسلمان نہیں ہوا تھا اور ستوک کی اشاعتِ اسلام کے متعلق مبالغہ سے
کام لیا گیا ہے۔

ستوک بوغرا کا پایہ تخت بالاساغون تھا۔ نوح ثالث سامانی کے دو معتوب
افسروں ابوعلی اور فائق سے ساز کر کے ۹۹۲ء میں ستوک نے ماوراالنہر فتح کیا اور
سامانیوں کو شکست دینے کے بعد اس نے اشاعتِ اسلام کی ثعلبی نے لکھا ہے
کہ ابو محمد عبداللہ بن عثمان الواثقی جو خلیفہ واثق کی اولاد سے تھے اپنے یہاں عہدہ نہ
ملنے پر ترکوں سے جا ملے تھے۔ انھوں نے ہی خان کو ماوراالنہر فتح کرنے کی ترغیب دی
تھی اور وہی سامانی سلطنت کے زوال کا باعث ہوئے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ
بوغرا سے مل کر خلافت حاصل کریں۔ مگر ہلال نے لکھا ہے کہ یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ
واثقی نصر کی وفات کے بعد جزیرہ اور مشرقی صوبوں کی طرف چلے گئے تھے۔ اور

Marfat.com

محمود غزنوی نے ان کو قید کر لیا تھا۔[16]

۹۹۳ء میں بخارا سے چین فتح کرنے کے ارادے سے بوغرا جا رہا تھا کہ راستہ میں کاشغر پہنچنے سے پہلے اس کا انتقال ہوگیا۔ نوح ثالث نے اس کے بعد بخارا فتح کر لیا مگر مستقل قبضہ رکھنے کی اس میں سکت نہیں تھی۔ ۹۹۴ء میں غداروں اور باغیوں کے خلاف نوح نے سبکتگین سے مدد حاصل کی لیکن کچھ عرصہ بعد ان دونوں میں اختلاف ہوگیا تو سبکتگین نے ستوک کے لڑکے حسن نصر اول سے معاہدۂ دوستی کر لیا جس نے عبدالملک سامانی کو قید کر لیا تھا اور ختن کے غیر مسلم بادشاہ کو شکست دی تھی۔ اسی جنگ میں اس کا بھتیجہ ارسلان مارا گیا تھا۔ عبدالملک کے قید میں مر جانے کے بعد اسمٰعیل المنتصر سامانی نے راہِ فرار اختیار کی اور قاراخانیوں نے بخارا لے کر اپنا دارالسلطنت بنالیا۔ پھر ۲۴ برس کی مسلسل لڑائیوں کے بعد ختن بھی سلطنت کاشغر میں شامل کر لیا گیا۔[16]

۹۹۹ء میں قاراخانیوں نے ماوراالنہر کو اور غزنویوں نے خراسان کو تسخیر کیا۔ قاراخانیوں نے جب ماوراالنہر پر حملہ کیا تو علماء و فقہاء نے فتویٰ دے دیا کہ یہ دنیوی جنگ ہے جہاد نہیں ہے اس لئے جان کو ہلاک کرنا فضول ہے۔ بایں ہمہ پرانے مسلمانوں سے زیادہ نومسلم تاتاریوں نے سامانیوں کا ساتھ دیا۔ فتح ماوراالنہر کے دو برس بعد منصور ثانی سامانی کو بیکتوزوں نے اندھا کر دیا۔ اسے معزول کر کے نابالغ عبدالملک ثانی کو تخت پر بٹھا لا اور اس کے نام سے فائق اور بیکتوزوں حکومت کرنے لگے اسمٰعیل المنتصر سامانی نے قبیلۂ غز سے مدد لے کر ۱۰۰۱ء میں الک خان قاراخانی کو دو مرتبہ شکست دی اور محمود غزنوی کے بھائی سے نیشاپور لے لیا۔ ۱۰۰۵ء میں اسمٰعیل المنتصر کو ڈاکوؤں نے مار ڈالا۔ قاراخانی سلطنت مشرقی تاتار، کاشغر اور ماوراالنہر پر مشتمل تھی۔ ۱۰۰۶ء میں قاراخانیوں نے جیحون کے جنوب میں حملہ کیا مگر

محمود غزنوی نے اسے دفع کردیا تھا۔

شجرۂ قارلوق قاراخانی

۹۳۲ — ۱۱۶۵ء

(۱) عبدالکریم ستوک بوغرا

(۲) موسیٰ بن ستوک

(۳) شہاب الدولہ ہارون بوغرا خان بن سلیمان

(۴) ابوالحسن نصر اول بن علی

(۵) قطب الدولہ ابونصر احمد اول بن علی

(۶) شرف الدین تغان خان بن علی۔

(۷) ابوالمظفر ارسلان خاں اول بن علی

(۸) یوسف قادر خان

(۹) شرف الدولہ ابوشجاع ارسلان خان ثانی

(۱۰) محمود بوغرا خان

(مغرب میں)

(۱) ابوالمظفر عمادالدولہ ابراہیم تمغاج یا تیکاج خان بن نصر

(۲) شمس الملک نصر خان ثانی بن تغاج

(۳) خضر خان بن تغاج

(۴) احمد خان ثانی بن خضر

(۵) محمود خان ثانی

(۶) خضر خان ثانی بن عمر بن احمد

(۷) محمود ارسلان خان ثالث بن سلیمان

(۸) ابوالمعانی حسن تیغنن بن علی۔

(۹) رکن الدین محمود خان ثالث بن ارسلان

(۱۰) حکیم تفغاج خان بن محمد

(۱۱) جلال الدین علی گرخان بن حسن تیغین۔

(مشرق میں)

(۱) طغرل خان بن یوسف قادر خان

(۲) طغرل تیغین بن طغرل

(۳) ہارون بوغرا خان بن یوسف قادر خان

(۴) نورالدولہ احمد بن ارسلان خان

Marfat.com

ایلک خان نصر اول کا انتقال ۱۰۱۲ء میں ہوا پھر اس کے بھائی تغاخان کو حکومت ملی۔ سلطان خطا وختن نے جب بالاساغون تک فتوحات کرلیں تو تغاخان نے اسے شکست دی اور تین ماہ تک اس کا تعاقب کیا۔ ۱۰۱۸ء میں ارسلان خان کو تخت ملا۔ محمود غزنوی نے اسے شکست دی اور ۱۰۲۰ء میں وہ مارا گیا۔ اب سمرقند کی حکومت قادر خان کو ملی اور اس نے اشاعت اسلام کی بیحد کوشش کی۔ ۱۰۳۱ء میں اس کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا ارسلان خان ثانی بادشاہ ہوا۔ تبت کے غیر مسلم ترکوں نے اس کی سلطنت میں آباد ہونے کی درخواست کی۔ جب بالاساغون آ گئے تو انھیں دعوتِ اسلام دی گئی جس کو انھوں نے مسترد کردیا پھر بوغرا خان ہارون کے عہد میں ۱۰۴۱ - ۱۰۴۲ء یہ ترک خود بخود داخل اسلام ہو گئے۔ ۱۰۴۳ء میں شیعہ تحریک نے پھر سر اُٹھایا مگر وہ ماوراء النہر میں ہمیشہ کے لئے ختم کردی گئی۔ بوغرا ہارون کا لڑکا محمود اس شاخ کا آخری ایلک خان ہوا۔[22]

اس شاخ کے ختم ہو جانے پر حکومت دوسری شاخ میں پہنچی جس کا بادشاہ ابراہیم تمغاج تھا۔ ملک شاہ سلجوقی نے ۱۰۸۹ء میں احمد خان کو قید کر کے اصفہان بھیجا۔ یا بعد میں اسے بلا کر ماوراء النہر کا گورنر بنا دیا۔ مفتیان سمرقند نے ۱۰۹۵ء میں اس کے خلاف فتویٰ دیا کہ عراق عجمی میں رہنے کی وجہ سے عقائد بگڑ گئے ہیں۔ لہٰذا پھانسی دی گئی۔ مسعود خان اور قادر خان کے بعد محمد خان ابن سلیمان حاکم سمرقند ہوا اور اس نے صنیر بیگ ترک کے حملوں کو پسپا کیا۔ محمد خان سلطان سنجر کا مطیع تھا مگر آخر میں اختلاف ہو جانے کی وجہ سے ۱۱۲۹ء میں سنجر نے سمرقند فتح کیا اور محمد خان گرفتار ہوا۔ اس کے بعد محمد خان کے لڑکے محمود خان کو ارسلان کا خطاب دے کر حاکم سمرقند بنا دیا۔ یہ شاخ اسی پر ختم ہو گئی۔ ۱۱۶۱ء میں ارسلان سلجوقی نے تمغاج بن محمد پر حملہ کیا۔ تمغاج گوشہ نشین تھا۔ اس نے خلیفہ بغداد مستقفی سے شکایت کی۔ خلیفہ سلجوقیوں سے

Marfat.com

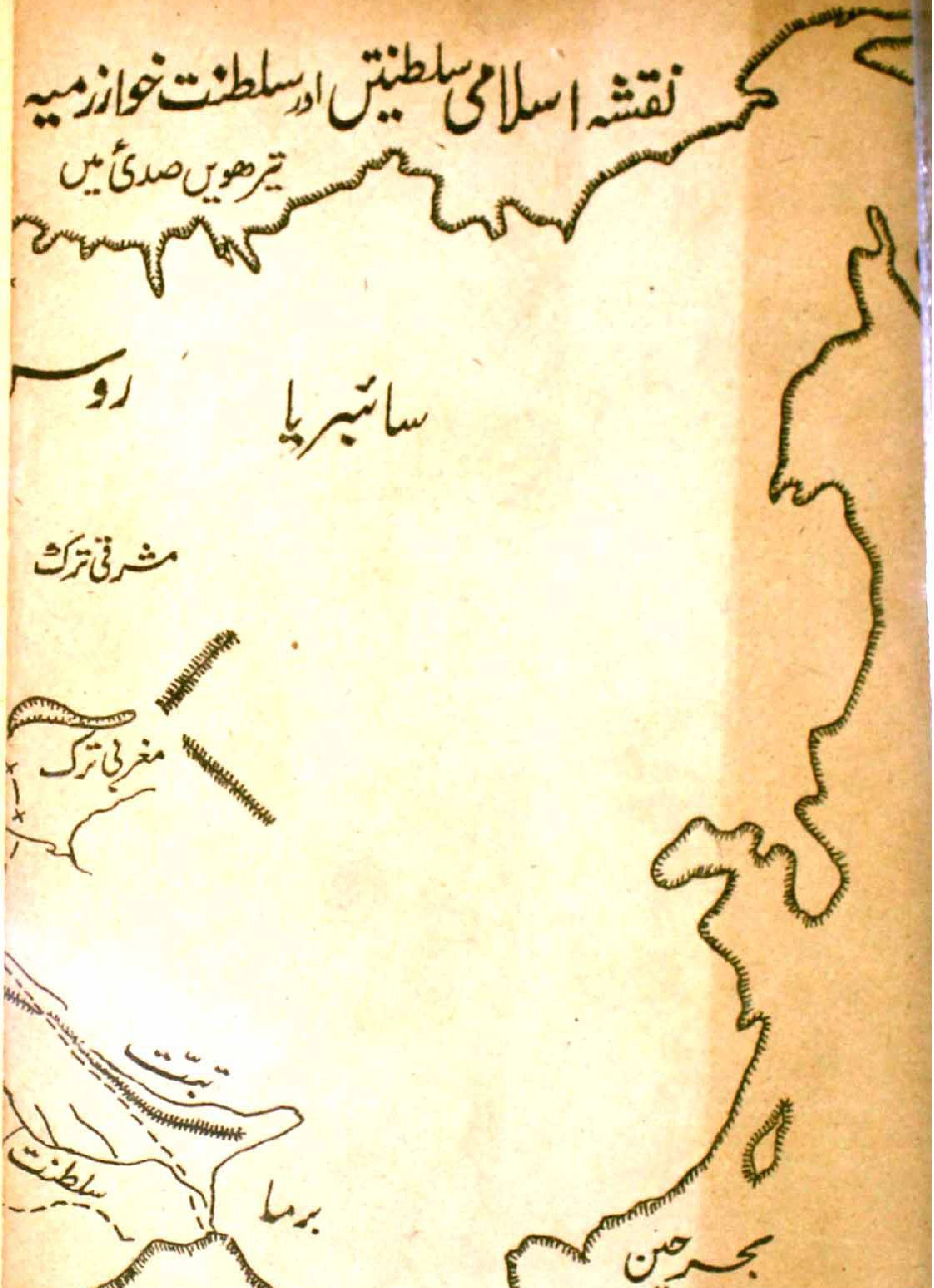

محمد شاہ

رکن الدین اگر سنجی

غیاث الدین شیر شاہ

Marfat.com

تمنا پچ گوشہ نشین

Marfat.com

ناراض تھا اس لئے تمغاچ سے ہمدردی کی اور اس کی عزت افزائی کے لئے "عز الامۃ کعب المسلمین مؤید العدل" کا خطاب مرحمت فرمایا۔

خوارزم شاہ
۱۰۷۷ - ۱۱۲۳

سامانیوں کے خاتمہ سے پہلے صوبہ خوارزم الک خان اور محمود غزنوی کے مابین حد فاصل تھا۔ خوارزم جب آزاد و خود مختار ہو گیا تو غزنویوں سے صلح کر لی۔ شاہ خوارزم کے انتقال کے بعد محمود غزنوی نے التون تاش کو وہاں کا گورنر مقرر کر دیا۔ لیکن ملک شاہ سلجوقی نے فتح کر لینے کے بعد خوارزم کا گورنر اپنے طشت بردار بانگین کو بنا دیا۔ خوارزم دو حصوں میں منقسم تھا۔ جنوبی حصہ میں شہر کتھ شامل تھا اور خوارزم شاہ کی حکومت تھی۔ شمالی حصہ میں گرگنج تھا اور امیروں کا قبضہ تھا۔ امیر اور شاہ میں برابر اختلاف رہتا تھا۔[۱۶] بانگین کا غلام نوشتگین امیر گرگنج تھا اپنے آقا کے بعد ۹۹۵ء میں وہی وارث ہوا اور وہی خوارزمی سلطنت کا بانی بنا۔ (گردیزی ص۱۶ و نرشخی)۔ نوشتگین نے اپنے لڑکے قطب الدین کو اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی۔ اس نے ۱۰۹۷ء میں بادشاہ بن کر اپنے تدبر و اخلاق سے بیحد مقبولیت حاصل کی[۱۱]۔ ۱۱۴۱ء میں جب سلجوقی قاراخانیوں سے زیر ہو گئے۔ تو خوارزمی سلطنت سلجوقیوں کی وارث بن گئی[۳]۔

شجرۂ خوارزمی
۱۰۷۷ - ۱۱۲۳

انوشتگین
|
قطب الدین
|
عزیز
|
ارسلان

- محمد تکاش
  - تاج الدین علیشاہ (کردستان)
  - یونس خان (رے)
  - ناصر الدین ملک شاہ (خراسان)
  - علاء الدین محمد شاہ
    - جلال الدین منگبرتی
    - غیاث الدین پیر شاہ
    - رکن الدین گرسنجی
- سلطان محمود شاہ

غزیا سلجوق

جنوبی روس کے تاتار۔ جیحون کے ترکمان اور ماوراء النہر کے ترک ان سب میں امتیاز کرنا آسان بات نہیں۔ اصل میں سائبریا کے خانہ بدوش ترک شمالی و مغربی ترکوں میں منقسم ہیں۔ شمالی ترک الٹائی سے چین اور ترکستان چلے گئے تھے۔ شمالی ترکوں میں (چینی و روسی)۔ ترکستان کے ازبیگی شمار کئے جاتے ہیں اور ان سے ہی کریمیا اور والگا کے ترکوں کا سلسلہ مل جاتا ہے مغربی ترکوں میں مشرقی ترک قسطنطنیہ کے عثمانی۔ ایران کے آذر بائیجانی اور ترکمان شامل ہیں۔ مگر سائبریا کے خانہ بدوشوں میں شمالی و مغربی ترکوں کے علاوہ دو اور خانہ بدوش تھے جن کو سلجوق اور مغل کہا جاتا ہے۔ سلجوق کا سلسلہ مغربی ترکوں سے ملتا ہے اور یہی غز۔ اور ترکمان بھی کہے جاتے ہیں۔ تاریخ گزیدہ کے مطابق سلجوق کا قبیلہ کبک ۲۹۸۵ میں ترکستان سے ماوراء النہر پہنچا اور سمرقند و بخارا میں مقیم ہوا۔ سلجوق چونکہ بھیڑیں پالتے تھے اس لئے چراگاہوں کی وجہ سے انھوں نے سیحون عبور کیا۔ اور سلطان محمود غزنوی نے انھیں نساء اور ابی وردیں آباد کیا۔ ان کا مورث تقاق تھا جس نے اسلام قبول کیا۔ کب اور کیسے۔ یہ صحیح طور پر نہیں معلوم۔ روایت ہے کہ اسرائیل بن سلجوق سے محمود غزنوی نے ان کی تعداد کے متعلق دریافت کیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ اگر تیر دکھادوں تو ایک کروڑ سپاہی آموجود ہوں اور کمان بھی دکھادوں تو اس سے دوگنے اور حاضر ہو جائیں۔ محمود نے اس مبالغہ کی لغویت پر اسرائیل کو قید کر دیا۔ اب اس قبیلہ کا سردار میکائیل ہوا اس کے لڑکے طغرل اور چغری بیگ تھے جنھوں نے سلجوقی سلطنت بنائی بعض مورخین کہتے ہیں کہ غزنویوں اور قاراخانیوں کی لڑائیوں میں یہ قبیلہ منتشر ہو کر پریشان حال پھرتا تھا۔ ان کی ایک شاخ ۹۵۶ء میں بمقام جند قیام پذیر ہوئی تھی جو اپنے سردار کے نام پر سلجوق کہلائی۔ اس سلجوق نامی سردار کو اس کے آقا بیغو خان قپچاقی نے شہر بدر کر دیا تھا۔ جب اسمٰعیل المنتصر سامانی نے سلجوقوں کی مدد سے

قاراخانیوں کو شکست دی ہے تو اسی سال سلجوق مسلمان ہوا تھا [۱] ابن اثیر نے صرف اتنا لکھا ہے کہ جند کی بود و باش کی وجہ سے مسلمانوں کے اخلاق و تمدّن کو دیکھکر ماوراالنہر کے امتزاج سے سلجوق نے اسلام قبول کیا [۲] مسعود غزنوی غز پر مہربان تھا۔ لیکن یہ غزان سلجوقیوں سے علیحدہ معلوم ہوتے ہیں کیونکہ جب خراسان طبرستان جرجان اور گورنر خوارزم ہارون نے متحدہ بغاوت کر کے مطلق العنانی اختیار کی تو مسعود نے ہندوستان سے لوٹ کر ان سب کی مدد کرنے کے شبہ پر غز پر عتاب کیا تھا اور ان کو شہر بدر کرنے میں سلجوق نے مسعود کی مدد کی تھی۔ جب اس کے بعد میکائیل کسی جنگ میں مارا گیا تو طغرل اور چغری مسعود کے خلاف ہو گئے۔ ۱۰۳۶ء میں چغری بیگ نے مرو پر غزنویوں کو شکست دی اور اپنی ریاست وہاں بنالی۔ ۱۰۳۷ء میں طغرل نے نیشاپور فتح کیا اور رفتہ رفتہ ۱۰۵۹ء تک کل خراسان پر قبضہ کر لیا۔ غزنویوں نے اپنی کمزوری دیکھکر سلجوقیوں سے صلح کر لی اور غزنوی حکومت برائے نام ۱۱۶۰ء تک چلی۔ طغرل نے بویہ کی خبر لی۔ ایران پر قبضہ کیا۔ ۱۰۴۸ء تک آذربائیجان جزیرہ اور ایشیائے کوچک اس کے تصرف میں آگئے۔ طغرل اور چغری جب ایک مقام سے دوسرے مقام کو فتح کرنے جاتے تھے تو نہ صرف فوج جاتی تھی بلکہ ترکوں کی کل آبادی منتقل ہو جاتی تھی۔ عربوں نے کبھی ایرانیوں کا تعاقب کرتے ہوئے مغرب سے مشرق میں بلاد جیحون پر تسلط جمایا تھا لیکن اب ان ترکوں نے بلاد جیحون سے نکل کر مغرب کی جانب فتوحات کیں۔ عرب اور سلجوق دونوں مسلمان تھے مگر عرب عالم اور صاحب تہذیب تھے اور ان کا مقصد فتوحات سے علم و تہذیب کی اشاعت تھا۔ ان کے اثرات سے بخارا اور بلخ صدیوں تک علم کے مرکز بنے رہے۔ مگر ان ترکی قبائل کا مطمع نظر سوائے ملک گیری کے اور کچھ نہ تھا۔ بہر حال طغرل اور چغری نے جب مغرب کا رُخ کیا تو فتح و کامرانی ان کے ہم رکاب تھی [۱۵]۔

ارسلان ترکی نے جو بساسیری کے نام سے مشہور تھا ترکوں اور مصریوں کی مدد سے بغداد پر قبضہ کر لیا تھا۔ طغرل نے ملک رحیم دیلمی کا استیصال کر کے اور بساسیری کو زیر کر کے خلیفۂ بغداد کو بویہ کے پنجوں سے چھڑایا اور سلطنت بویہ کا جنازہ عراق سے نکلوا دیا۔ اس کے بعد خلیفۂ قائم نے ۱۰۵۵ء میں طغرل کا بغداد میں شاندار استقبال کیا۔ نائب خلیفہ بنایا۔ سات خلعت دے کر "ملک المشرق والمغرب" کا خطاب دیا طغرل کی بھتیجی کے ساتھ شادی کی اور اپنی بہن کی شادی طغرل سے کرنا چاہتا تھا کہ طغرل کا ۱۰۶۳ء میں انتقال ہو گیا۔ سلجوقیوں کے دَور میں بھی خلفاء عباسی کی بیچارگی آلِ بویہ کے دَور سے کچھ کم نہ تھی، فرق صرف اتنا تھا کہ حکومت کرنے کے لئے بنی بویہ خود بغداد میں رہتے تھے اور سلجوقیوں کا سپہ سالار نائب کی حیثیت سے کام کرتا تھا سلجوقیوں نے بھی خلیفہ کے لئے بطور وظیفہ کے جاگیر مقرر کر دی تھی اور خلیفہ کو انتظام سلطنت سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ لیکن باین ہمہ سلجوقی نائب خدا سمجھ کر خلیفہ کا واقعی ادب واحترام کیا کرتے تھے۔ اور آل بویہ کی طرح ذلیل نہیں کرتے تھے جغری کا دارالحکومت مرو اور طغرل کا نیشاپور تھا۔ لیکن دونوں ایک تھے۔ طغرل کا وارث اس کا بھتیجہ الپ ارسلان ہوا۔ جس نے نظام الملک طوسی کو وزیر بنایا تھا۔ رومیوں پر اس نے حملے کئے اور وہ چاہتا تھا کہ مغرب کی فتح سے فارغ ہو کر جیحون پار اپنے آبائی ملک کی تسخیر کرے مگر ۱۰۷۲ء میں ایک قیدی یوسف خارزمی نے اُسے قتل کر دیا۔ ملک شاہ سلجوقی فاتح ہونے کے علاوہ صاحب تدبیر اور بہترین منتظم بھی تھا۔ تخت نشین ہو کر اس نے چین سے لیکر قسطنطنیہ تک اپنی سلطنت کو وسیع کر لیا۔ اس کے عہد کے آخری پندرہ سال میں دولت وتعلیم معراج کو پہنچ گئی۔ معروف کرخی احمد حنبل اور ابو حنیفہ اسی زمانہ میں تھے ۱۰۰۱۔ اپنی بیوی کے کہنے سے اس نے نظام الملک کو معزول کر دیا تھا جس کو اسی سال حسن بن صباح

Marfat.com

کے ایک فدائی نے قتل کر دیا۔ اور اس کے مرنے کے چند ماہ بعد سنہ ۱۰۹۳ء میں ملک شاہ کا بھی انتقال ہو گیا۔

شجرۂ سلجوق

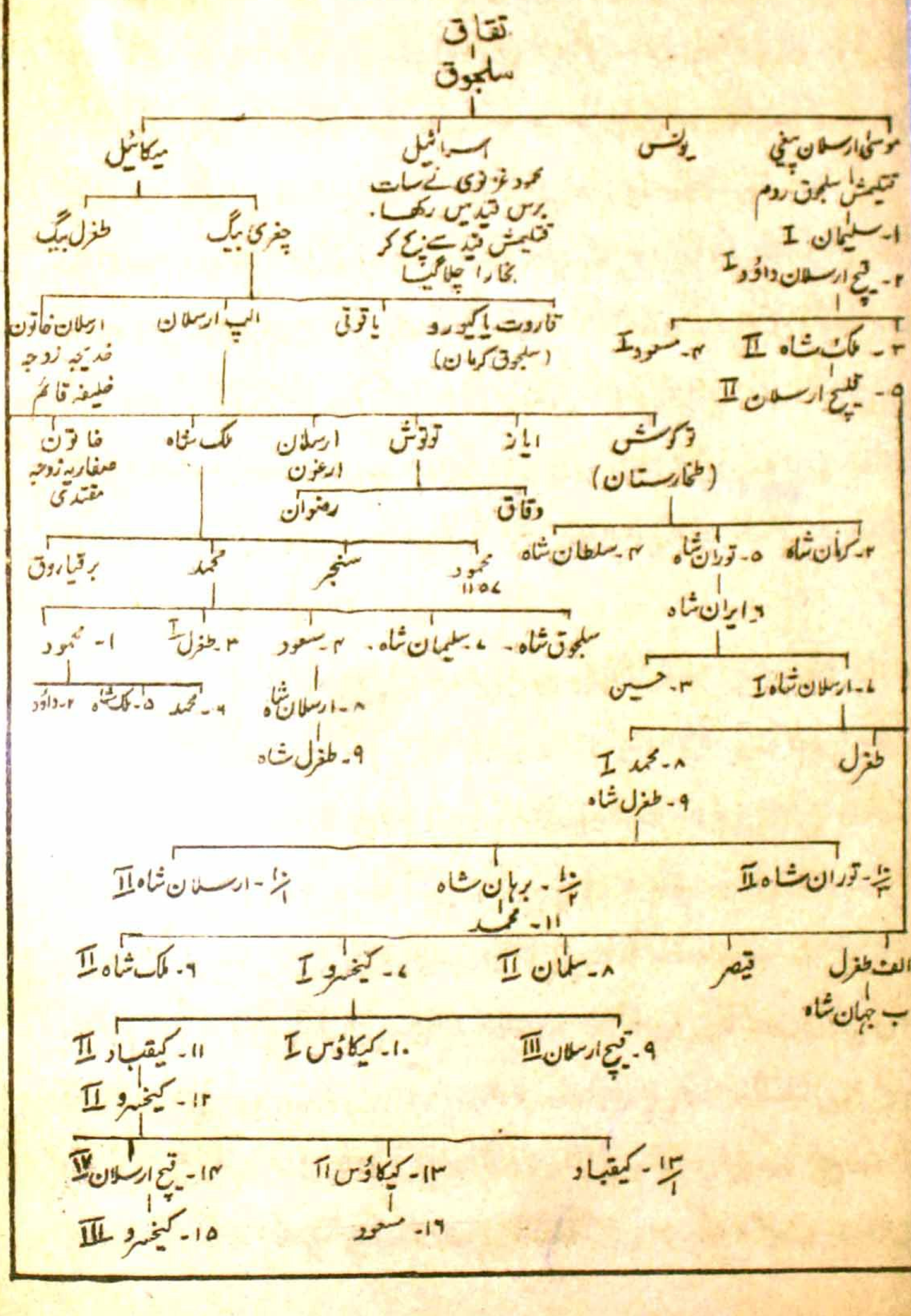

Marfat.com

ملک شاہ کے چاروں لڑکے برقیارق ۔ محمد ۔ سنجر اور محمود یکے بعد دیگرے برسر حکومت آئے ۔ سنجر ابتداء میں خراسان کا گورنر تھا ۔ ۱۱۲۹ء میں سلطان بنا اور ۱۱۵۷ء میں راہی ملکِ بقا ہوا ۔ نواح بلخ میں غز نے اس کو گرفتار کر کے چار برس اپنے یہاں قید میں رکھا تھا ۔ اس کی بیوی بھی مقید تھی ۔ اسی لئے اس نے رہائی کی کوشش نہیں کی ۔ مگر بیوی کے انتقال کے بعد وہ کسی طرح قید سے نکل بھاگا ۔ اور مرو پہنچ کر اس کا انتقال ہوا ۔ اس کی عدم موجودگی میں غزدن نے خوب لوٹ مار کی ۔ علاء الدین جہان سوز کو گرفتار کر کے اس نے غزنی کے بہرام شاہ کی مدد کی تھی ۔ ملک شاہ کے انتقال کے بعد بھائیوں میں تفرقہ پڑ گیا تھا اور سلطنت تقسیم ہو گئی تھی ۔ حلب قونیہ اور دمشق کی ریاستوں کی تقسیم اس طرح ہوئی ۔ سلجوق کرمان (۱۰۴۱ - ۱۱۸۲) سلجوق شام (۱۰۶۴ - ۱۱۱۴) سلجوق عراق (۱۱۱۷ - ۱۱۸۴) سلجوق روم (۱۰۷۰ - ۱۱۶۱) غرض سلجوقیوں کا اتنا رعب اور دبدبہ تھا کہ فاطمی خلفاء ان کا نام خطبہ میں اپنے نام کے ساتھ شامل کیا کرتے تھے ۔

فرقہ باطنیہ اسمٰعیلیوں میں عبداللہ بن میمون نے ۸۷۳ء میں اس فرقہ کی بنا ڈالی یہ ایرانی النسل اہواز کا رہنے والا تھا ۔ اس تحریک کا مدعا یہ تھا کہ عرب و عجم اور یہود و نصاریٰ وغیرہ سب کو متحد کیا جائے ۔ حسن بن صباح اثنا عشری تھا مگر خراسان میں ناصر خسرو کے اثر سے فاطمی بن گیا ۔ پھر حاکم رے کی مخالفت کی وجہ سے مصر چلا گیا ۔ یہاں اس نے مقبولیت حاصل کی اور اشاعت کے لئے مشرق کی جانب بھیجا گیا ۔ واپس آ کر اس نے یزد ۔ کرمان اور طبرستان میں فاطمیوں کی تبلیغ کی ۱۱ قلعہ التموت دیلمیوں نے بنایا تھا اور ایک علوی کے قبضہ میں تھا ۔ ۱۰۹۰ء میں فریب دے کر حسن بن صباح نے حاصل کر لیا اور مختلف مقامات پر اسی طرح کے تبلیغ کے مرکز بنائے ۲۷ خلیفہ منتصر فاطمی کی وفات پر ۱۰۹۴ء میں مصر کے فاطمیوں سے اس نے

جدائی اختیار کرلی اور شیخ الجبل کا لقب اختیار کیا۔ اس کے نظام میں داعیوں کے افسر اعلیٰ کو وزارت کا عہدہ تھا۔ وزرائے کے بعد صحابہ کہلائے تھے اور پھر فدائیوں کا درجہ تھا[۱]۔ حسن بن صباح کا انتقال ۱۱۲۴ء میں ہوا[۲]۔ پھر ۱۱۶۴ء میں اسی فرقہ کے ایک شخص حسن نے امامت کا دعویٰ کیا اور ملاحدہ کے نام سے فرقہ مشہور ہوا۔ ۱۲۱۰ء میں اس کا جانشین جلال الدین سنّی ہوگیا اور خلیفہ ناصر سے مراسم پیدا کئے اور اسی لئے خوارزم شاہ خلیفہ ناصر سے جلنے لگا[۲]۔ بہر حال باطنیوں کو ۱۲۵۶ء میں ہلاکو خاں نے نیست نابود کردیا۔

فاطمی خلافت
۹۰۹ — ۱۱۷۱

اس تحریک کا بانی عبداللہ بن میمون پوتہ ابو محمد عبداللہ تھا۔ اپنے آپ کو علوی کہتا تھا مگر در اصل مجوسی تھا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۰۸) اس نے شمالی افریقہ کا بڑا حصہ فتح کرلیا تھا اور مہدیہ کو اپنا مستقر بنایا تھا۔ اس میں ساٹھ سال کے بعد مصر بھی شامل کرلیا گیا اور قاہرہ آباد کیا گیا۔ دسویں صدی کے آخر میں شام و بیت المقدس بھی فتح کرلئے تھے اس خلافت کا اثر و رسوخ مغرب میں بحر اخضر۔ مشرق میں دریائے فرات شمال میں ایشیاء کوچک اور جنوب میں بلاد نوبہ تک تھا۔ جزیرہ سسلی اور حجاز فاطمی خلافت کے قلمرو میں شامل تھے یمن موصل اور ماوراء النہر اس خلافت سے متاثر تھے۔ خلافت فاطمی خلافت عباسی کی حریف تھی اور اسی کو سب سے بڑا اسلامی مرکز سمجھا جاتا تھا۔ اس خلافت فاطمی کو صلاح الدین ایوبی نے ختم کیا۔ خلیفہ حاکم بامراللہ اور اس کا وزیر الدروزی مشہور شخصیتیں ہیں۔ الدروزی کا نام فرقہ دروز سے ابھی تک باقی ہے[۱]

سلطنت ایوبی

ہارون رشید نے عیسائی زائرین کے لئے بیت المقدس میں آسانیاں بہم پہنچادی تھیں۔ بغداد اور مصر کی ناچاقیوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے عیسائیوں کو موقع مل گیا۔ بیت المقدس فتح کرنے کے

Marfat.com

لئے تمام یورپ کو متحد کرلیا اور دوسو برس تک جنگ صلیبی لڑی۔ عیسائیوں نے ۱۰۹۹ء میں فلسطین پر قبضہ کیا اور ۸۸ برس تک قابض رہے۔ مگر صلاح الدین نے مصروشام کو متحد کرکے ان کو شکست فاش دی صلیبی جنگوں کے ذریعہ یورپ میں اسلامی تمدن کی اشاعت کی ایک صورت خود بخود پیدا ہوگئی اور یورپ نے اپنے مذہب کی خامیوں کا احساس کیا۔ چنانچہ لوتھر نے اپنے مذہب کی اصلاح کی۔ اس اصلاح کے اصول اسلامی تعلیم کے اتباع میں ہیں[۲۶]۔ بعہد خلیفہ مستظہر ۱۰۹۵ء میں جب جنگ صلیبی شروع ہوئی تو عربوں اور ترکوں نے متحد ہوکر مدافعت کی لیکن قونیہ میں پیٹر کو شکست دینے کے بعد دونوں میں اختلاف ہوگیا[۲۷] اور فاطمی خلفا، عیسائیوں کے بجائے شام میں ترکوں سے گتھ گئے۔ برقیاروق سلجوقی کے انتقال کے بعد صلاح الدین کی بہادری اور فراست کا چرچا ہوا[۱] ۱۱۴۷ء میں سلجوقیوں کے حلب وموصل والے اتابیگ عمادالدین نے اپنی ریاست بنائی۔ عمادالدین کے وارث سیف الدین اور نورالدین ہوئے۔ نورالدین نے فرانس والوں پر متعدد حملے کئے۔ فرانس اور سلجوقیان دمشق کی لڑائیوں میں جب فرانس پسپا کردیا گیا تو دمشق کو نورالدین نے فتح کرلیا اور فلسطین پر تاخت کی۔ یہاں خلیفہ مصر عاضد کے خلاف اس کے وزیر نے نورالدین سے سازش کی لیکن مقصد حاصل ہوجانے کے بعد وزیر اپنے معاہدے سے پھر گیا اور نورالدین کو اس سے پرخاش ہوگئی۔ بعد میں خلیفہ مصر کی امداد طلبی پر نورالدین نے اپنے نائب شیرکوہ کو روانہ کرکے شاہ بیت المقدس کی فوج کو شکست دلوائی۔ خلیفہ عاضد شیرکوہ سے خوش ہوا اور شیرکوہ سے اپنے وزیر کو قتل کروادیا۔ اب وزارت شیرکوہ کو دی گئی مگر اس کا انتقال جلد ہی ہوگیا۔ اس کے بھتیجہ صلاح الدین نے کارہائے نمایاں کئے تھے۔ لہٰذا چچا کے بعد اس عہدہ پر وہی فائز کیا گیا۔ صلاح الدین عاضد کے دربار

کی سازشوں سے پریشان تھا۔ نورالدین سے اشارہ پاکر مصر کی مسجدوں میں بجائے خلیفہ مصر کے خلیفہ بغداد کا خطبہ پڑھوا دیا۔ ۱۱۷۱ء جب عاضد معزول کر دیا گیا اور مر گیا تو حکومت صلاح الدین کو مل گئی۔ لیکن اسے اندیشہ تھا کہ نورالدین اسے برطرف نہ کردے لہٰذا اپنی قوت بڑھانے کے لئے صلاح الدین نے یمن فتح کر لیا۔ اس طرح مستحکم ہوکر اس نے جنگ صلیبی میں کارہائے نمایاں کئے اور مقبولیت حاصل کی۔ نورالدین کی وفات کے بعد بجائے اس کے لڑکوں کے اس کی ریاست پر صلاح الدین قابض ہوگیا۔ صلاح الدین ترک نہیں تھا بلکہ کرد تھا اس نے عربی تہذیب کا اپنی سلطنت میں احیاء کیا۔ شاہ انگلستان رچرڈ کی واپسی کے بعد ۱۱۹۲ء میں صلاح الدین کا انتقال ہوا اور سلطنت ایوبی تین حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک مصر میں۔ دوسری دمشق۔ بیت المقدس اور شام زیرین میں۔ اور تیسری حلب اور بالائی شام میں ۱۱ -

غوری
۱۱۴۸ - ۱۲۱۵

ہرات اور غزنی کے مابین پہاڑی علاقہ میں غوریوں کی حکومت کی بنا غالباً ۱۱۴۸ء میں شروع ہوئی اور محمود غزنوی کے زیر اثر قائم ہوئی۔ غزنوی اور غوریوں کے درمیان شادی بیاہ کا رشتہ تھا۔ بہرام شاہ مسعود بن ابراہیم غزنوی نے جب قطب الدین غوری کو پھانسی دی تو ۱۱۴۸ء میں غوریوں نے غزنی فتح کر کے بہرام شاہ کو معزول کر دیا اور وہ ہندوستان بھاگ گیا۔ بہرام شاہ نے ہندوستان سے فوج لیکر اور خفیہ سازش کر کے غزنی کو واپس لے لیا اور سیف الدین کو قتل کر دیا۔ چھ سال بعد علاءالدین غوری نے غزنی کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اسی واسطے وہ جہانسوز کہلایا۔ سلطان سنجر نے اس موقع پر بہرام کی مدد کر کے علاءالدین کو گرفتار کر لیا۔ پھر ۱۱۶۱ء میں افغانستان کے حملہ میں سلجوقیوں نے غزنی اور غور دونوں کو تباہ کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد غوریوں نے اپنے آپ کو مجتمع کر کے خراسان کا کچھ حصہ فتح کر لیا۔ شہاب الدین غوری نے

Marfat.com

غزنی پر قبضہ کرنے کے بعد مہاراجہ پرتھی رائے کو شکست دے کر دہلی فتح کی [۲۷-۱۱]

بارہویں صدی کے آخر میں جب سلجوقی سلطنت سوائے ایشیائے کوچک کے ہر جگہ ختم ہو گئی اور محمد غوری نے خراسان میں فتوحات کیں تو افغانستان میں عربی و نومسلم ہندی مبلغین نے اسلام کی اشاعت کی لیکن وہاں ایک عجیب بے سروپا روایت مشہور ہے کہ پہلی صدی ہجری میں عربوں نے غور فتح کیا تھا اور حضرت خالد نے خود دعوت اسلام دی تھی۔ وہ چھ سات افغانیوں کو خدمتِ رسول میں لے گئے تھے۔ انھیں افغانیوں نے واپس آکر تبلیغ دین کی اور شاہ کابل کو مسلمان کیا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ افغانستان میں بعہد مامون اسلام کی اشاعت کی گئی تھی اور ۸۷۱ء میں یعقوب بن لیث نے تبلیغ کی تھی لیکن مستقل طور پر سبکتگین اور محمود غزنوی کے زمانہ میں یہاں اسلام کو مقبولیت حاصل ہوئی [۲۲-۱۱]۔

شجرۂ غوری

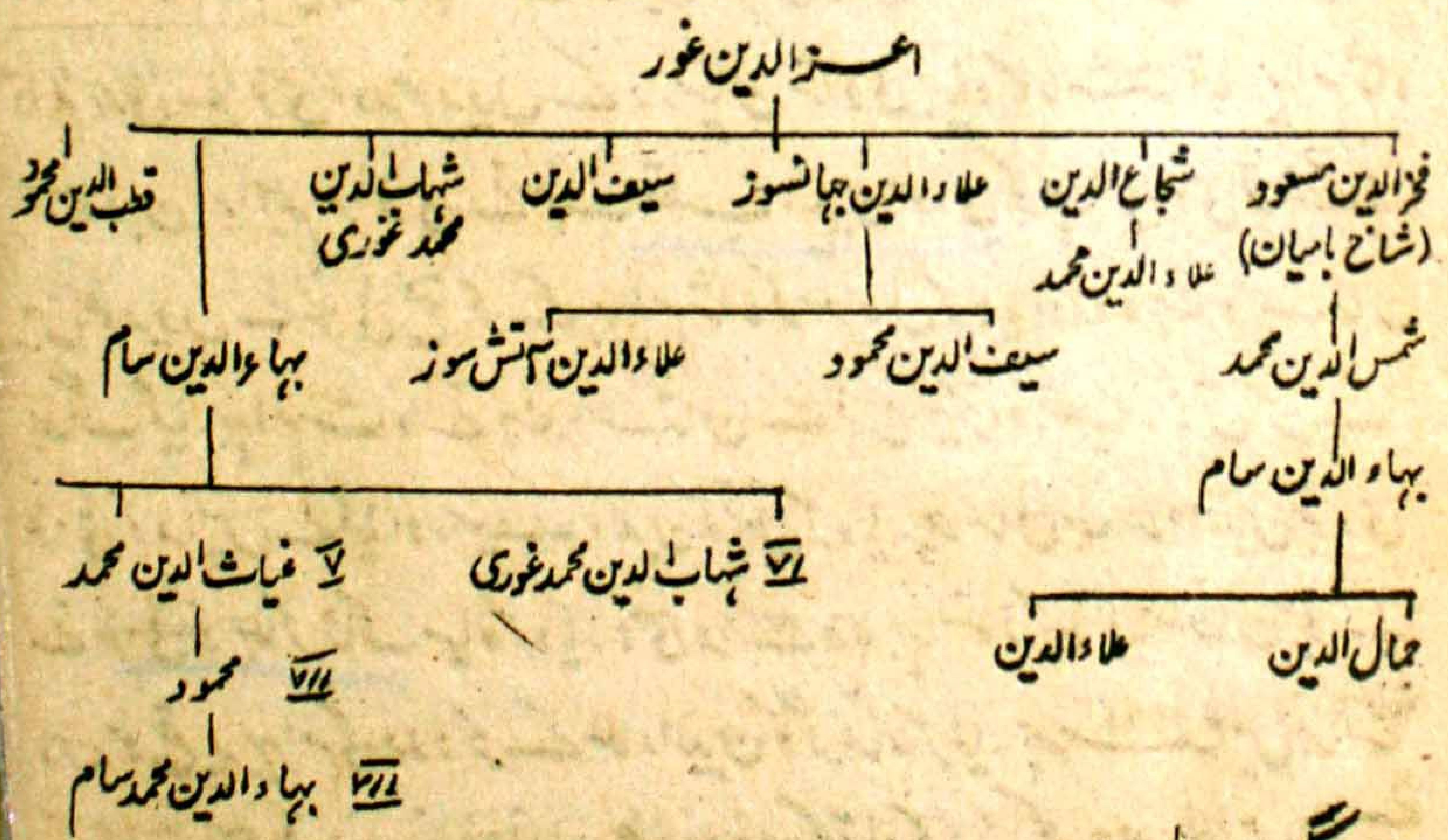

اتابیگ اتابیگ ایک خطاب تھا جو سلجوقیوں کے شہزادوں کے اتالیقوں کو دیا جاتا تھا۔ اتابیگ اپنی جاگیروں میں خود مختار بن کر صاحب سلطنت ہو گئے۔

Marfat.com

سلغور ایک ترکمان سردار تھا اور طغرل سلجوقی کی ملازمت میں تھا۔ سلغور کا ایک عزیز سنکور اتابیگوں کی سلطنت کا بانی ہوا اس نے ۱۱۴۸ء میں صوبہ فارس لے کر شیراز کو پایہ تخت بنایا۔ اس کا تیسرا جانشین سعد زنگی ہوا جس نے صوبہ کرمان ۱۲۰۴ء میں فتح کیا اس نے خوارزم شاہ کو اس کے حملۂ بغداد میں شکست دی تھی مگر خود گرفتار ہوگیا تھا۔ خراج کا وعدہ کر لینے اور معافی مانگ لینے پر اسے رہائی ملی۔ اسی کی لڑکی سے جلال الدین منگبرتی خوارزمی کی شادی ہوئی تھی۔ وہ سعد کے بعد ابوبکر ۱۲۲۶ء میں تخت نشین ہوا۔ یہی شیخ سعدی کا ممدوح اور ہلاکو خان کا رفیق تھا۔ فارس کے ان اتابیگوں کے علاوہ آذربائیجان میں بھی ایک اتابیگی خاندان تھا جس نے ۱۱۴۸ء سے ۱۳۲۹ء تک حکومت کی۔ لرستان کے اتابیگوں نے مغلوں کی اطاعت کر لی تھی اور اسی خاندان کے اتابیگ یوسف شاہ اول نے ایک موقع پر اباقان کو قتل ہونے سے بچایا تھا۔

ادریسی نے لکھا ہے کہ ابتدائی قاراخانی اور سلجوقی محمود غزنوی اور مسعود سے زیادہ مذہب کے پابند تھے۔ قاراخانیوں نے حکومت سے زیادہ مذہب کی وقعت کی اور مذہب کو حکومت کا آلہ کبھی نہیں بنایا۔ شراب انھوں نے کبھی نہیں پی۔ سب منصف مزاج تھے محمود غزنوی اور مسعود کی طرح ذاتی مفاد کا نظام مملکت میں انھوں نے کبھی دخل نہیں ہونے دیا۔ بادشاہت کو ذاتی نہیں بلکہ خاندانی حکومت سمجھتے تھے۔ سلجوقی تعلیم یافتہ نہیں تھے مگر ان کے وزیر صاحب علم تھے۔ سلجوق نے عالموں اور حاکموں میں اختلاف دور کرنے کی ہمیشہ کوشش کی اور علماء و شیوخ کا برابر ادب کیا۔ شیخ ابوسعید مہیانی کا سلجوق خاص طور پر ادب کرتے تھے۔ یہ حضرت درویش تھے مگر شاہانہ طرز رکھتے تھے۔ شیخ ابوالحسن خرقانی اعتراض کرتے تو جواب دیتے کہ خدمت خلق ہر لباس و رنگ میں ممکن ہے۔ شیخ ابوسعید اور ابوعلی سینا میں یگانگت تھی۔ وہ فرماتے میرے مجاہدات اور ابوعلی سینا کے تجربات ایک ہی نتیجہ پر پہنچاتے ہیں۔ اور ابوعلی سینا کہتے کہ شیخ کی نظر میرے علم خبر کو دیکھ لیتی ہے۔[۵]

ابراہیم تمغاج کا باپ گوشہ نشین ہوگیا تھا اور ابراہیم خود مختار اور زاہد تھا۔ تمغاج نے بغیر علمار کے مشورے کے کوئی محصول نہیں لگایا۔ ایک مرتبہ واعظ ابو شجاع نے کہدیا تھا کہ تم بادشاہت کے لائق نہیں ہو تو وہ مستعفی ہونے کو تیار ہوگیا۔ عوفی نے تمغاج کو بادشاہ بے نظیر اور ولی کامل لکھا ہے۔ تمغاج نے ڈاکوؤں میں سے ایک جماعت غازیوں کی تیار کی تھی جو اخلاقِ حسنہ سے مزین ہو کر خدمتِ خلق کیا کرتی تھی۔ تمغاج اگرچہ رحم دل اور پابندِ شرع تھا مگر پھر بھی امام ابوالقاسم سمرقندی کو اس نے پھانسی دلوائی تھی جس پر بقول عوفی رعایا ناخوش ہوئی اور بقول ابن اثیر رعایا خوش ہوئی۔ ارسلان خان مذہب میں پختہ تھا۔ قپچاق میں اس نے جہاد کیا۔ صوفی حسن البخاری والسامانی نمد پوش کا مرید تھا۔ اس شیخ نے خانقاہِ بخارا سے تیس برس اشاعت اسلام کی۔ صوفی ابوبکر کلاآبادی [۱۶] اور فقیہ اشرف محمد سمرقندی ہمعصر تھے مگر دونوں میں تعلقات خوشگوار نہیں تھے۔ ارسلان خان کے لڑکے کی مسندنشینی کے موقع پر فقیہ نے فساد کرادیا۔ تو اپنے دوسرے لڑکے احمد سے ارسلان خان نے فقیہ کو قتل کروادیا۔ بہرحال اس عہد میں مولویوں سے زیادہ صوفیوں کی قدر تھی اور صوفیوں ہی کی بدولت تبلیغ اسلام ہوئی۔ [۱۶]

سنجر سلجوقی۔ قاراخطائی اور خوارزم شاہ

اگر روس کی سیاہ زمین نے خانہ بدوشوں کو اپنے یہاں دعوت دی تو چین کی زرد زمین نے بھی ان کی مہمان نوازی کی۔ خاندان ٹینگ کے بعد چین میں پانچ حکومتیں ہوئیں۔ تا آنکہ سنگ کی نوبت آئی۔ ٹینگ کے عہد میں تہذیب و ترقی معراج پہ پہنچ گئی تھی مگر اس تہذیب نے چین کو نادار و ناتوان بنادیا۔ اندرونی خرابیاں بغاوتوں کا باعث بنیں۔ سوداگروں اور عرب تاجروں کو قتل کیا گیا اور کینٹن میں آگ لگادی گئی۔ بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے بیرونی

Marfat.com

امداد سے کام لیا گیا۔ اور امن قائم کرنے کے لئے ترکوں کو بلایا گیا۔ انھوں نے نہ صرف بادشاہ کی نگرانی کی بلکہ سرحدوں کو بھی محفوظ کیا۔ یہ ترک قاراخطائی تھے۔ جب اس طرح وہ حکومت کے پاسبان بن گئے تو ان کے قبیلوں قفقل۔ قلاچ اور ہنچو نے متحد ہو کر سلطنتِ چین پر قبضہ کر لیا۔ اور صاحب حکومت بن کر نیوچی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مگر وہ خود اپنے آپ کو "آئی جن" کہتے تھے یعنی سونا۔ اور عرف عام میں "کنن" کہلائے۔ اس وقت جبکہ محمود غزنوی نے ۱۰۲۴ء میں ہندوستان پر فوج کشی کی تھی چین میں دو حکومتیں کارفرما تھیں۔ سلطنت سنگ اور سلطنت کن [۱۴] سلطنت کن میں جب ابتری پڑی تو ۱۱۲۳ء میں قاراخطائی کے ایک سردار نے وزیروں کو پھانسی دے دی اور حکومت کے خوف سے شمال ومغرب کی طرف کرغیوں کے قہستان میں چلا گیا۔ اس سردار کا نام ایلوتاشی تھا جو صاحب قلم بھی تھا۔ اس کی عالی نسبی اور قابلیت کا حال سن کر وہاں کے اٹھارہ قبیلے اس کے مطیع ہو گئے اور سلطنت کن کے جواب میں اس نے اپنی نئی سلطنت کی طرح ڈال دی۔ ۱۱۲۵ء میں قارلوق کے الک خانیوں کو ترکستان میں ختم کر کے وادئ تاریم پر قبضہ کیا اور چینی ترکستان بھی لے لیا۔ اس کے بعد بخارا اور سمرقند بھی فتح کر لیا۔ [۱۵] یہ دونوں تجارت اور اسلامی تہذیب کے مرکز تھے۔ قارلوق قاراخانی یہاں سے بھاگ کر ماوراالنہر چلے گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ سنجر نے محمود خان قاراخانی کو ماوراالنہر کی گورنری پر مامور کیا تھا۔

ایلوتاشی کی فتوحات کے وقت دمشق میں عیسائی صلیبی جنگ میں مصروف تھے۔ جب وہاں ان کو اس نئی سلطنت کی خبر پہنچی تو انھوں نے اس شخص کو عیسائی خیال کیا اور اپنے یہاں کی پیشین گوئی کے مطابق کہ مشرق سے مددگار آئے گا اسے "پریسٹن جان" اور شاہ ہندوستان سمجھنے لگے اور اس کی مدد کے امیدوار رہے۔ [۱۶]

مگر ایلونا شی بدھ مذہب رکھتا تھا۔ گرخان کے لقب سے مشہور ہوا۔ بالاساغون میں اپنا دارالسلطنت بنایا۔ ایران کی فتوحات سے فارغ ہو کر وہ سلطنت کن پر حملے کا ارادہ رکھتا تھا کہ ۱۱۳۶ء میں انتقال ہو گیا[۱۵]۔ اس کے بعد اس کی بہن اور لڑکی نے حکومت چلائی۔ قطب الدین خوارزمی نے اول اول قاراخطائیوں کی مخالفت کی لیکن بعد میں صلح کر لی۔ قطب الدین کے بعد سنجر کے طشت بردار عزیز نے خوارزم پر قبضہ کر لیا۔ ۱۱۴۱ء میں عزیز کے مشورہ اور مدد سے سنجر کو شکست دینے کے بعد قاراخطائیوں نے ماوراءالنہر بھی لے لیا اور قاراخانی قاراخطائیوں سے زیر ہو گئے اور مسلمانوں پر بدھ مذہب کی حکومت ہو گئی مگر قاراخطائیوں نے تعصب سے کام نہیں لیا۔ اور نہ مذہب میں مداخلت کی۔ قاراخطائی نومسلم ایرانیوں یعنی تاجیک ہی کو عامل خراج بنایا کرتے تھے۔ البتہ انھوں نے ختلان۔ صغانیاں اور گردونواح بلخ میں غز سے چراگاہیں چھین لی تھیں۔ اس کو ظلم نہیں کہا جا سکتا۔ اس سے پہلے حسب قرارداد بھیڑیں نہ دینے پر ۱۱۵۳ء میں غز اور سنجر سلجوقی سے لڑائی ہوئی تھی اور غز نے سنجر کو گرفتار اور مقید کر لیا تھا[۲۰]۔ عزیز جب خوارزم کا بادشاہ بن گیا تو سنجر اور عزیز سے مستقل طور پر ۱۱۴۷ء میں صلح ہو گئی لیکن ارسلان کو جب ۱۱۵۶ء میں خوارزمی گدی ملی تو سنجر کی وفات کے بعد اس نے سلجوقیوں سے آزادی اختیار کر لی۔ تاجیک کے مقابلہ میں عرب قاراخطائیوں کو قابلِ اعتبار سمجھا کرتے تھے۔ قاراخطائیوں سے سلجوقی دب گئے تھے اور اتابیگ جنوب میں اور قیصر روم مغرب میں مرعوب تھے[۲۱]۔

اسی زمانہ میں تبت والوں کی حکومت سی سیا (HSI HSIA) میں تھی چین کی تجارتی سڑک لاب نور ہو کر یہیں سے گذرتی تھی چین کے باغی اور مخالف یہیں آ کر پناہ لیتے تھے اور سازشیں کرتے تھے۔ یہ حکومت مختلف تہذیبوں کی آماجگاہ تھی۔ بدھ کی عبادت گاہیں۔ عیسائیوں کے گرجے اور مسلمانوں کی مسجدیں یہاں موجود تھیں[۵]۔

Marfat.com

لیکن ان میں سے کسی کو ایک دوسرے سے لڑنے کی عادت نہیں تھی۔ قاراخطائیوں منگولوں اور ایغوروں کی تہذیبوں پر مسلمانوں کی تہذیب کو غلبہ حاصل تھا۔[۱۵]

سنجر کے انتقال کے بعد سلجوقی ریاستوں میں اتحاد باقی نہیں رہا تھا۔ ارسلان خوارزمی نے خراسان پر آسانی سے قبضہ کر لیا۔ پھر شاہ محمد تکاش خوارزم و خراسان کا تنہا مالک بن گیا۔ نئی فتوحات کی خلیفہ ناصر سے سند حاصل کر لی اور تیس ہزار سالانہ خراج پر قاراخطائیوں سے معاہدہ کر لیا۔ مرنے سے پہلے اس نے وصیت کی تھی کہ خوارزم کی مشرقی حد کے محافظ چونکہ قاراخطائی ہیں لہٰذا ان سے کبھی اختلاف نہ کیا جائے۔ مگر علاء الدین محمد نے سمرقند کے عثمان کی خاطر گرخان سے جنگ کی اور شکست کھائی۔ گرخان نے اپنی لڑکی کے ساتھ عثمان کی شادی کے پیغام کو مسترد کر دیا تھا۔ اسی لئے عثمان نے یہ شرارت کی تھی۔[۱۵] قاراخطائیوں سے شکست کھانے کے بعد شاہ محمد خوارزمی نے تراز سے آگے بڑھ کر ۱۲۰۹ء میں تبت کے سپہ سالار تنی غو کو زک دے کر اترار پر قبضہ کر لیا اور اس کی تمنا تھی کہ سی سیا کو فتح کر کے چین کی تجارت پر قابو حاصل کرے۔

۱۱۵۳ء میں بلیو (BLUE RIVER) دریا سلطنت ہائے سنگ اور کن کے درمیان حد فاصل تھا۔ سنگ نے مصلحتاً کن کے شمال میں رہنے والے مغلوں سے معاہدہ کر لیا تھا۔ اس سے پہلے مغلوں نے ۱۱۴۷ء میں ریاست کن کے ایک مختصر سے حصے پر قبضہ کر لیا تھا لیکن اس وقت کن والوں نے اس کی پرواہ نہ کر کے سکوت اختیار کیا تھا۔ اب اس معاہدہ کی وجہ سے کن والوں نے ۱۱۵۹ء میں اس حصہ کا مغلوں سے مطالبہ کیا۔ مغل کوئی معقول جواب نہ دے سکے اور سنگ والوں نے معاہدہ کے مطابق کوئی مدد نہ کی لہٰذا مجبور ہو کر مغلوں نے ۱۱۶۲ء میں کن والوں کی اطاعت قبول کر لی اور سنگ والوں سے تعلقات منقطع ہو گئے۔

Marfat.com

باب سوم

مغل

موجِ نسیم اپنی بہاریں لٹا گئی۔

منگولیا میں پہلے تین خاندان رہتے تھے۔ ترک۔ تیغوں اور مغل۔ ان سب کا طرز ماند و بود یکساں تھا۔ رسومات ایک تھیں مگر زبانیں مختلف تھیں تینوں کا مچھلی کے شکار پر گذر تھا اور سائبریا میں رہتے تھے۔ ترکوں نے جانوروں کی پرورش آہنگری اور تجارت پر بسر کی اور مغل کی بسر اوقات بھیڑوں اور گھوڑوں پر تھی۔ ایک خاندان الیغور اور تھا جس میں ترک اور مغل دونوں کی خصوصیات تھیں۔ ممکن ہے کہ وہ ان دونوں کا مجموعہ اور مرکب ہو۔ ایغور نے چھٹی اور ساتویں صدی میں نام پیدا کیا۔ اپنا خاص فن تحریر ایجاد کیا جو مقبول ہوا۔ آٹھویں صدی میں ترکوں نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا تھا مگر ان کی تحریر و تہذیب کو شکست نہ دی جا سکی [۲۱]۔ ازمنہ وسطیٰ میں ایغور سمرقند و تاشقند میں تجارت کرتے تھے اور راڈیکلوں سے ان کا مقابلہ ہوا کرتا تھا۔ یہ دونوں ایشیا کی تجارت کو اپنے ہاتھوں میں رکھنا چاہتے تھے [۱۹]۔ مغل سب سے آخر میں نمودار ہوئے اور سب سے زیادہ اونچے گئے۔ لیکن مغلوں کی کامرانی و کامیابی میں ایغور اور مسلمان تاجروں کو بہت بڑا دخل تھا۔

بیکال کا دنیا کی خوبصورت جھیلوں میں شمار ہے۔ اس کے مشرق میں قہستان

Marfat.com

اور پہاڑ ہیں۔ یہاں سے کئی چھوٹے چھوٹے دریا نکلتے ہیں۔ جو آگے بڑھکر متحد ہونے کے بعد دریائے آمو کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اب چھوٹے دریاؤں میں ایک دریا آمن بھی ہے۔ اسی کے کنارے چین کی شمالی سرحد پر سنگاری اور ارتش کے درمیان المالیک ایک تجارتی منڈی تھی۔ مغل اصل میں یہیں رہتے تھے۔ جب خطائیوں نے ۹۲۲ء میں کرغیوں کو نکال دیا تو ترک کمزور ہو گئے اور مغلوں کی بن آئی۔ رفتہ رفتہ انھوں نے چین میں رسائی کی۔ وہاں کا انتظام حاصل کر کے ان کے مورث قابل خان نے چین سے بغاوت کر دی اور اپنی طاقت کا مظاہرہ کر کے اہمیت حاصل کی[۱]۔

مغلوں کی دو قسمیں تھیں ایک وہ جو جنگل میں رہتے تھے اور جن کا شکار پر گذر تھا۔ یہ وحشی مغل کہلاتے تھے۔ دوسرے وہ تھے جو بسلسلہ صحرا نوردی قہستان میں مقیم ہو گئے تھے۔ یہ سیاہ مغل کے نام سے مشہور تھے۔ قبیلہ بورجین (نیلی آنکھ والا) مغل کے خاندان تائیجوت سے متعلق تھا۔ اس قبیلہ میں وحشی اور سیاہ دونوں اقسام کے مغلوں کی خصوصیات تھیں۔ مغل اپنی خانہ بدوشی کو اتنا ہی عزیز رکھتے تھے جتنا کہ متمدن اقوام اپنی تہذیب کو وسیع سمجھتی تھیں۔ گھوڑا پالنے والے مغل بھیڑ پالنے والے مغلوں سے افضل مانے جاتے تھے[۱]۔ چھتہ نما خیمے ان ہی کی ایجاد ہیں۔ یہ خیمے تقریباً ۲۵ فٹ مربع ہوتے تھے۔ بغیر رسی اور میخوں کے نصب کئے جاتے تھے اور گاڑیوں میں کھڑے کر کے سفر میں بھی لے جائے جاتے تھے۔ ہر قیام گاہ میں اسی طرح کے کئی سو خیمے دائرے کی شکل میں مرتب کئے جاتے تھے۔ اس ترتیب کو "گرین" کہا جاتا تھا۔ مراتب کے لحاظ سے گرین کے خیموں میں امتیاز بھی رکھا جاتا تھا۔ صاحبِ منصب یا عہدیدار کا خیمہ "اے یل" کہلاتا تھا اور ممتاز جگہ پر لگایا جاتا تھا۔ بارھویں صدی میں مویشی کی مصیبتوں اور شکار کی مشکلات سے بچنے کے لئے مغلوں

Marfat.com

نے شہری پیداوار اور مصنوعات سے اپنی ضروریات کو پورا کرنا شروع کردیا تھا
کرغی مسلمان تاجروں سے غلہ کا کاروبار کرتے تھے اور مغلوں کو مہیا کیا کرتے تھے
مغل اپنے لوہے اور لکڑی کی مصنوعات کا خطائیوں۔ ترکوں اور چینیوں سے
تبادلہ کرتے تھے۔ تجارت اور صلہ خدمات میں مغلوں کو چاندی اور سونے کے سکے
مل جاتے تھے۔ روپیہ کی گرمی نے ان میں ریاست کی شان پیدا کردی اور شہروں
میں بود و باش رکھنے لگے۔ لیکن ان کے خیموں کو نقل حرکت کرنے کی عادت تھی
اور ایک شہر سے دوسرے شہر میں جاکر اپنا شہر بسا لیتے تھے۔ عیسائی اور بدھ
بقالی کا کام کیا کرتے تھے اور روپیہ سود پہ اُٹھاتے تھے لیکن مغل ان کے مقابل
میں ایغور اور مسلمان تاجروں سے زیادہ مانوس تھے اور ان ہی کو قابلِ اعتماد سمجھا
کرتے تھے۔ مغل اپنے ہر قبیلے کو الغ کہتے تھے۔ ہر الغ میں متعدد گھر ہوتے تھے جن کو
یاسون (ھڈی) کہا جاتا تھا اور ہڈی کی خصوصیت کی وجہ سے ایک الغ کی
شادی دوسرے الغ سے ممنوع تھی۔ لہٰذا اغوا اور زنا کا مغلوں میں عام رواج
تھا۔ ہر "ایل" اپنے خیموں اور جانوروں کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ مشترکہ جائداد کا
ان میں رواج نہ تھا۔ بالغ ہوجانے پر لڑکوں کو خانگی ضروریات وسامان مہیا کرکے
علیٰحدہ کردیا جاتا تھا۔ متوفی کی اولاد کی ولی بیوہ ہوتی تھی۔ اسی واسطے ترکوں اور
مغلوں میں بیوہ کو قابلِ احترام سمجھا جاتا تھا[۱۹]۔ خانگی معاملات میں عورت کا اختیار
چلتا تھا اور بیویاں اپنے شوہروں کے ساتھ خدمت کے لئے میدانِ جنگ میں بھی
جایا کرتی تھیں[۱۹]۔ ہر قبیلہ پابند مذہب تھا مغل ایک وجودِ اعلیٰ کے قائل تھے ـــ
آسمان و زمین کی حکومت انھیں تسلیم تھی۔ نکلتے سورج کی پرستش کرتے تھے[۵]۔
فطرتی مظاہرات کی پوجا کی جاتی تھی۔ نیلے آسمان کی بزرگی اس لئے تسلیم تھی کہ اس
کے سورج۔ چاند اور ستاروں کی گرمی اور روشنی سے استفادہ کیا جاتا تھا۔ برق

Marfat.com

باران اور باد کے طوفانوں کو آسمانی عتاب سمجھا جاتا تھا۔ پانی کا استعمال کرنا گناہ تھا اور غلاظت ان کی فطرتِ ثانی بن گئی تھی۔ پانی کے بجائے دودھ اور شراب کا استعمال تھا۔ بجلی اور پانی سے ڈرتے تھے۔ لوہے کو افضل اور واجب التعظیم مانتے تھے۔ اسی واسطے ان کے ناموں میں تیمور کا لفظ خاص ہوتا تھا۔ تیمور لوہے کو کہتے ہیں۔ بھوتوں کو نذر و قربانی چڑھاتے تھے۔ مذہبی پیشوا شامان کہلاتا تھا۔ اور شامان ہر قسم کی سزا دینے کا مجاز تھا۔ لیکن مغل بُت پرستی نہیں کیا کرتے تھے۔ سردار یا بادشاہ کا خون نہیں بہنے دیتے تھے۔ عقیدہ تھا کہ بڑے آدمی کا خون سروں پر سوار ہوکر پوری خاندان کی تباہی کا باعث بن جاتا ہے۔ لہٰذا ان کو وہ اس طرح مارتے تھے کہ خون نہ بہنے پائے۔ کھانے پینے میں حلال و حرام کا امتیاز نہ تھا۔ ہر قسم کے جانور کتا، بلی، چوہے اور سور وغیرہ کو عطیہ خداوندی سمجھکر کھاتے تھے یہ لوگ مذہب کے پابند تھے مگر تبلیغ نہیں کرتے تھے۔ مذہب سے زیادہ اپنے تمدن کو باوقعت سمجھتے تھے مگر حسب ضرورت اصلاح کر لینے میں انھیں عار نہ تھا۔ ۱۷،۲۱

کچھ عجیب کرشمۂ قدرت ہے کہ سب سے پہلے آریہ مغرب سے مشرق میں آئے اور اپنی پسپائی کے زادِ راہ کے طور پر مشرق کی تہذیب اپنے ساتھ لیکر گئے۔ اسی طرح اسلام مغرب سے طلوع ہوا۔ مشرق کو منور کیا اور مشرق سے سلجوقیوں کے سینہ میں بند ہوکر مغرب کو لوٹ گیا۔ اب مغلوں کا طوفان مشرق سے اٹھا۔ راہ میں مسلمانوں کو روندتا ہوا مغرب میں پہنچا اور وہاں نہایت ادب و ذوق سے اسلامی تہذیب کے قدموں پر اپنا سرِ نیاز رکھدیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ صحرائیوں کی تہذیب متمدن اقوام کی تہذیب سے بالا رہی اور شاعرِ مشرق تو دیارِ مغرب کے رہنے والوں سے آج بھی کہہ رہا ہے۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی۔ اب اگر مشرق کے مغلوں اور مغرب کے عربوں کا موازنہ کیا جائے تو خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ دونوں کے وطن موسمی و اقتصادی لحاظ سے مختلف ہیں۔ ریگستان عرب میں بھیڑوں اور گھوڑوں کے علاوہ اونٹ لوازمۂ حیات تھا لیکن وہاں نخلے اور چراگاہیں نہ ہونے کی برابر تھیں۔ منگولیا میں سرسبز چراگاہوں اور قابل زراعت زمین کے علاوہ معدنیات کی کمی نہ تھی۔ ترکوں اور مغلوں نے مقیم ہونے سے پہلے تہذیب حاصل کی اور مقیم ہونے کے بعد تہذیب و تمدن کی اشاعت کی مگر عربوں نے اپنے خشک ریگستان میں خود تہذیب وضع کی اور سر بصحرا پھر کر اس کی اشاعت کی۔ عرب بھی ترکوں اور مغلوں کی طرح تجارتی شاہراہوں پر بود و باش اختیار کیا کرتے تھے اور کیا عجب ہے کہ یہی وصف مشترک دونوں کی ترقی کا باعث ہوا ہو[19]۔ ترکوں اور مغلوں کے ہر قبیلہ کے اندر بھی اختلاف ہوا کرتا تھا اور عربوں میں شرکت باہمی کی وجہ سے قبیلہ کے اندر بغض و کینہ مفقود تھا۔ قبیلہ کا ہر فرد ایک دوسرے کو بھائی سمجھتا تھا اور اندرونی اختلاف کو دور کر دینا سردار قبیلہ کا اولین فرض تھا۔ لیکن دونوں قوموں کے قبیلے دوسرے قبیلوں کے روادار نہیں تھے۔ اور ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ کے درپئے آزار رہا کرتا تھا۔ لیکن آج دونوں کے یہاں معاملہ دگرگوں ہے

مشرقی اقوام میں پہلے شخصی حکومت کے بجائے قبیلوں کی حکومت ہوا کرتی تھی اس لئے ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ کو فنا کرنے کی فکر میں مبتلا رہتا تھا۔ ابن خلدون نے عالمانہ بلاغت سے ان کو ریشم کے کیڑوں سے تشبیہ دی ہے کہ بڑی جدوجہد سے اپنا گھر (حکومت) بناتے تھے اور اسی میں بند ہو کر اپنی زندگی ختم کر دیتے تھے۔ ہر حکومت کے خاتمہ پر غضب کی ابتری و پریشانی ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ

Marfat.com

بارھویں صدی کے نصف آخر میں کچھ اسی قسم کی بدنظمی پیدا ہوگئی تھی۔ ریاستیں بنی تھیں اور بگڑتی جاتی تھیں۔ اختلافات اور فسادات کا ہر طرف شور تھا۔ سوسائٹی اور جنتا تعلیم کے اثرات کو پس پشت ڈال کر گاجر اور مولی کی طرح کاٹی جاتی تھی۔ ادب و فلسفہ کی لائبریریاں اور یونیورسٹیاں موجود تھیں لیکن ادب و فلسفہ میں جنگ و جدال اور شور و شغب کو روکنے کی قوت نہیں۔ جنگ و جدال کے مختلف اسباب ہوا کرتے ہیں لیکن یہ شور و شغب جس نوعیت سے بھی ہو اس کے سامنے علم فلسفہ کی نہیں چلا کرتی۔ ہوس و جہالت کی وجہ سے جب لڑائیاں ہوتی ہیں تو ضد کا علاج علم و فلسفہ کے پاس نہیں۔ قحط اور کساد بازاری کی وجہ سے جب مجبوریاں جنگ و بغاوت پہ آمادہ کرتی تو ان کا انسداد کرنا بھی علم و فلسفہ کے بس کا روگ نہیں اور ایسی لڑائیاں جو تہذیب کی اشاعت اور امن قائم کرنے کے لئے ہوں علم و فلسفہ کے لئے باعث فخر ہیں۔ چین کی حکومتوں نے راستوں کو محفوظ کر کے اور تجارت کو فروغ دے کر جو امن و تفوق حاصل کیا وہ اسی قسم کی جنگوں کا نتیجہ تھا اور قہستان میں اپنی تہذیب کا کلمہ پڑھوانے پر علم و فلسفہ نے خود فخر کیا۔ لیکن کمال تہذیب و فتوحات کے بعد حکومتوں میں بر بنائے ذاتیات و نمائش جب انتشار پیدا ہوتا ہے اور نفسانیت و جاگیرداری اپنا نام اچھالتی ہے تو وہ نہ صرف کمزور ہو جاتی ہیں بلکہ حرف غلط کی طرح مٹ جایا کرتی ہیں اور علم و فلسفہ منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

مغلوں کے ابتدائی زمانہ میں حکومت چین کا عجیب نقشہ تھا۔ وہاں منافقت و مخالفت کا دور دورہ تھا۔ اطاعت شعاری۔ فرمانبرداری اور آئین کی پابندی ایک قسم کی گالی ہوگئی تھی۔ جنتا کا ہر فرد اپنے آپ کو باون ہاتھ کا سمجھتا تھا اور کوئی نیتا فرعون سے کم نہ تھا۔ چوری، دغابازی۔ ڈاکہ۔ قتل۔ زنا۔ اغوا

جزو زندگی بن گئے تھے۔ صرف رشتہ داریاں اور ذاتی تعلقات اہلیت کے معیار سمجھے جاتے تھے۔ اطمینان و راحت کا پتہ نہ تھا اور قیامت کے تمام آثار نمایاں تھے۔ ان بانکوں اور نیتاؤں کو نویاں کہا جاتا تھا یہی شاہزادے اور صاحبزادے اپنی انانیت بے آئینی اور خودسری کی وجہ سے سلطنت کو تباہی کی طرف لئے جا رہے تھے اور اپنی مونچھوں کو تاؤ دے رہے تھے۔ جب اقتدار حاصل کرنے کے لئے جائز و ناجائز میں امتیاز نہ رہا تو فتنہ و فساد کی وبا عام ہو گئی اور وہاں کی فضا، ایک ایسے مسیحا کی ضرورت محسوس کر رہی تھی جو ان عذابوں سے نجات دلا کر سکون پیدا کر دے۔ چنانچہ اس فرض کو پورا ادا کرنے کے لئے قدرت نے تموجین کو پیدا کر دیا۔[۱۹]

چنگیز خان

قابل خان کا بیٹا یسوکائی اپنے قبیلہ کا سردار تھا۔ اس کے تحت میں چالیس ہزار خیمے تھے[۲۰]۔ بوٹر نور کے تاتاریوں اور چین کی لڑائیوں میں یسوکائی کو "بہادر" کا خطاب ملا تھا۔ یسوکائی بہادر نے ۱۱۶۲ء میں ایک مشہور چینی سردار کو جس کا نام تموجین تھا۔ قتل کیا اور اس کارنامے کی یادگار میں اپنے لڑکے کا نام تموجین رکھدیا جو اسی سال پیدا ہوا تھا۔ اس لڑکے تموجین کو بعد میں چنگیز خان کا لقب دیا گیا۔ چنگیز کے معنی ہیں آسمان کا بیٹا یا بہترین سپاہی[۲۱]۔ چنگیز خان نے اپنی خاک بسر قوم مغل کو آنکھ جھپکتے میں قعر مذلت سے نکال کر اقتدار اعلیٰ پر پہنچا دیا لیکن بایں ہمہ چنگیز کا نام آتے ہی قتل و غارت اور انسانیت سوز بے رحمی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ لیکن اسی قتل و غارت کے نتائج کی وجہ سے ایک طرف اسے بہترین فاتح و مدبر سمجھا جاتا ہے اور دوسری طرف "باگدا" یعنی قابل پرستش روحانی پیشوا مانا جاتا ہے اب سوال یہ ہے کہ یہ قتل و غارت اس نے

Marfat.com

یورپ
روس
ماسکو
کیو
کازان
کومان
کریمیا
بازنطین
روم
قپچاق
سرائے
استراخان
شام
عرب
فارس
خوارزم
بحر خوارزم
دریائے جیحون
بلخ
بدخشاں
افغانستان
سیستان
بلوچستان
مکران
بحر عرب
لاہور
دہلی
نیمان
ایغور
دریائے الی
قراخطائی
دریائے تاریم
تبت

Marfat.com

Marfat.com

اپنی خوشی سے کیا یا مجبوری سے۔ اگر قتل و غارت اس نے اپنی خوشی اور تقاضائے طبیعت سے کیا تو وہ کسی قسم کی عظمت کا مستحق نہیں ٹھہرتا۔ نہ اس کو فاتح و مدبّر کہا جا سکتا ہے اور نہ روحانی پیشوا سمجھا جا سکتا ہے۔ اور اگر گندی فضاء کو دور کرنے کے لئے کیا تو یہ مجبوری ہے لیکن وہ بڑی سی بڑی صفت و مدح کا مستحق یوں ہو سکتا ہے کہ فرقہ پرستی اور قبیلہ بندی کو ختم کر کے فوجی طومان یا رسالے بنائے اور مغلوں کو ایک مرکزیت پہ لا کر نہ صرف متحد کیا بلکہ کل فضاء کو درست کر دیا۔ اختلاف کو دور کرنے کے لئے کسی مقصد مشترک کی ضرورت ہوا کرتی ہے لہٰذا اس نے اپنا مقصد تجارت کو ٹھہرایا۔ اس کے بعد تجارت کی ترقی کی صورتیں جب معاہدوں اور صلحوں سے نہ ہو سکیں تو قتل و غارت کے ذریعہ حاصل کی گئیں۔ ایسی حالت میں اسے جابر و ظالم سمجھنا انصاف سے بعید ہے اور اگر اس کے ذاتی حالات دیکھے جائیں تو صاف پتہ چل جائے گا کہ وہ رحیم و کریم بھی تھا۔ ۱۹؎

چنگیز جب ہوشیار ہوا تو بارھویں اور تیرھویں صدی کے وسط میں چین اور وسطی ایشیا پر نحوست و فلاکت کی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ اقتصادی و مالی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ تن ڈھانکنے کو کپڑا اور پیٹ پالنے کو کھانا کسی بھاؤ نہیں ملتا تھا۔ زمین نے غلہ نہ پیدا کرنے کی قسم کھالی تھی۔ بیماریوں اور وباؤں کا نرغہ تھا۔ لوٹ مار کی وجہ سے اندھیر تھا۔ رشوت چور بازاری اور بے ایمانی کا دور دورہ تھا اس ادبار کا علاج مفلوج حکومتوں سے ممکن نہ تھا۔ بلکہ اس کے دفعیہ کے لئے ایک ایسی طاقت درکار تھی جو اس ماحول سے بچ کر اپنی ترقی کا منصوبہ گانٹھ رہی ہو اور اس قسم کے اوصاف مغلوں میں پیدا ہو گئے تھے۔ مغلوں میں جہالت و بغض کے عیوب تھے لیکن ایک مرکز پر متحد ہونے کے بعد جملہ قسم کی اہلیت و قابلیت خود بخود پیدا ہو گئی اور ذاتی چون و چرا سے انھوں نے یکدم توبہ کر لی۔ یہ سمجھنا کہ

Marfat.com

اتحاد لڑائیوں اور جنگوں کی وجہ سے ہوا محض ایک مغالطہ ہے اور چنگیز کے حالات و واقعات اس مغالطہ کو دور کرنے کے ضامن ہیں۔ اتحاد کی وجہ صرف یہ تھی کہ تجارت کو فروغ دینے کے لئے وہ دنیا کے بازاروں کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتا تھا کہ اس کی منفعت سے اپنی قوم کو مالدار اور خوشحال بنائے۔ اس کی جنگوں کو محض ذریعہ اور مجبوری سمجھنا چاہیئے اور بس[١٩]۔ چنگیز کی اصل پالیسی کو سب سے پہلے یورپ نے سمجھا اور اس کی تقلید کرکے یورپ بھی ساری دنیا پر چھا گیا۔ لیکن جنگ ہٹلر کے بعد کساد بازاری جو شروع ہوئی ہے اس سے یورپ کا بھی دماغ چرخ ہے۔ نوعیت مختلف سہی مگر قابل غور یہ ہے کہ مہذب و شائستہ یورپ نے زیادہ خون چوسا یا وحشی وظالم چنگیز نے زیادہ خون بہایا۔

تموجین الملقب بہ چنگیز خان پڑھا لکھا نہ تھا مگر اسے جاہل کون کہہ سکتا ہے۔ علم نہ سہی مگر دماغ اس کے پاس تھا اور دماغ ہی اصل شئے ہے۔ تموجین کا شباب محرومیوں۔ ذلتوں اور شکستوں کی زندہ داستان ہے مگر جب وہ چالیس برس کا ہوا تو ستارہ بدل گیا[٢١]۔ کامیابی نے عنان گیری کی۔ جملہ قبیلوں نے اپنا سردار مان لیا اور وہ بہترین سپہ سالار بہترین مدبّر اور بہترین منتظم بن گیا۔ انفرادیت کے بجائے اجتماعیت مغلوں کی رگ وپے میں اس نے پھونک دی۔ چنگیز شامانی تھا اس کو مسلمان سمجھنا غلط ہے۔ جملہ مذاہب سے اس نے رواداری برتی اور ہر مذہب سے بے نیاز رہا۔ مختلف مذاہب کو آزادی دے کر اس نے اختلافات و تعصّب کو شہ دے دی اور نہایت ٹھنڈے دل سے نہ صرف ان کا تماشا دیکھا بلکہ فائدہ اٹھایا۔ مسلمانوں کے حج پر وہ معترض تھا کہ خدا کو خانۂ کعبہ میں بند کر دیا ہے۔ جانوروں کے حلال وحرام ہونے کو وہ لغو سمجھتا تھا اس لئے کہ جملہ جانور انسان کی خاطر بنائے گئے ہیں۔ غسل و طہارت اس کے یہاں گناہ تھے اور اگر کوئی غلاظت کی متعلق اشارہ

بھی کرتا تو پھر چنگیزی اس کا سر قلم کر دیتا ؎۔ چنگیز وعدہ کا پختہ تھا۔ رحم کرتا تھا فیاضی میں مشہور تھا۔ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ اتر کر اپنی سواری کا گھوڑا بھی انعام میں دے دیا کرتا تھا۔ لیکن اگر اس کی شقاوت کا اندازہ کرنا ہو تو خود اس کی زبان سے سنیئے۔ ہم جلیسوں اور درباریوں سے ان کا نظریۂ مسرت معلوم کرنے کے بعد اپنا معیار بیان کیا۔

دشمن کو زیر کرنے کے بعد تعاقب کرنے مال لوٹنے۔ پسماندوں کی آہ و شیون سننے اور ان کی عورتوں کو خراب کرنے سے مجھے مسرت حاصل ہوتی ہے [۱۷]۔

اس کے علاوہ اپنی غارت گری پر فخر کرتے ہوئے ایک افغانی شہزادے سے کہا تھا کہ لوگ عرصہ تک میری غارتگری کو یاد رکھیں گے۔ اس نے جواب دیا کہ یاد رکھنے کے لئے کوئی باقی ہی نہیں رہے گا [۳]۔ بہرحال چنگیز سب ہی کچھ تھا مگر اس کو موجد اور مجدد نہیں کہا جا سکتا۔ جدت اس کے کسی فعل سے ظاہر نہیں ہوتی۔ اس نے اپنی قوم اور ضروریات زمانہ کو بیشک کامیابی کے ساتھ پورا کیا۔ اس کی پالیسی یقیناً از سر تا پا کامیاب تھی مگر حقیقت یہ ہے کہ باطل تھی [۱۹]۔ ۱۱۸۷ء سے لے کر ۱۱۹۳ء تک اپنی حکمت عملی سے اس نے مخالف قبیلوں کو قابو میں کیا۔ نیمان اور کیرت کو فتح کر کے ۱۲۰۶ء میں چنگیز خان کا لقب اختیار کیا۔ کرغیوں کو رام کیا۔ تجارتی شاہراہوں کو محفوظ بنایا۔ کاشغر اور ختن کے تاجر اس کے معاون بن گئے ایغور اور خصوصاً مسلمان تاجروں کو اپنے پوتوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مقرر کیا حسن حاجی ازبیگی تاجر اس کا رفیق اولین تھا۔ علی خواجہ بخاری۔ دانشمند۔ حاجب رشید صاحب اعظم محمود یلواج سمرقندی۔ امیر مسعود۔ جعفر خواجہ۔ علی خواجہ۔ احمد خجندی۔ اسمٰعیل خواجہ ایغوری یہ وہ تاجر تھے جنھوں نے تموجین کو چنگیز خان بنا دیا۔ ۹۹، ۱۰، ۳۔ اسی واسطے وہ کہا کرتا تھا کہ سپاہی کو تاجروں کی طرح مقصد حاصل کر کے

Marfat.com

لوٹنا چاہیئے۔

چنگیز کے ارد گرد چار سلطنتیں تھیں۔ چین میں سنگ[۱] اور کن[۲] اور مغرب میں قارا خطائی[۳] اور خوارزمی[۴]۔ (اس زمانہ میں خلافتِ بغداد ضعیف تھی اور دور)۔ چنانچہ چین کی شل کے مطابق اس نے طے کیا کہ جس طرح آسمان کا حکمران محض ایک سورج ہے۔ زمین پر بھی ایک ہی حاکم ہونا چاہیئے[۵]۔ سب سے پہلے اس نے شمالی چین کو تاکا۔ فتح چین کی خبر سُن کر ۱۲۱۶ء میں روم، بغداد اور خوارزم میں لرزہ پڑ گیا۔ بغداد اور خوارزم میں اختلاف تھا۔ حتیٰ کہ شاہ محمد خوارزمی خلیفہ ناصر کے جواب اور مقابلہ میں ایک نیا خلیفہ بنانے کی فکر میں تھا[۶]۔ خلیفہ ناصر سے صلاح الدین ایوبی نے جنگ صلیبی میں مدد مانگی مگر اس نے انکار کر دیا[۷]۔ (۱۱۹۳ء۔ ۱۱۸۱ء)۔ خلیفہ ناصر نے بغداد کے عیسائیوں کی معرفت یہ سُن کر کہ چنگیز عیسائی ہے شاہ محمد خوارزمی پر حملہ کرنے کی درخواست پیش کی مگر وہ راضی نہ ہوا اور خوارزم سے معاہدہ دوستی کر لیا[۸]۔ اِس لئے کہ چنگیز کی مغربی سرحد کی محافظ خوارزمی سلطنت تھی اور اس لئے کہ دونوں کے درمیان تجارت کو ترقی ہو۔ اس قسم کی چالیں چلنا خلفاء عباسیہ کا عام دستور تھا اسمٰعیل سامانی کو عمرو صفاری سے بھڑا دیا تھا ترکی گارڈ سے بچنے کے لئے آلِ بویہ کو دعوت دی تھی۔ پھر طغرل سے درخواست کی کہ بساسیری سے نجات دلائے کیونکہ وہ عباسی خلافت کو مٹا کر فاطمی خلافت کی توسیع کرنا چاہتا تھا اس کے سلجوقیوں سے رہائی پانے کے لئے خوارزم شاہ سے ساز کیا اور اب خوارزم کے خلاف چنگیز سے مدد مانگی۔ شاہ محمد نے باوجود معاہدہ ۱۲۱۸ء میں چنگیز کے قافلہ تجارت کو روک کر مال چھین لیا اور سرداروں کو قتل کر دیا۔ جب چنگیز نے استفسار کیا تو بجائے معاملہ کی صفائی کرنے کے سفیروں کو ذلیل کر کے واپس کر دیا۔ اس کے بعد ۱۲۱۹ء میں مجبوراً حملہ کر دیا اور اترار پہنچکر مغلی فوجیں تین سمتوں کو روانہ کیں

شاہ محمد نے اول اول بربنائے اصول جنگ اور بعد میں خوف و بزدلی کی وجہ سے قلعہ بند ہو کر مدافعت کی۔ خود راہ فرار اختیار کی اور بحر خزر کے ایک جزیرہ میں بیکسی کی موت مرگیا۔ اس کے معتوب بیٹے جلال الدین منگبرتی نے چنگیز کا مقابلہ کیا اور کئی مرتبہ مقابل میں آکر مغلوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اور آخری جنگ میں گھر جانے کے بعد ساٹھ فٹ اونچی پہاڑی سے گھوڑے پر سوار ہو کر دریائے انڈس میں کود پڑا اور جھنڈا ہاتھ میں لئے ہوئے دریا کے پار ہو گیا۔ چنگیز نے منہ میں انگلی داب لی اور بے اختیار کہا کہ "یہ بیٹا میرا ہوتا" [۱]۔ اس وقت دہلی میں سلطان شمس الدین التمش کی حکومت تھی [۲]۔ بہر حال مغل فوجیں خوارزم خراسان افغانستان۔ آذر بائیجان۔ جارجیا اور جنوبی روس تک آندھی کی طرح فتح کرتی چلی گئیں۔ چنگیز ۱۲۲۵ء میں قاراقورم واپس پہنچا اور وہاں سے "سی سیا" پر فوج کشی کی۔ خاتمۂ جنگ سے پہلے ۱۲۲۷ء میں وہ بیمار ہوا اور ہاتھ خالی عدم کو چل دیا۔ اس کا جنازہ تزک و احتشام کے ساتھ اٹھایا گیا۔ اور "برخان کلدون" کی پہاڑی پر کسی خفیہ جگہ مع مال و متاع کے دفن کیا گیا [۱]۔

خاقان

چنگیز خاقان قہر الٰہی ثابت ہوا۔ اس کے چشم و ابرو کے اشاروں پر موت و حیات کھیلا کرتی تھیں مگر فرعون کی طرح اس نے دعویٰ خدائی نہیں کیا۔ اسے اپنے فانی ہونے کا اقرار تھا اور آخر عمر میں بقا حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ حکیم ملا اور سیانے جب کوئی تدبیر نہ بتا سکے تو چین کے سب سے بڑے گرو کو بلایا۔ اس نے کہا درازی عمر ممکن ہے مگر بقا غیر ممکن ہے۔ الغرض بے اختیاری سے مجبور ہو کر وہ عجیب عجیب انداز سے اپنے لڑکوں کو اتحاد اور مرکزیت کا سبق پڑھایا کرتا۔ رسی میں بندھے ہوئے بانس سامنے رکھوا کر لڑکوں سے کہا کہ توڑو۔ جب کوئی نہ توڑ سکا تو ایک ایک بانس ہر لڑکے کو دیا جس کو ہر ایک نے توڑ دیا۔ [۳]

---

[۳] اپنے انتقال سے پہلے گورنر خراسان ہلاجے اپنے لڑکوں کو اسی مثال سے اتحاد کی وصیت کی تھی۔ ممکن ہے کہ کسی مسلمان تاجر سے یہ مثال چنگیز نے سنی ہو۔

Marfat.com

اس کے بعد ہدایت کی کہ اتحاد ضروری ہے۔۱۷

ایک مرتبہ سانپوں کا قصہ سُنایا کہ ایک ایسا سانپ ہوتا ہے جس کے کئی منہ ہوتے ہیں اور ایک ایسا سانپ ہوتا ہے جس کے کئی دمیں ہوتی ہیں۔ دونوں قسم کے سانپوں نے سردی سے بچنے کے لئے اپنے سوراخوں میں جانا ضروری سمجھا۔ کئی منہ والا سانپ سوراخ میں اس لئے نہ جا سکا کہ ہر منہ پہلے داخل ہونے کی کوشش کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جاڑے میں اینٹھ کر رہ گیا۔ مگر کئی دموں والا اپنی سب دموں کو سمیٹ کر سوراخ میں پہنچ گیا۔ اور سردی سے بچ گیا۔ غرض اتحاد اور مرکزیت کی ہر ہر طرح تلقین کر کے سلطنت چاروں لڑکوں میں تقسیم کر دی۔ مغلوں کے دستور کے مطابق بعید ترین علاقہ بڑے لڑکے جوجی کو دیا گیا۔ جوجی جب اس کی حیات میں مرگیا تو اس کے بڑے لڑکے باتو کو اس کا جانشین مقرر کیا۔

شجرۂ چنگیزی

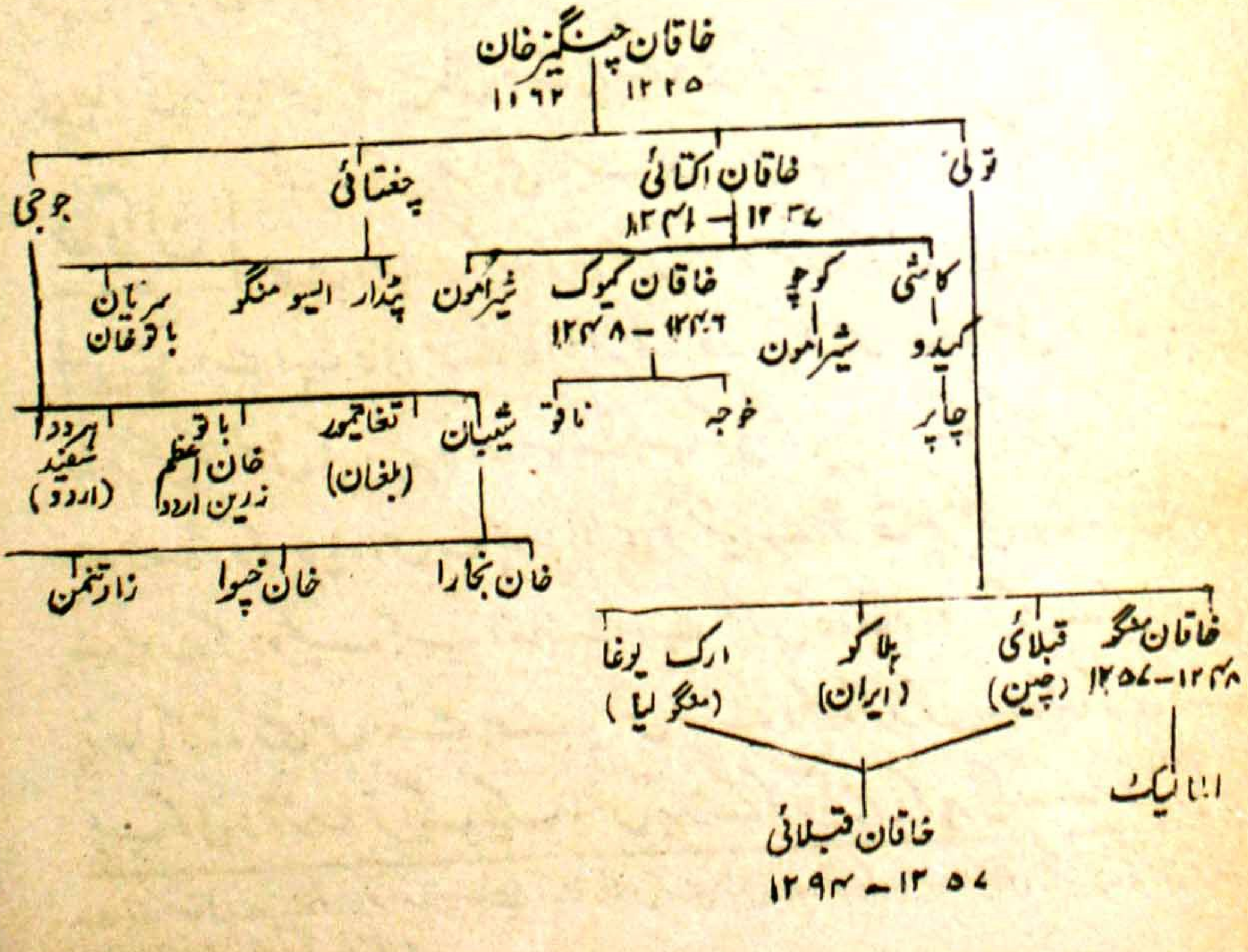

دوسرے لڑکے چغتائی کو ریاست ایغور اور قاراخطائی وخوارزم کے حصے دیے۔ تیسرے لڑکے اکتائی کو سی سیا۔ چین اور دیگر مشرقی فتوحات ملے چوتھا سب سے چھوٹا لڑکا تولی تھا اس کو دستور کے مطابق اپنی ذاتی اور اصلی ریاست منگولیا دی۔ اس تقسیم کے بعد تاکید کی کہ ہر خان اپنی ریاست کا خود انتظام کرے اور ہر سال سب خان کوریلتائی (مجلس شوریٰ) منعقد کر کے اپنے میں سے خاقان منتخب کیا کریں اور خاقان کی اطاعت ہر خان پہ لازمی قرار دی گئی۔ اس طرح تقسیم کے باوجود اتحاد و مرکزیت کی شکل پیدا کر دی۔

خاقان دوم اکتائی

چنگیز خان کا دو برس سوگ منانے کے بعد انتخاب خاقان کے لئے کوریلتائی (مجلس شوریٰ) طلب کی گئی۔ چنگیز کے بعد تولی نے قائم مقامی کی۔ جنگل میں منگل ہو گیا۔ دنیا کے تمام حکمران شرکت کے لئے آئے۔ اولوالعزمی کے ساتھ شان وشوکت کا اظہار کیا گیا۔ اس جشن کا جواب تاریخ نہیں پیش کر سکتی۔ جوجی مر چکا تھا۔ اب چغتائی سب سے بڑا تھا۔ اکتائی نے اس کا نام پیش کیا۔ مگر چغتائی نے چنگیز کی وصیت یاد دلائی اور پھر چغتائی و تولی نے اکتائی کو خاقان منتخب کر دیا۔

چنگیز کی وصیت کی تعمیل یا بھائیوں کی محبت کی مثال یہ ہے کہ چغتائی باوجود بڑا ہونے کے خاقان کے ادب سے کبھی غافل نہیں ہوا۔ ایک مرتبہ نشہ کی حالت میں دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر سیر کو نکلے گھوڑوں کی دوڑ ہو گئی اور چغتائی کا گھوڑا آگے نکل گیا۔ دوسرے دن برسر دربار مجرم کا روپ گانٹھ کر پابہ جولاں چغتائی نے اپنے آپ کو پیش کیا سب متحیر تھے۔ خاقان نے دریافت کیا کہ یہ کیا شان ہے سرنگوں ہو کر جواب دیا کہ خاقان کے گھوڑے سے میرا گھوڑا کل آگے نکل گیا تھا۔ گستاخی کی سزا چاہتا ہوں۔ اکتائی ہنس پڑا اور اٹھ کر خود اپنے ہاتھوں سے زنجیریں کھول دیں۔

اسی طرح جب چین سے بیمار ہو کر اکتائی آیا اور لب دم تھا تو تولی نے شامان کو بلا کر منتر پڑھوائے اور اس نے پلنگ کا طواف کیا کہ خاقان کی موت اسے آجائے۔ چنانچہ اتفاق سے اکتائی صحت یاب ہو گیا اور تولی ۱۲۳۲ء میں مرگیا۔[۱] اسی قسم کی روایت بابر کے متعلق بھی مشہور ہے جبکہ ہمایوں قریب المرگ ہو گیا تھا۔

اکتائی کی فراست و قابلیت کا اندازہ ان چند مثالوں سے ہو سکتا ہے ایک مرتبہ ایک ترک نے اکتائی کے دربار میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ خواب میں چنگیز خان نے حکم دیا ہے کہ مسلمانوں کو عہدوں سے علیحدہ کر دیا جائے۔ پوچھا کہ گفتگو کس زبان میں ہوئی تھی اس لئے کہ ترک مغلئی زبان نہیں جانتا تھا۔ وہ جواب نہ دے سکا۔ لہٰذا اختراع پردازی پر قتل کیا گیا۔[۲]

قانون چنگیزی کے مطابق جانور ذبح کرنے کی سزا موت تھی اور جانور سینہ شگاف کر کے مارے جاتے تھے۔ کسی مخبر نے ایک مسلمان تاجر کی شکایت کی کہ گھر کے اندر بکری کو ذبح کیا ہے۔ تحقیق کی اور حکم دیا۔ کہ گھر کے اندر بکری کا مارا جانا ثابت ہے مگر ذبح کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔[۱] دریا میں غسل کرنا بھی جرم واجب القتل تھا۔ چغتائی نے خود ایک مسلمان کو پیش کیا۔ گومگو کا معاملہ تھا۔ خاقان نے خفیہ طور پر ایک اشرفی اسی جگہ دریا میں ڈلوادی اور مجرم کو ہدایت کروادی کہ صفائی کے وقت بجائے نہانے کے اشرفی گر جانے پر ڈھونڈھنے کا عذر پیش کرے۔ دوسرے دن جب مقدمہ پیش ہوا اور دریا میں اشرفی پائی گئی تو مجرم بری کر دیا گیا۔[۲]

اکتائی نیک رحمدل اور فیاض تھا۔ شراب کثرت سے پیتا تھا۔ اس کی فیاضی پر ارکانِ دولت نے اعتراض کیا تو جواب دیا۔ دولت ساتھ نہیں جائیگی اور نیکی زندہ رہے گی۔[۳] اس نے انتظام مملکت بڑی خوبی سے کیا۔ سلطنت کو وسیع کیا چین ہس کن کی جنگ میں خود گیا تھا۔ تین فوجیں کو ریا۔ سنگ اور یورپ کے

خلاف بھیجیں۔ اس کے عہد میں ایران بحر خزر تک فتح کرلیا گیا تھا اور وہاں کے گورنر کرگز نے اسلام قبول کر لیا تھا[۶]۔ اکتائی نے جلال الدین منگبرتی کو گرفتار کرنے کی کوشش کی مگر وہ ہاتھ نہیں آیا۔ سنہ ۱۲۴۱ء کی کوریلتائی نے طے کیا کہ دشواریوں کی وجہ سے آئندہ یورپ میں فوجی اقدام نہ کیا جائے۔ اسی سال وہ دنیا سے چل بسا۔

چغتائی خان

ماوراءالنہر۔ مشرقی ترکستان، تبت، بدخشان۔ افغانستان اور بخارا پر چغتائی کی حکومت تھی۔ المالیغ، سمرقند، و بخارا کے قریب اس کا دارالسلطنت تھا۔ اس کا طرز زندگی قطعی خانہ بدوشانہ تھا۔ قانون چنگیزی کے ماہر اور نگران ہونے کی وجہ سے خردہ بیں اور منصف مزاج تھا۔ ذبیحہ کی قطعی ممانعت کر دی تھی۔ مذاہب کے پیشواؤں کو مراعات دی تھیں ماوراءالنہر میں ملاؤں نے سرکاری امداد پہ خانوادے بنا لئے تھے اور اس نے مسلمانوں کے لئے عہدہ صدر شریعت ایجاد کیا تھا۔ اس کے وزراء مسلمان ہوتے تھے مگر وہ کمزور قسم کے تھے اس لئے کہ جو زیادتیاں مسلمانوں پر ہوتی تھیں اس کا دفعیہ وہ نہیں کر سکتے تھے۔ چغتائی نے ایک زبان بھی ایجاد کی تھی۔ جو اسی کے نام سے مشہور ہوئی اور اس کے عہد میں مقبول رہی۔ اکتائی کے تین برس بعد سنہ ۱۲۴۲ء میں چغتائی کا انتقال ہوا۔

خاقان سوئم کیوک

اکتائی کے مرنے کے بعد حسب دستور اس کی بیوہ تورکینہ خاتون ولی بنائی گئی۔ چغتائی اکثر اس کو مشورے دیا کرتا تھا۔ مگر وہ مطلق العنان تھی۔ قدیم عہدیداروں کو اس نے برطرف کر دیا — عبدالرحمٰن کو منصب وزارت پر فائز کیا۔ ایرانی النسل فاطمہ اس کی خاص معتمد اور رازدار تھی۔ اکتائی نے اپنے بڑے لڑکے شیراموں کے متعلق وصیت کی تھی

Marfat.com

مگر یہ اپنے لڑکے کیوک کو خاقان بنانا چاہتی تھی۔ کیوک کا طرفدار بنانے کے لئے بمشورہ فاطمہ اس نے خزانہ کا منہ کھول دیا تھا اور مخالفوں کو سخت سزائیں دی تھیں باتو اب خاندان میں سب سے بڑا تھا۔ باتو اور کیوک سے پرخاش تھی توراکینہ نے اسے روس سے بلایا مگر اس نے معذرت و مجبوری ظاہر کردی۔ انتخاب خاقان کے لئے ۱۲۴۵ء میں کوریلتائی طلب کی گئی۔ باتو شریک نہیں ہوا۔ اس جشن کے موقع پر پوپ نے کارپنی کو بھیجا تھا اس کی سب سے زیادہ خاطر و مدارات کی گئی۔ خلیفہ اور باطنیوں کے نمائندوں پر اتنی توجہ نہیں کی گئی۔ کیونکہ کیوک کا وزیر عیسائی تھا اور وہ خود عیسوی مذہب کی طرف مائل تھا۔ خاقان بنتے ہی برطرف شدہ عہدیداروں کو اس نے بحال کردیا اور محمود یلواچ کی خاص طور پر عزت کی۔ وہ اپنی ماں کی آزاد روی کو ناپسند کرتا تھا۔ فاطمہ کو دریا میں غرق کروادیا اور جشن کے موقع پر انعام واسناد تولی کی بیوہ سرقوینی کے ہاتھ سے تقسیم کروائے۔ کیوک کی صحت اچھی نہ تھی۔ خاموش اور سنجیدہ تھا۔ عیش پرستی اور فیاضی میں اپنے باپ سے سبقت لیگیا باتو کو محروم کرنا چاہتا تھا۔ اسی لئے ۱۲۴۸ء میں باتو سے لڑنے کے لئے دورہ کرنے کے حیلہ سے روانہ ہوا مگر راہ میں انتقال ہوگیا[۱،۲]۔

باتو خان خان اعظم اردوئے زرّین

اولاد جوجی مغربی حصہ کی مالک تھی۔ اس ریاست کا نام "گولڈین ہورڈ" تھا۔ یعنی اردوئے زرّین" اس لئے کہ باتو خان کے خیمے کی چوبیں سونے کی تھیں مغلئی زبان میں لشکر کو اردو کہتے ہیں یورپ نے اس لفظ کو "ہورڈ" بنادیا۔ یہ سلطنت تین ریاستوں میں تقسیم تھی۔ مغرب کی نیلی اردو میں باتو اور برقے خان شریک تھے بمشرقی حصہ کی سفید اردو میں ہردو اور شیبان کی ریاست تھی اور تغاتیمور کا خاندان شمالی بلقان کا مالک تھا۔ ان سب ریاستوں کا خان اعظم باتو تھا۔ اور اس پوری

سلطنت کو اردوئے زرین کہتے تھے۔ یہاں باتو چنگیز کا صحیح نمونہ تھا۔ بوجہ دوری و اختلاف خاقان منگو یا سے بے نیاز تھا مگر قانون چنگیزی سے باہر نہ تھا۔ اپنے دادا کی طرح جنگ میں خونخوار تھا اور حالت امن میں رحمدل تھا۔ اس کا لقب سین خان تھا۔ اسکی سلطنت میں فقروفاقہ کا گذر نہ تھا اور خوشحالی و زرخیزی ضرب المثل تھی۔ انتظام ودبدبہ کا یہ عالم تھا کہ کُتّا بھی بغیر اسکی اجازت کے نہیں بھونک سکتا تھا۔ کچّے مکان بنا کر والگا کے کنارے شہر آباد کیا تھا جس کا نام سرائے رکھا اور یہی دارالسلطنت تھا۔ جرجانی نے لکھا ہے کہ خفیہ طور پر وہ مسلمان ہوگیا تھا اور وصاف نے بتایا ہے کہ عیسائی تھا مگر اصل یہ ہے کہ آبائی مذہب شامانی کا معتقد تھا۔ البتہ اس کا چھوٹا بھائی برقہ مسلمان ہوگیا تھا۔ اور یہی اولاد چنگیزی میں سب سے پہلا مسلمان تھا۔ بعہد اکتائی حملہ جات روس کے دوران میں کیوک پسر اکتائی و بورک پسر جغتائی سے باتو کا اختلاف ہوگیا تھا اور ان دونوں نے اُسے گالیاں دی تھیں کہ تیرا باپ چنگیز کا حرامی بیٹا تھا۔ باتو نے خاقان اکتائی سے اس کی شکایت بھی کی تھی۔ قصہ یہ تھا کہ چنگیز کی بیوی کو مرکٹ کے قبیلہ والے پکڑلے گئے تھے۔ اس لئے کہ چنگیز کی ماں کو اسی قبیلہ سے چھین کر چنگیز کا باپ لایا تھا جب چنگیز نے سال بھر کے بعد ان کو فتح کر کے بیوی کو واپس لیا تو اس کی گود میں بچہ تھا جس کا نام جوجی رکھا گیا۔ اور یہ مشکوک ہے کہ جوجی اصل میں کس کا لڑکا تھا[؟] اس تذلیل وشکایت کی وجہ سے کیوک کے انتخاب میں باتو نے شرکت بھی نہیں کی۔ روس والے قاراقورم جانے کے بجائے اپنی ریاستوں کی سندیں اور انعام وخطاب اُردوئے زرین سے حاصل کرنے لگے۔ اور وہ نہ صرف خراج دیتے تھے بلکہ اپنی لڑکیوں کی شادیاں بھی باتو کے خاندان میں کرتے تھے۔ خاقان کیوک کے بعد منگو کو خاقان بنا کر جب والگا واپس آیا تو وہ حقیقت میں چنگیز خان بن گیا۔ روس والے اسے زار سمجھنے لگے۔ باتو کا انتقال ۱۲۵۶ء میں خاقان منگو کے انتقال سے چار

برس پہلے ہوا تھا۔

سرقوینی بیگی بیوہ تولی

تولی خان کی بیوہ عیسائی تھی اور بڑی خاتونوں سے درجہ میں چھوٹی تھی لیکن قابلیت میں سب سے بڑی تھی۔ تولی کے مرنے کے بعد نہ صرف خاقانیت کی امید جاتی رہی بلکہ بےبسی وبیکسی اور گلے پڑ گئی۔ اکتائی کیوک کے ساتھ اس کی شادی کر دینا چاہتا تھا مگر اس نے نہایت ادب سے معذرت کر لی کہ آپ کی خوشی سے باہر نہیں ہوں تاکہ میرے بچے اہل بن کر آپ کی خدمت کر سکیں قبلائی کے لئے چینی عالم اور ہلاکو کے لئے عیسائی فاضل اس نے مقرر کیا اور بڑے لڑکے منگو کو تعلیم کے لئے باتو کے سپرد کر دیا۔ وہ عیسائی تھی مگر بخارا میں مسلمانوں کے لئے مسجد بنوادی اور مدرسہ خانی اور مدرسۂ مسعودیہ کھول دیے۔ کیوک جب باتو کے خلاف دورے پر چلا تو اس نے باتو کو خفیہ طور سے اطلاع دے دی تھی۔ کیوک کے انتقال کے بعد اس کی دلی آرزو بر آئی۔ باتو کی مدد سے منگو کو خاقان بنوانے میں کامیاب ہوئی اور نہایت اطمینان کے ساتھ عالم فانی سے ۱۲۵۲ء میں کوچ کر گئی۔

خاقانِ چہارم منگو

کیوک کے انتقال کے بعد اس کی بیوہ اغل غامش ولی بنی۔ انتخاب خاقان کے لئے کوریلتائی طلب کی گئی۔ باتو بزرگ ہونے کی وجہ سے صدر بنایا گیا اور اسی کا نام بھی پیش کیا گیا مگر اس نے انکار کر کے منگو کو ۱۲۵۱ء میں خاقان بنوا دیا۔ کیوک اور بوری نے باتو کو ذلیل کیا تھا۔ اب اس طرح اس نے اولاد اکتائی اور چغتائی کو محروم کر کے اپنا انتقام لیا۔ اکتائی وچغتائی کی اولاد نے انتخاب میں حصہ نہیں لیا جس کی وجہ سے رسم تخت نشینی دو برس تک ملتوی رہی شاہ فرانس نے فرائر اینڈ رو کی سفارت میں خوشنما خیمہ تحفہ میں بھیجا تھا۔ اغل غامش نے اس تحفہ کو قبول کر کے ظاہر کیا کہ فرانس نے اطاعت کر کے یہ تحفہ بھیجا ہے۔ آخر کار برتے خان کی صدارت میں باتو نے منگو کو تخت نشین کروایا۔ اس موقع پر

Marfat.com

منگو کے قتل کی سازش پکڑی گئی اور اکتائی وچغتائی کی اولاد کے ستر شخص برقی کے حکم سے قتل کیے گئے۔ اغل غامش بیوۂ کیوک اور شیرامون کی ماں غرق دریا کی گئیں۔

شجرۂ خاندان تولی وقبلائی

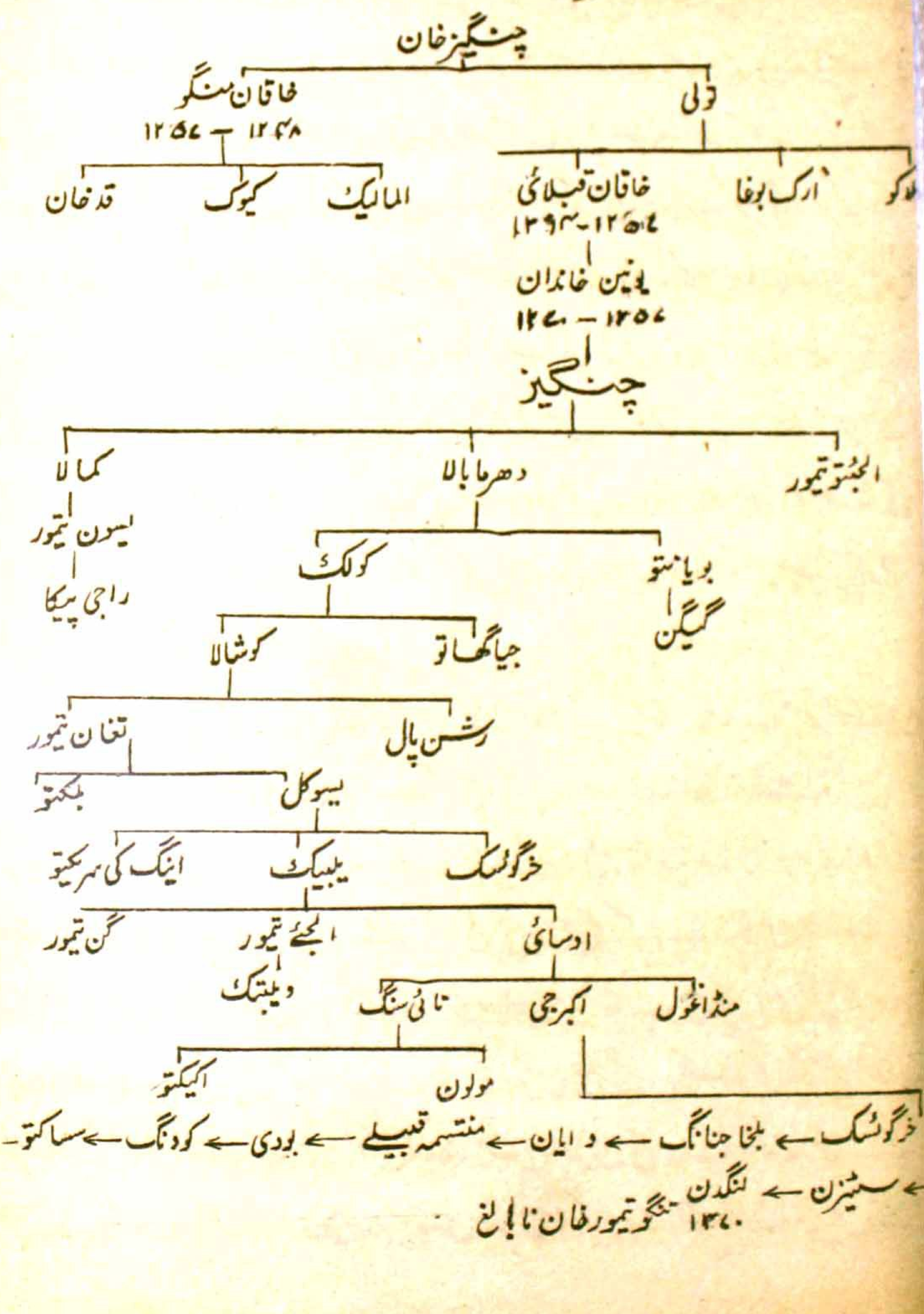

نابالغ شیرامون ولد کیوک کو قبلائی نے اپنی سر پرستی میں لے لیا۔ اور بوری ولد چغتائی کو گرفتار کر کے باتو کی خدمت میں بھیج دیا اور وہاں وہ قتل کر دیا گیا۔ ۱۲۵۱ء

منگو فلسفہ سے دلچسپی رکھتا تھا اور اسے اپنے علم و تدبر پر اعتماد تھا۔ ۱۲۵۳ء میں فرانس کے بادشاہ لوئی نے رابر کوئیس کو عیسوی مشن دے کر بھیجا تھا کہ جنگ صلیبی میں مدد دی جائے۔ دیگر مذاہب سے مناظرہ کروانے کے بعد اس نے جواب دیا کہ تمہارا مذہب سچا ہے مگر ناقابلِ عمل ہے۔ اگر حق کی طلب ہے تو ہمارا مذہب قبول کرو۔ منگو نے تعلیم و تہذیب کو ترقی دی۔ مگر خانہ بدوشی کی روایات کو برقرار رکھا۔ فضلاء و ماہرین سے لغت تیار کروانے کا انتظام کیا۔ باتو کے احسان کو وہ تسلیم کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ ہم دونوں ایک آفتاب کی کرنیں ہیں اور ہماری مثال دو آنکھوں کی سی ہے جو مل کر ہر شئے کو دیکھا کرتی ہیں۔ انتظامات و فتوحات میں خوبی کے ساتھ اضافہ کیا۔ قبلائی کو چین کا۔ ہلاکو کو ایران کا اور چھوٹے بھائی ارک بوغا کو جائداد خاص منگولیا کا وائسرائے بنایا۔ اس کا انتقال ۱۲۵۷ء / ۱۲۵۸ء میں ہوا۔

خاقان پنجم قبلائی خان

منگو نے اپنے خاندان کا استحکام کیا مگر قدرت نے تبسم فرمایا۔ قبلائی جب سنگ کی لڑائی میں مصروف تھا تو ۱۲۵۹ء میں منگو کے مرنے کی خبر پہنچی۔ سوگ منانے کے لئے قاراقورم واپس آرہا تھا تو معلوم ہوا کہ ارک بوغا خاقان تسلیم کر لیا گیا۔ اس نے فوراً اپنی فوج کو جمع کر کے اپنے خاقان ہونے کا ۱۲۶۰ء میں اعلان کر دیا۔ (حضرت امیر معاویہ کا انتخاب بھی کچھ اسی طرح کا ہوا تھا) ان واقعات سے پتہ چل گیا کہ دونوں بھائیوں میں چلے گی۔ یہ فیصلہ کرنا کہ صحیح انتخاب کس کا ہوا محض گفت ہے اور مشکل ہے۔ رشید الدین کی رائے ارک بوغا کے حق میں ہے۔ بہر حال دونوں میں لڑائیاں شروع ہوگئیں تا آنکہ ۱۲۶۴ء میں ارک بوغا

گرفتار کر کے قبلائی کے حضور میں پیش کیا گیا (نصر و اسمٰعیل سامانی کا واقعہ بھی ایسا ہی ہوا تھا) قبلائی نے دریافت کیا "ارشاد ہو کہ حق پر کون ہے"۔ ارک بوغا نے جواب دیا "پہلے میں تھا اب آپ ہیں" جواب سن کر گلے سے لگا لیا مگر اس کی ریاست منگو لیا اپنی ریاست میں شامل کر لی۔ بلا شرکت غیرے خاقان بن کر قبلائی نے پیکن کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ چین میں سکونت اختیار کی اور چینی تمدن قبول کیا۔ مغلوں اور اولاد چغتائی و اکتائی نے قاراقورم کی آبرو باقی رکھنے کے لئے اکتائی کے پوتے کیدو کو اپنا خاقان بنا لیا اور اس کے تحت میں الٹائی سے لے کر افغانستان تک کا ملک آ گیا۔ پھر قبلائی سے اکیس برس تک جنگ رہی۔ کیدو کی فوج کی سپہ سالار اس کی لڑکی تھی۔ مارکوپولو نے اپنے سفرنامہ میں اس کا نام آئی یاروق (ماہ منیر) لکھا ہے۔ سنہ ۱۳۰۱ء میں کیدو کے انتقال کے بعد یہ جھگڑا ختم ہوا۔ اولاد اکتائی معافی مانگ کر قپچاق اور ماوراء النہر میں جا کر بس گئی اور اولاد چغتائی چودھویں صدی تک ترکستان کی مالک رہی۔ ان لڑائیوں کی وجہ سے راستے بند ہو گئے تھے۔ ملکی تجارت کو بھی اسی لئے نقصان پہنچا تھا اور چین ایران اور اردوئے زرین کے درمیان سلسلہ بھی منقطع ہو گیا تھا ؏۱

باوجود مصروفیت جنگ قبلائی نے چین کو جنت بنا دیا۔ اپنی حکومت کی تاریخ لکھوائی۔ سلطنت کا نام یوئن رکھا۔ جمال الدین سے رصدگاہ بنوائی۔ دارالترجمہ کھولا۔ نوٹ ایجاد کئے۔ سلطنت سنگ کا جنوبی حصہ فتح کیا اور برتے خان کے خلاف ہلاکو کی مدد کے لئے تیس ہزار فوج بھیجی۔ مارکوپولو اس کے یہاں عرصہ تک رہا۔ تبت کے لاماؤں کی قدردانی کی۔ مارکوپولو جب رخصت ہوا تو اسکی معرفت ہلاکو کے پوتے ارغون کے لئے دلہن روانہ کی تھی۔ قبلائی عالم۔ مدبر۔ منتظم۔ صناع فیاض اور عیش پسند تھا ؏۱۔ ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب سے دریافت

Marfat.com

کیا تمہارے یہاں مشرکین کی سزا اگر قتل ہے تو تم ہمیں قتل کیوں نہیں کرتے۔
مولوی صاحب نے جواب دیا۔ ابھی وقت نہیں آیا ہے۔ اس جواب پر نہ صرف
مولوی صاحب قتل کئے گئے بلکہ تمام مسلمانوں کے قتل کر دینے کا حکم صادر
ہوگیا۔ بعد کو اسے سمجھایا گیا کہ آپ مشرک و منکر نہیں ہیں اس لئے کہ وجود اعلیٰ
کو تسلیم کرتے ہیں اور موحد پر وہ حکم عائد نہیں ہوتا۔ تو مسلمانوں کی جان بچی ۱۷۔
ایک مرتبہ اپنے سامنے سے گوشت کی رکابی ایک مسلمان کو عطا کی۔ اس نے
غیر ذبیحہ ہونے کی وجہ سے معذرت کی تو اعلان کیا گیا کہ ذبیحہ قطعی طور پر بند کر دیا جائے
عرصہ کے بعد احمد وزیر مال نے مطلع کیا کہ ذبیحہ بند ہو جانے کی وجہ سے مسلمان تاجر
نہیں آتے۔ اس لئے آمدنی کم ہو رہی ہے تو بندش ختم کی گئی ۱۷۔ ۱۲۹۴ء میں ۳۵
برس حکومت کرنے کے بعد ۸۰ برس کی عمر میں قبلائی کی وفات ہوئی۔

۱۳۲۳ء سے ۱۳۲۸ء تک تیمور خان خاقان تھا۔ اس کے عہد میں
قبلائی کا ایک پوتہ نندا نامی مسلمان ہوگیا تھا (رشید الدین) ہر چند اسے سمجھایا گیا
مگر وہ اسلام پر قائم رہا۔ صاحب منتخب تواریخ ملا و بدایونی کا بیان ہے کہ اس نے
پیکن میں چار مسجدیں بنوائی تھیں لیکن چین کی تاریخ میں اس کا کہیں ذکر نہیں ۲۲
مسلمان مورخین اس قسم کی فروعات بغیر تحقیق کے اکثر لکھدیا کرتے ہیں۔

خاندان قبلائی کا آخری تاجدار نابالغ تیمور خان تھا جس کو ۱۳۷۰ء میں معزول
کرکے منگ والوں نے سلطنت پر قبضہ کر لیا اور چنگیز خانی سر بصحرا زندگی گذارنے کے
لئے چین سے نکال دئے گئے ۱۸/۱۷۔ اس کے بعد پھر قارا قورم میں برائے نام حکومت
۱۶۹۱ء تک رہی اور آخر کو ۱۷۲۲ء میں چین نے یہاں پر قبضہ جمالیا اور مغلوں کا
نام مٹ گیا۔ ۵

ہلاکو۔ ال خان ایران چنگیز کی قائم کردہ ریاستوں میں اکتائی کی ریاست ختم

ہوگئی۔ ریاست چغتائی قریب الختم تھی۔ منگو کی منقسمہ ریاستوں میں بھی بجائے تین کے دو رہ گئیں اس لئے کہ ارک بوغا والی ریاست منگولیا کو قبلائی نے اپنی ریاست میں شامل کر لیا تھا۔ قبلائی نے جب مرکزیت کو ختم کر دیا تو چنگیزی اقبال جاتا رہا اور ہر ریاست کی کیفیت و تاریخ مختلف ہوگئی۔ ریاست ال خان البتہ اپنے خاتمہ سے کچھ پہلے تک قبلائی کی مطیع رہی۔

ہلاکو خان ایران کا وائسرائے بنا کر بھیجا گیا تو اپنی ڈھاک بٹھاتا ہوا تین برس میں ایران پہنچا۔ پھر تین برس کے اندر ۱۲۵۶ء میں باطنیوں کا قلع قمع کیا۔ اس کے بعد بغداد کی طرف متوجہ ہوا۔ خلافت عباسیہ باوجود مضمحل ہو جانے کے چنگیزی دستبرد سے بچی ہوئی تھی۔ لیکن ۱۲۵۷ء میں ہلاکو نے اسے بھی ختم کر دیا۔ بغداد کی تباہی میں ابوبکر سعد زنگی اتابیگ شیراز۔ اتابیگ موصل۔ عطا الملک جوینی مصنف تاریخ جہاں کشا۔ اور نصیر الدین طوسی ہلاکو کے ساتھ تھے۔ خلیفہ معتصم کے وزیر ابن علقمی نے سازش کی اور خلیفہ معتصم رسم مغل کے مطابق گھوڑوں سے کچلوا کر مار ڈالا گیا۔ چھ شب و روز بغداد کو لوٹا گیا۔ مسلمان قتل کئے گئے اور عیسائیوں کو اماں دی گئی۔ تسخیر بغداد کے بعد ہلاکو سات برس زندہ رہا۔ خلافت عباسیہ کے خاتمہ کے ساتھ مسلمانوں کی تہذیب اور عربی زبان کا بھی جنازہ نکل گیا۔ جب ہلاکو نے عراق و شام فتح کر لیا اور ایران پر قبضہ ہو گیا تو خاقان منگو نے ہلاکو کو ال خان کا خطاب مرحمت فرمایا اور مملکت ایران عطا کر دی۔ منگو کے مرنے کی خبر ہلاکو کو ۱۲۶۰ء میں ملی۔ وہ تعزیت کے لئے قاراقورم جانے کو روانہ ہوا مگر وہاں پہنچنا اس کے نصیب میں نہ تھا۔ تبریز تک پہنچا تھا کہ مصر کے ملوک نے شام پر حملہ کر دیا۔

خلافت عباسیہ اور تسخیر شام کے بعد مسلمانوں کی حکومت مصر میں رہ گئی تھی اور اس پر بھی فرانس کی نظریں تھیں۔ اب مسلمان اس قدر ضعیف اور منتشر ہو گئے تھے کہ کسی

Marfat.com

معمولی دشمن کے مقابلہ کی بھی سکت نہیں تھی مگر مردے از غیب بروں آید و کارے بکند
مملوک مصر سیف الدین کتنز نے فلسطین کے بازار سے بائبر نامی غلام خریدا تھا جو فن
سپہ گری میں کامل اور مغلوں کے طریق جنگ سے آگاہ تھا۔ بائبر کی سرکردگی میں مملوک
نے شام پر حملہ کردیا اور ہلاکو کی فوج کو بری طرح شکست دی اور یہی شکست ہلاکو کی
ہلاکت کی تمہید بن گئی۔ بائبر کو امید تھی کہ حلب کا گورنر بنا دیا جائے گا مگر صلہ خدمات
نہ ملنے پر بائبر کو مایوسی ہوئی تو کتنز کو قتل کر کے وہ تخت پر قابض ہوگیا اور ملک الظاہر کا
لقب اختیار کیا۔ اس نے سقوطِ بغداد کے بعد خلیفہ منتصر عباسی کو اپنے یہاں بلا کر خلافت
عباسی کا اجراء کیا تھا۔ مذہبی وسیاسی اختیار کے فیصلہ خلیفہ کے ہاتھ میں ہوا کرتا تھا لیکن قاہرہ
میں خلیفہ عباسی محض نمائشی شے تھا اور اسناد تقسیم کرنا اس کے فرائض میں تھا خلافت
کا یہ بے روح ڈھانچہ مصر میں ڈھائی سو برس تک باقی رہا۔ اور قاہرہ کو مرکز علم بنایا۔
ہلاکو کے خلاف اردوئے زرین سے معاہدہ کیا اور عیسائی سلطنتوں سے ہلاکو کی
ریشہ دوانیوں کا دفعیہ کیا تھا۔ ہلاکو نے قاراقورم جانے کا ارادہ ملتوی کر کے شام
کو واپس لینے اور قاہرہ فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ جب اس کی تیاری مکمل ہوگئی تو عقب
سے برقہ کی فوج ۱۲۶۲ء میں کوہ قاف کو عبور کر کے آگئی تو ہلاکو برقہ کی طرف متوجہ ہوا۔
اور اسے پسپا کردیا۔

مراغہ ہلاکو کا دارالسلطنت تھا۔ نصیر الدین طوسی سے رصدگاہ بنوائی۔ اسکی بیوی
عیسائی تھی۔ اپنے لڑکے اباقا کی شادی قسطنطنیہ کی عیسائی شاہزادی سے کی۔ جواب
میں بائبر کے مشورہ سے برقے نے اپنے بھتیجے نیوگی کی شادی اس شہزادی کی بہن سے
کرادی تاکہ قسطنطنیہ کی ہمدردی یک طرفہ نہ ہو سکے۔ مسجدوں کی تحقیر اور مسلمانوں
کی تذلیل ہلاکو کے کارنامے ہیں۔ غرض ناکام و نامراد ۱۲۶۴ء میں دنیا سے چل بسا۔
کچھ دن کے بعد اس کی بیوی بھی مرگئی۔ شہرت ہوئی کہ دونوں کو سازش کر کے

مسلمانوں نے زہر دلوا دیا تھا[۲۱]۔ اور مورخین کی تنگ نظریاں اس قسم کی بے بنیاد روایتوں کی روادار ہیں۔

۱۲۶۵ء میں ارک بوغا کی مخالفت کرنے کے لئے قبلائی نے چغتائی کے پوتے بورک کو ماورالنہر کا گورنر بنا دیا تھا مگر چار برس کے بعد بورک نے کیدو سے سازش کرکے خراسان پر یورش کردی۔ ہلاکو کے لڑکے اباقا نے غزنی وکرمان دینے کا وعدہ کرکے اسے باز رکھنے کی کوشش کی مگر بورک نہیں مانا[۵]۔ اور شکست کھانے کے بعد بخارا چلا گیا۔ اسی جنگ میں اتابیگ یوسف شاہ اول نے اباقا کو مدد دی تھی اور قتل ہونے سے بچایا تھا[۵]۔ وہاں پہنچ کر مسلمان ہوگیا اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ چنگیز کی اولادیں دوسرا اور چغتائیوں میں یہ پہلا مسلمان ہوا[۵،۷]۔

ال خان کی مسلمان رعیت جب ان کے مظالم سے بیزار ہوگئی تو ال خان نے عیسائی سلطنتوں سے رسم و راہ پیدا کرنا چاہی لیکن مملوک اور برقے نے اس کوشش میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ صلیبی جنگوں میں ضعف پیدا ہوگیا تھا۔ اور مملوک مقامات مقدسہ پر قابض ہوگئے تھے۔ ہلاکو اور اباقا کے بعد تیسرا ال خان تغودار تھا یہ عیسائی تھا مگر اسلام قبول کرنے کے بعد اس کا نام احمد رکھا گیا[۲۲]۔ مصر سے اس نے دوستی کرلی۔ احمد تغودار نے مغلوں میں اشاعتِ اسلام کی۔ اباقا کے لڑکے ارغون نے اپنے چچا احمد تغودار کی قبلائی سے شکایت کی اور پھر بغاوت کردی احمد تغودار نے شکست دے کر اسے گرفتار کرلیا۔ مگر بعد میں امیر بغائی کی سفارش پر اُسے رہائی مل گئی۔ پھر امیر بغائی سے سازش کرکے ارغون نے مخالفت کی اور احمد تغودار کو پھانسی دے کر ۱۲۸۴ء میں خود ال خان بن گیا[۵]۔ ارغون نے پوپ کو جنگ صلیبی پر آمادہ کرنا چاہا لیکن عیسائی دو صدی کی قوت آزمائی کے بعد صلیبی جنگوں سے کچھ فائدہ حاصل نہ کرسکے تھے۔ اس لئے پوپ نے شنوائی نہیں کی۔ ارغون کے

Marfat.com

بعد گیخاتو تخت نشین ہوا اور یہ آخری غیر مسلم ال خان تھا۔ غازن خان جب ۱۲۹۵ء
میں ال خان بنا تو مشرف بہ اسلام ہوا۔ قبلائی خان سے تعلقات منقطع کرلئے۔ طوائف
الملوکی جو امراء میں پیدا ہوگئی تھی اس کا انسداد کیا اور سلطنت کے استحکام کی تدابیر
کیں۔ پہلے یہ بدھ مذہب تھا۔ اور مذہبی تحقیق کا شوق رکھتا تھا۔ امیر نوروز نے
اس کے مسلمان ہونے کی پیشین گوئی کردی تھی۔ شیخ صدرالدین حمویہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا
شیخ کی تاریخ وفات ۱۳۲۲ء ہے۔ غازن کے مسلمان ہوتے ہی سپاہی اور افسر بھی
مسلمان ہوگئے۔ ال خانوں میں یہ دوسرا مسلمان تھا۔ مسجد و مزارات کی تعمیر کا شوق
رکھتا تھا۔ شراب کثرت سے پیتا تھا۔ چنگیز خانی ہونے پر فخر کرتا تھا۔ مصر والوں سے
اختلاف کیا۔ اور عیسائی نواز مشہور رہا۔ رشید الدین سے اس نے مغلوں کی تاریخ
لکھوائی تھی۔ ۱۳۰۴ء میں الجیتو خدا بندہ ال خان ہوا۔ یہ ارغون کا تیسرا لڑکا تھا
اور عیسائی ہونے کی وجہ سے اس کا نام نکولس تھا۔ اس کی تقلید میں رعایا اور امرا
مسلمان ہوئے۔ کمزور قسم کا بادشاہ تھا۔ امیر و وزیر کے ہاتھوں میں کھیلتا تھا۔
الجیتو کے پیر و مرشد شیخ شرف الدین بایزید بسطامی کی اولاد سے تھے اسی لئے اس
نے بایزید بسطامی کا مقبرہ بنوایا تھا۔ حضرت بایزید بسطامی کا انتقال ۸۷۴ء میں
ہوا تھا۔ آخری عمر میں الجیتو شیعہ ہوگیا تھا اور بقول ابن بطوطہ حضرت علی اور حضرت
امام حسین کی لاشوں کو اپنے یہاں لاکر دفن کرنا چاہتا تھا مگر نہ لاسکا اور جو روضہ
اس غرض کے لئے بنوایا تھا اس میں خود دفن ہوا۔ ۱۳۱۶ء میں ابو سعید کو ال خانی
ملی۔ عیاش اور کمزور تھا۔ امیر چوپان کی لڑکی بغداد خاتون سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر
امیر چوپان نے انکار کردیا اور اپنی لڑکی کی شادی ایک مغل سردار سے کردی۔ لہذا
امیر چوپان کو قتل کرکے اس نے اپنا وقار کھو دیا۔ مگر روایت ہے کہ بغداد خاتون سے
شادی بعد میں کرلی تھی اور اس نے زہر دیکر اپنے باپ کا بدلہ لیا۔ یہ لاولد تھا اور وارث

Marfat.com

کا منادو شوار تھا اس لئے کہ غازان خان نے ہلاکو کی جملہ اولاد کو قتل کروادیا تھا۔ اب امیر ووزیر کی بن آئی اور وہ اپنی مرضی کے مطابق جس کو چاہتے ال خان بنادیتے۔ آرپا ۱۳۳۵ - موسیٰ ۱۳۳۶ - محمد ۱۳۳۶-۱۳۳۸ - تغا تیمور ۱۳۴۰-۱۳۵۱ - جہاں تیمور ۱۳۳۹-۱۳۴۱ - ملک ساتی بیگ ۱۳۳۹ - سلیمان ۱۳۳۹-۱۳۴۳ اور نوشیروان ۱۳۴۴ اسی قسم کے فرضی حکمران تھے - چنانچہ ۱۳۴۴ء میں بالآخر ایران کے ال خانوں کا بھی چراغ گل ہوگیا۔

شجرۂ ال خان ایران

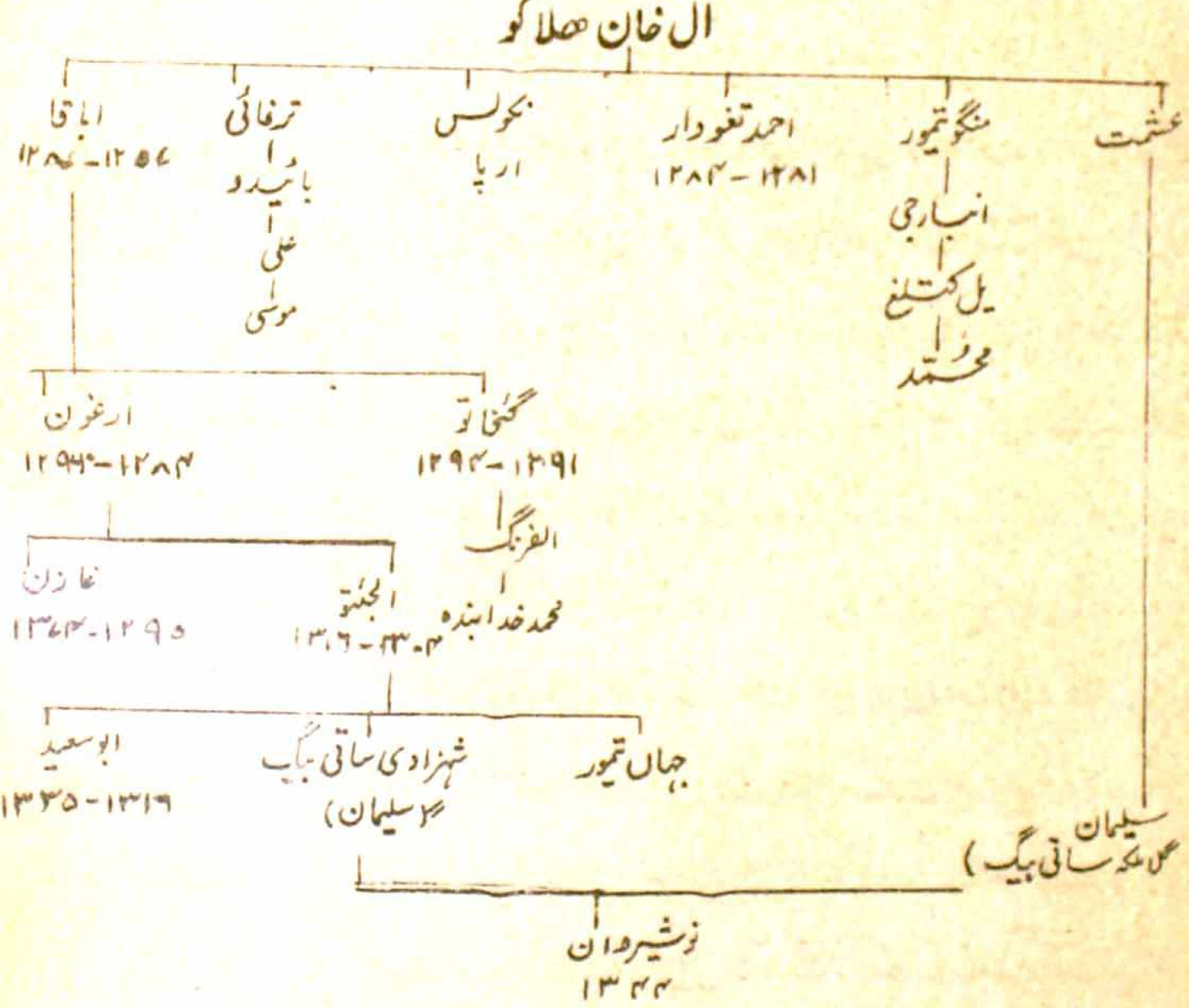

خاندان جلائر
۱۳۳۲-۱۴۱۱

امیر حسین جلائر جس نے ارغون کی لڑکی سے شادی کی تھی اس خاندان کا بانی ہوا۔ شیخ حسین بزرگ بادشاہ گر تھا اس نے

Marfat.com

عراق فتح کرکے بغداد کو دارالسلطنت بنایا۔ حسین کے لڑکے اویس نے ۱۳۵۶ء میں اردوئے زرّین سے آذربائیجان لے کر موصل اور دیار بکر کو اپنی حکومت میں شامل کرلیا۔ اویس کے جانشین حسین کوچک نے جنوبی ایران کے مظفریہ خاندان اور مغربی ایران کے قاراکوئنلو ترکمانوں سے لڑائیاں لڑیں اور اس کے مرنے پر اس کا لڑکا سلطان احمد عراق اور آذربائیجان کا مالک ہوا۔ جب ۱۳۸۲ء میں امیر تیمور نے حملہ کیا تو سلطان احمد مصر بھاگ گیا۔ پھر ۱۴۱۰ء میں واپس آکر بغداد کو فتح کرلیا مگر آذربائیجان پر قاراکوئنلو ترکمانوں نے شکست دے کر اس کو ختم کردیا تھا۔

خاندان مظفریہ ۱۳۱۳ - ۱۳۹۳ء

اس خاندان کا بانی شرف الدین مظفر تھا۔ اس کا لڑکا مبارز الدین محمد جس کو ابوسعید نے ۱۳۱۳ء میں گورنر یزد مقرر کیا تھا کتلغ خان کرمانی کی لڑکی سے شادی کرنے کے بعد ۱۳۴۰ء میں کرمان کا مالک ہوگیا۔ ابو اسحٰق انجو سے ۱۳۵۱ء میں فارس بھی لے لیا۔ اس کے ورثاء میں جب جھگڑے ہوئے تو شاہ شجاع نے تبریز و بغداد فتح کرلیا اور پھر شاہ منصور اس خاندان کا آخری حکمران تھا۔ جس کو شاہ رخ نے قتل کردیا۔

ہرات کے کرد ۱۲۴۵ - ۱۳۸۹

یہ غوری تھے۔ غازان خان ال خان ایران کا فخرالدین خاص معتمد اور رفیق تھا۔ اسی کے ذریعہ امیر نوروز کو غازان خان نے قتل کروایا تھا۔ یہ خاندان ہرات میں امیر تیمور کے حملہ تک باقی رہا۔

اردوئے زرّین (گولڈن ہورڈ)

ابتدائے ۱۲۵۶ء میں باتو کے لڑکے کے بعد برقہ خان اعظم بنا اور آغا کے نام سے مشہور ہوا۔ چنگیز خانیوں میں اسی کو سب سے پہلے مسلمان ہونے کا شرف حاصل ہے اور یہ پابند مذہب بھی تھا۔[۱] اس کے مسلمان ہونے کے متعلق مختلف روایتیں ہیں۔ رابر کوئیس نے اپنے سفرنامہ میں لکھا

Marfat.com

ہے کہ ۱۲۵۳ء میں برقہ مسلمان تھا۔ سُوّر کے گوشت کی اس کے یہاں ممانعت
تھی۔ ابوالغازی نے لکھا ہے کہ تخت نشین ہوکر مسلمان ہوا تھا۔ بعض مورخین
کا خیال ہے کہ جب بخارا کے تاجروں کے ساتھ اس نے سفر کیا تو ان کے اثر سے
مسلمان ہوا تھا۔ اسٹیفن شیڈر نے بیان کیا ہے کہ نجم الدین مختار الزاہدی نے
۱۲۶۰ء میں اس کے لئے اسلام کے متعلق کوئی کتاب لکھی تھی یہ بھی مشہور ہے
کہ کوہ قاف کی گورنری کے زمانہ میں مسلمان تاجروں سے اسلام کی خوبیاں سمجھیں
تھیں تو باتو نے اس کا تبادلہ قپچاق کو کردیا تھا اور مسلمان تاجروں کو وہاں جانے
کی بندش کردی تھی۔ ابوالغازی نے یہ بھی لکھا ہے کہ مسلمان ہونے کا اظہار کرکے
اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو بھی تلقین کی تھی لیکن الجزجانی نے طبقات ناصری
میں لکھا ہے کہ وہ بچپن میں ہی مسلمان ہوگیا تھا۔ اور بڑے ہوکر خوجند میں کسی مولوی
سے قرآن شریف پڑھا تھا[1]۔ یہ روایت قرین عقل معلوم ہوتی ہے اور بقیہ روایتیں
سوائے نتیجہ کے اپنی اپنی جگہ صحیح مانی جاسکتی ہیں۔ جرجانی نے اپنی روایت کی
تفصیل و توجیہہ نہیں لکھی مگر یہ واقعہ ہے کہ چنگیز نے اپنے پوتوں کی تعلیم کے لئے
ایک تاجر اسمٰعیل ایغوری کو مقرر کیا تھا[1]۔ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ برقے کی ابتدائی
زندگی منگولیا میں گذری تھی[1]۔ ممکن ہے کہ استاد کی تعلیم اور فیض صحبت سے
مسلمان ہوگیا ہو۔ اسی طرح دانشمند حاجب کو منگو کے لڑکے المابیک کو پڑھانے
کے لئے مقرر کیا تھا اور ان کے متعلق درج ہے کہ عجیب دلچسپ انداز میں اسلامی
روایات ذہن نشین کیا کرتے تھے[3]۔ ممکن ہے کہ برقے نے بھی ان سے استفادہ
کیا ہو۔ المابیک مسلمان ہوکر امیر احمد ہلیکچی کے نام سے مشہور ہوا[1]۔ برقے کے
اسلام لانے کی وجہ سے مغل اور شہزادوں کی بڑی تعداد مسلمان ہوگئی تھی۔ نگوئی برقہ
کا سپہ سالار تھا اس نے البتہ اسلام کی مخالفت کی۔ نگوئی کی لڑکی شامانی مذہب

Marfat.com

رکھتی تھی اور شامانی سے ہی اس کی شادی ہوئی تھی لیکن وہ مسلمان ہوگئی اور خاوند کی سختیوں کی پروا نہیں کی۔

مغلوں کے حملوں کی وجہ سے روس یورپ سے منقطع ہوکر لوتھینیا اور ماسکو کے دو حصوں میں منقسم ہوگیا تھا[۲۱]۔ برقہ نے ۱۲۵۸ء میں دونوں حصوں کو مطیع کرلیا تھا اور ان سب نے مغلوں کی تہذیب اختیار کرلی تھی[۵]۔ جب مغلوں سے آزاد ہوکر روس نے اپنی حکومت قائم کی تو بھی وہ مغلوں کی تہذیب کا اتباع کرتا رہا۔ پیٹر نے تہذیب یورپ کو رائج کرنے کی کوشش کی مگر وہ روس کو راس نہیں آئی۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی تبدیلی و ترقی کے بعد روس یورپ سے علیحدہ نظر آتا ہے[۲۱]۔ مسلمانوں میں اگر غور و تدبر کی ہمت ہو تو صاف معلوم ہوجائے گا کہ تل اوٹ پہاڑ ہے اور اسلامی تعلیم اس کو مٹا سکتی ہے۔

منگو کے بعد ہلاکو کی مسلم آزاری نے برقہ کو ہلاکو اور قبلائی خان خاقان منگولیا دونوں سے بیزار کردیا۔ برقہ نے صاف کہلا بھیجا کہ جب تم اپنی پالیسی میں مجھ سے مشورہ نہیں کرتے تو میں تمہاری طرفداری کیوں کروں۔ چنانچہ بابئرس کو اس کی تخت نشینی پر برقہ نے مبارکباد دی اور مصر سے تعلقات پیدا کیے۔ ملک الظاہر بابئرس نے دوستی کا یقین دلایا اور اپنے نام کے ساتھ برقہ کا نام بھی خطبہ میں شامل کرنے کا وعدہ کیا۔ اگرچہ یہ وعدہ محض گفتنی تھا۔ اور حضرت عثمانؓ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا قرآن شریف تحفہ میں بھیجا۔ برقہ کے نام کا خطبہ ماورالنہر۔ خراسان اور دیگر صوبہ جات میں پڑھا جاتا تھا[۱۵]۔ اور ہلاکو کو فکر ہوگئی تھی کہ مشرقی سرحد کی طرف سے اس پر حملہ نہ کردیا جائے۔ لہٰذا اس نے مشرقی سرحد پر دفاع کا پورا انتظام کرلیا تھا۔

۱۲۶۱ء میں برقہ نے جملہ مذاہب کے پیشواؤں کو اپنے یہاں کا محصول معاف کردیا تھا اور عیسائیوں کو تبلیغ کی بھی اجازت دے دی تھی بشرطیکہ وہ دین میں مداخلت

Marfat.com

نہ کریں۔ چند شاہزادوں نے اپنی خوشی سے عیسوی مذہب قبول کر لیا تھا لیکن وہ سب بعد میں مسلمان ہو گئے ص۔ خاقان منگو کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے اردوئے زرین کی فوجیں شام کی فتح کے بعد ہلاکو کی مدد کو بھیجی گئی تھیں۔ لیکن ان میں کی ایک جماعت مظالم بغداد سے بیزار ہو کر مصر چلی گئی۔ بائبرس نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ پھر ان ہی میں کے دو افسروں کو اپنا سفیر بنا کر برقے کے پاس بھیجا۔ واپسی میں ان سفیروں نے بیان کیا کہ اردوئے زرین میں ہر امیر کے یہاں ایک امام اور مؤذن مقرر ہے۔ شہزادے درسِ قرآن کے لئے مسجد کے مکتبوں میں جاتے ہیں۔ کل فوج مسلمان ہے اور ہر سپاہی اپنے ساتھ جانماز رکھتا ہے۔ شراب کوئی نہیں پیتا (مقریزی)۔ اب اردوئے زرین والوں کی آمد و رفت مصر میں شروع ہو گئی۔ برقے اور بائبرس کے درمیان ۱۲۶۱ء اور ۱۲۶۲ء میں دو معاہدے ہوئے اور ۱۲۶۳ء میں اردوئے زرین کا سفارت خانہ مصر میں کھل گیا۔ ص ۳۲

ہلاکو ۱۲۶۲ء میں شام کو واپس لینے کے لئے مملوک پر زبردست حملہ کرنا چاہتا تھا مگر جب کوہ قاف کی جانب سے برقے نے حملہ کر دیا تو ہلاکو اس سے لڑنے پر مجبور ہو گیا۔ بڑی سخت جنگ کے بعد برقے کو پسپا ہونا پڑا۔ مملوک مصر اور برقے خان نے فرات ماوراءالنہر اور کوہ قاف میں ہلاکو کی مخالفت کر کے اسے پریشان کر دیا۔ قبلائی نے ہلاکو کی مدد کے لئے تیس ہزار فوج بھیجدی۔ اب دوسری جنگ برقے سے شروع ہو گئی مگر برقے نے اس مرتبہ دندان شکن شکست دی لیکن اس فتح سے فائدہ نہیں اٹھانے پایا تھا کہ ۱۲۶۷ء میں برقے کا انتقال ہو گیا۔

باتو کا پوتا منگو تیمور برقے کا جانشین بنا۔ اس نے مصر سے تعلقات قائم رکھے اور ۱۲۸۰ء میں اس کا انتقال ہوا۔ اس کے بعد تودا منگو (۱۲۸۰-۱۲۸۷) تولا بوغا (۱۲۸۷-۱۲۹۰) تاکتو (۱۲۹۲-۱۳۱۲) ازبیگ (۱۳۱۲-۱۳۴۰) تم بیگ (۱۳۴۰) جانی بیگ (۱۳۴۰-۱۳۵۷)

بردی بیگ (۱۳۵۸-۱۳۵۹) سفید اردو کے خان ہوئے۔ تاکتو کو نیوگی کی مدد سے تخت ملا تھا مگر اختلاف ہو جانے پر نیوگی کے لڑکے ال خان کے یہاں ایران چلے گئے اور تاکتو نے مرتد ہو کر اپنا آبائی مذہب اختیار کر لیا۔ تاکتو کے بعد بورائی شہزادہ ماسکو نے یہاں آکر ازبیگ کی بہن سے شادی کی اور دو برس حکومت کی پھر مغل فوج لیکر وہ ماسکو چلا گیا۔ ۱۳۱۹ء میں ناصر شاہ مصر کی شادی برقے کے خاندان میں ہوئی تھی[۱] اور ازبیگ کی لڑکی کی بھی شادی مصر میں ہوئی تھی[۲]۔ ازبیگ کی شادی بازنطینی شہزادی سے ہوئی تھی۔ ازبیگ (۱۳۴۰-۱۳۱۳) منتظم مقبول اور صاحب اثر خان تھا اس کے مسلمان ہوتے ہی تقریباً تمام مغل یہاں کے مسلمان ہو گئے۔ اس مغربی سلطنت میں اگرچہ اسلام سلطنت کا مذہب ہو گیا تھا مگر طرز حکومت مغلئی ہی رہا۔ ازبیگ اور غازن خان دونوں ہمعصر تھے۔ دونوں نے بہترین اصلاح اور انتظام کئے مگر دونوں میں سے کوئی آنے والے زوال کا انتظام اور تدارک نہ کر سکا۔ جانی بیگ کے بعد خانگی نزاعات شروع ہو گئے۔ وقار جاتا رہا۔ حتی کہ ۱۳۹۵ء میں تیمور کے حملہ سے اسے ختم کر دیا۔ برقہ کے خاندان کے بعد سفید اردو کی حکومت ہردو کے خاندان میں پہنچ گئی جس کا حدود اربعہ یہ تھا۔ مغرب میں نیلی اردو۔ مشرق میں حکومت چغتائی شمال میں شیبان کے ازبیگ۔ جنوب میں صحرائے قزل قم اور سلسلہ کوہ۔

غیاث الدین تکتامش نے پولاد سے شکست کھا کر ۱۳۷۶ء میں امیر تیمور سے مدد حاصل کی اور اروس خان کو شکست دی۔ اس کے بعد تکتامش تیمور ملک سے ہار گیا۔ ۱۳۷۸ء میں تکتامش نے سفید اور نیلی اردو پر قبضہ کر لیا اور اس کی حکومت مشرقی و مغربی قپچاق پر ہو گئی۔ ۱۳۸۲ء میں اس نے ماسکو بھی فتح کر لیا۔ تکتامش گویا اردوئے زرین کا آخری چراغ تھا جو آخری مرتبہ بھڑک کر گل ہو گیا۔ اس فتح کے بعد اس نے ماوراء النہر پر حملہ کیا اور اپنے محسن امیر تیمور کے مقابل میں آ گیا۔ ۱۳۹۵ء میں

میں تکتامش کو شکست دے کر امیر تیمور نے ماسکو تک فتوحات کیں[۱۲]۔ مگر ۱۳۹۶ء میں تکتامش نے پھر سرائے پر قبضہ کر لیا اور اروس کے لڑکے تیمور کتلغ سے شکست کھا کر توتھینا چلا گیا اور وہاں ۱۴۰۶ء میں مر گیا۔ اردوئے زریں میں برابر جھگڑے ہوتے رہے اور ۱۵۰۲ء میں روس نے قبضہ کر کے ہمیشہ کو ختم کر دیا۔ اس کے بعد اس کی یادگار ریاست استراخان بنی جو قاسم نے قائم کی تھی اور یہ ۱۵۵۴ء تک رہی۔ برقے نے مغرب کی طرف توجہ کرنا چھوڑ دی تھی مگر برقے کی وفات کے بعد نوگوئی نے اپنا اثر قائم کیا۔ نوگوئی کی شادی قسطنطنیہ کی شاہزادی سے ہوئی تھی۔ اس کی اس ریاست کو کرم تاتار کہا جاتا تھا۔

تغا تیمور جوجی کا چھوٹا لڑکا تھا۔ اس کے متعلق تاریخ زیادہ حالات نہیں بتاتی منگو تیمور نے تغا تیمور کے لڑکے اورنگ تیمور کو کریمیا اور کافا دے دیا تھا۔ اور اسطرح باتو کی ریاست کے شمال و جنوب میں یہ ریاست بن گئی۔ پھر ان میں بھی جھگڑے ہونے لگے۔ تیمور کے حملہ کے بعد اردوئے زرین کی تباہی پر اس ریاست کو اہمیت حاصل ہوئی ۱۳۴۵ء میں بلغاریہ فتح کیا گیا تھا اس کی تباہی کے بعد ریاست کازاں الغ محمد نے بنائی۔ جب محمد کُ نے ۱۴۴۶ء میں اپنے باپ الغ محمد کو مار ڈالا تو اس کے بھائی روس چلے گئے اور قاسم نے وہاں ریاست کازیماف بنائی۔ محمد امین کے انتقال کے بعد ۱۵۱۹ء میں کازان میں انحطاط ہوا تو روس کے اشارے سے کریمیا اور استراخان والے یہاں حکومت کرنے لگے۔ پھر سب سے پہلے آئیوں نے کازاں کا محاصرہ کیا۔ فتح کر کے مسجد کو گرجا بنایا اور مسلمان شہزادوں کو عیسائی کیا گیا۔ آخر کار ۱۵۵۲ء میں روس نے اپنا گورنر مقرر کر دیا[۲۱]۔ اس کے بعد ۱۵۵۵ء میں استراخان کو فتح کیا۔ سلطان سلیم ثانی نے مدد کے لئے جو فوج بھیجی تھی وہ تباہ کر دی گئی[۲۱]۔ ریاست کازیماف کو بھی ۱۶۷۸ء میں روس نے لے لیا۔

Marfat.com

پندرھویں صدی میں اردوئے زرّین کے زوال پر بحر خزر کے مشرق میں ابوالخیر نے ازبیگی ریاست کی بناد ڈالی۔ ابوالخیر باتو کے بھائی شیبان کی اولاد سے تھا اور ۱۴۱۳ء میں پیدا ہوا تھا۔ ازبیگیوں کی ایک جماعت ۱۴۶۵ء میں ناراض ہو کر سلطان غرائے اور جانی بیگ کی معیت میں مغلستان (ترکستان) وسط ایشیا میں چلی گئی۔ اور وہاں دریائے چو کے قریب ریاست قائم کر کے قزاق سلطانوں نے ۱۵۲۳ء تک حکومت کی یلبقولی مرزا حیدر ان کی حکومت ۱۵۵۳ء تک رہی۔ اس خاندان کو قاسم خان ولد جانی بیگ کی وجہ سے قاسموکی بھی کہتے تھے۔ ابوالخیر کی وفات کے بعد ۱۴۶۹ء میں ازبیگیوں کی ایک دوسری جماعت اور مغلستان آگئی۔ وہاں چغتائی کے خان الیسن بوغا نے فراخ دلی سے ان کا استقبال کیا۔[ھ] ابوالخیر کا پوتہ محمد شیبانی المعروف بہ شاہی بیگ سلطان احمد جلائری کی ملازمت میں تھا۔ اس نے سولھویں صدی کے اوائل میں سمرقند اور ماورالنہر میں اپنی نئی ریاست قائم کرلی جو شیبانی ریاست کہلائی اور جس کی یادگار امیر خیوا و بخارا تھے۔ محمد شیبانی اور ظہیر الدین بابر سے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ پہلے بابر نے ان سے سب کچھ فتح کرلیا اور ان کے پاس محض بخارا رہ گیا۔ مگر ۱۵۰۵ء میں بابر کو شکست دیکر شیبانی خان پھر مالک وقابض ہوگیا اور بابر کو اس کے بعد کابل اور ہندوستان کی طرف جانا پڑا۔ جب شاہ اسمٰعیل صفوی شاہ ایران نے بمقام مرو شیبانی خان کو شکست دے کر اور قتل کر کے اس کی حکومت چھین لی تو ۱۵۱۲ء کے بعد ماورالنہر میں کیخن جی، شیبانی کا وارث ہوا اور خاقان کہلایا۔ ان لوگوں نے ۹۹ برس حکومت کی۔ عبداللہ کے مرنے کے بعد حکومت سمرقند ختم ہوگئی اور والگا کے زیرین حصہ میں اُنھوں نے

[ھ] معلوم نہیں الیسن بوغا کا نام کیوں لکھا ہے اس لئے کہ وہ ۱۳۰۹۰-۱۳۳۰ء میں تھا۔ اور چغتائی خاتون کا اس زمانہ میں جبکہ ازبیگی آئے وجود نہ تھا یا ممکن ہے کہ یہ خان اس شاخ سے ہو جس کو علاقہ پامیر میں امیر تیمور نے ۱۳۹۰ء میں رہنے دیا تھا۔ مگر اس سے کچھ سلسلہ نہیں۔

ہی ریاست استراخان بنالی جس کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ ریاست کریمیا کا خاتمہ ۱۸۸۳ء میں ہوا اور سلطان کریم غرائے اور کٹی غرائے کریمیا چھوڑ کر اسکاٹ لینڈ چلے گئے اور ایڈنبرا میں مقیم ہوئے اور وہیں انھوں نے شادیاں کریں۔

چین میں مغلوں کی سلطنت کے ختم ہونے کی تقلید قبچاق اور اردوئے زرین نے بھی کی اور یہاں مغلوں کے بجائے روس کے چراغ جلنے لگے۔

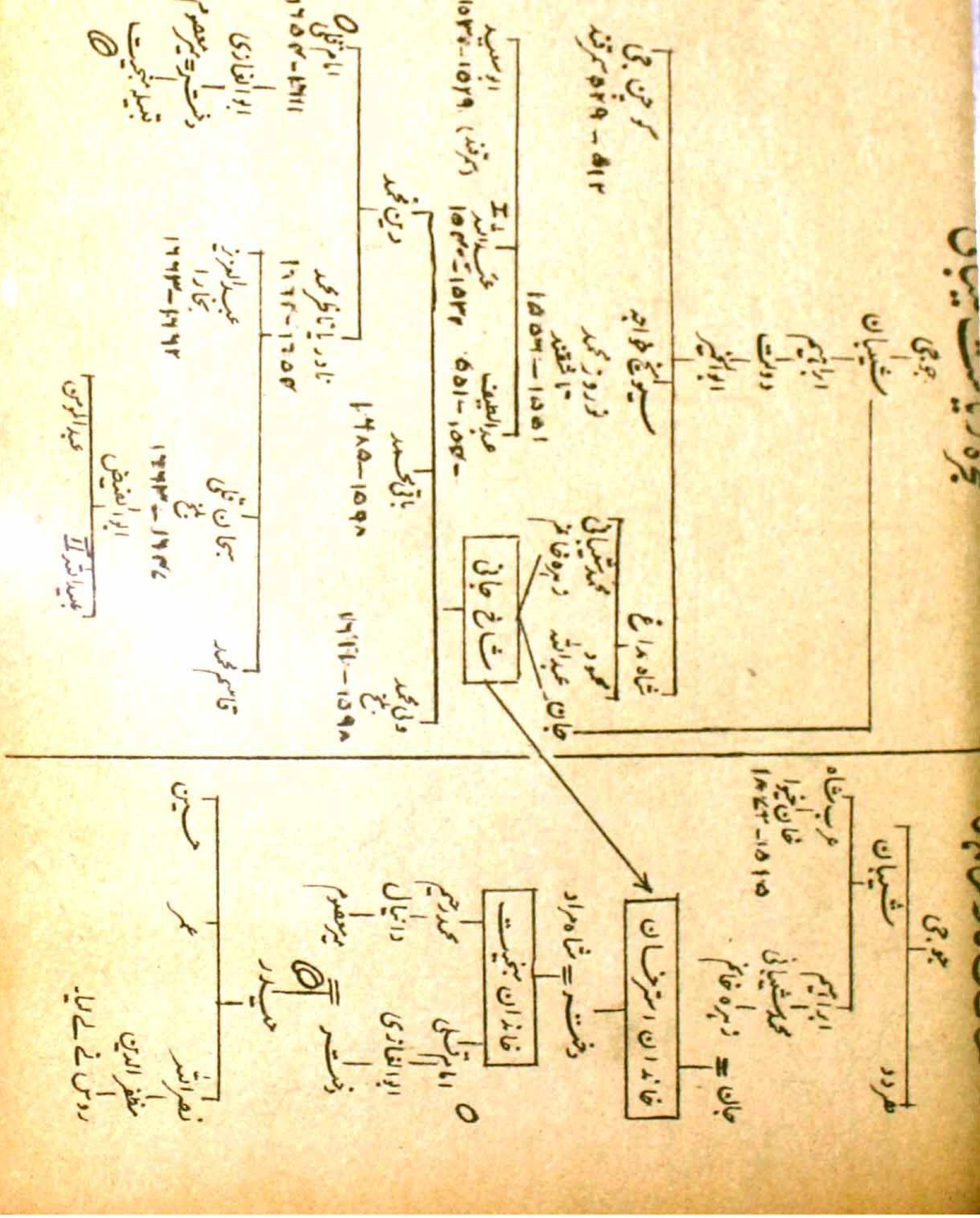

Marfat.com

شجرہ اُردوئے زرین

جوجی

دولت
فتح I
غازی II
اسلم II
محمد II
اسلم I
غازی I
محمد II
جانی بیگ II
سلامت
کریم
مبارک
اسلم III
محمد IV
بہادر
مراد
سلیم
دولت II
سلامت II
منگل II
سعادت III
کپلان
غازی
احمد
کریم
ارسلان
فتح II
شاہن
صاحب
دولت III
سلیم III
سلیم
کپلان
بختیار
شیخ اولیاء
جان علی
شاہ علی
شیخ حیدر
درویش
احمد
شیخ احمد
مرتضیٰ
سید احمد
قاسم
یادگار
بردی بیگ
اک کوباک
یام گرچی
محمود (استرخان)
عبدالکریم
جانی بیگ
قاسم
عبدالرحمن
حسین

Marfat.com

ریاستِ چغتائی

چغتائی کی ریاست میں ۱۲۲۷ء سے ۱۳۵۸ء تک چھبیس خان ہوئے[۲۶]۔ ظفر نامہ میں ان کی تعداد اکیس لکھی ہے[۲۷]۔ ایسن بوغا کی وفات ۱۳۲۰ء میں ہوئی۔ وہ یہاں کا خان تھا۔ پھر اس کے بعد چغتائی کا پرپوتہ دوا اور اس کا لڑکا خان ہوئے[۲۸]۔

خاقان منگو کے زمانہ تک فوج کے لئے سپاہی یہیں سے بھرتی کئے جاتے تھے قبلائی خان کے خلاف یہاں والوں نے ہی کیدو کی آخر تک مدد کی۔ شکست کے بعد اس ریاست کے مغربی اور جنوبی و مغربی حصّے کیدو کے قبضہ میں رہے۔

چودھویں صدی میں پورا ترکستان پھر چغتائیوں کو مل گیا جس کا نام مغلستان رکھا گیا اس ریاست میں پھلنے اور پھولنے کی گنجائش نہ تھی اس لئے کہ ہر طرف چین ایران اور گولڈن ہورڈ سے محصور رہتی۔ لہٰذا بجائے کشور کشائی کے خانہ جنگیاں مشغلہ بن گئیں۔ شمالی حصّہ میں مغل اور ترکمان رہتے تھے اور تجارتی قافلوں کو لوٹا کرتے تھے لوٹ مار کی وجہ سے یہ حصّہ تین سلطنتوں کے درمیان حد فاصل تھا۔

بہر حال خانہ جنگیوں کی وجہ سے چودھویں صدی میں یہ ریاست دو حصّوں میں بٹ گئی۔ ماوراالنہر اور مغلستان میں۔ مغلستان کے مقابلہ میں ماوراالنہر زرخیز اور مالدار تھا اور وہاں اسلام مقبول تھا۔ رعایا امیروں اور وزیروں کے اثر میں تھی مغلستان میں پندرہ خانوں نے پچاس سال حکومت کی۔ امیر کازان یہاں کا آخری خان تھا۔ جس کو امیر کازغان نے ۱۳۴۵ء میں معزول کیا[۲۹]۔ اس کے بعد باہمی تنازعات شروع ہوگئے۔ عارضی اور فرضی خان بنائے جانے لگے۔ تغلق تیمور کی ماں بڑی ملکہ سے حسد رکھنے کی وجہ سے نکال دی گئی تھی اور اس نے کسی سردار سے شادی کرلی تھی۔ اس لئے شبہ تھا کہ تغلق تیمور سردار کا لڑکا ہے یا خان کا دغلات کے سردار نے تصدیق کی کہ خان کا لڑکا ہے لہٰذا ۱۳۶۰ء میں بعمر سولہ

تخت نشین کیا گیا۔ یہ دوائے کا پوتہ تھا۔ اپنی قابلیت خداداد سے سب فتنوں کو ختم کرکے ماورالنہر کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کا دارالسلطنت پہلے آکسو میں تھا پھر کاشغر ہوا۔ ماورالنہر میں امیر کازخان۔ عبیداللہ۔ بایان سلدوز اور حاجی برلاس نے قیامت ڈھا رکھی تھی۔ ان سب میں حاجی برلاس صاحب قوت و اثر تھا۔ ۱۳۶۰ء میں تغلق تیمور کے حملہ سے پریشان ہوکر حاجی برلاس خراسان بھاگ گئے اور جوان العمر تیمور نے اطاعت کرلی۔ تغلق تیمور نے تیمور کو معافی دے کر اپنے لڑکے الیاس خواجہ کا ماورالنہر میں نائب بنا دیا[1]۔

تغلق تیمور کے مسلمان ہونے کی عجیب داستان ہے۔ شاہزادگی کے زمانہ میں اس نے دیکھا کہ سب لوگ شیخ جمال الدین کا ادب کرتے ہیں لہٰذا ذلیل کرنے کے لئے پکڑوا بلایا۔ جس وقت وہ پیش کئے گئے وہ اپنے کتّے کو سور کا گوشت کھلا رہا تھا۔ دیکھتے ہی سوٗ مزاجی کا اظہار کیا "بولو میرا کتّا اچھا ہے یا تم" نفی واثبات دونوں قسم کے جواب قابل عتاب ہوسکتے تھے۔ مگر شیخ نے جواب دیا اگر میری نجات ہوگئی تو میں اچھا ہوں ورنہ کتّا اچھا ہے۔ جواب سُن کر وہ چکرا گیا اور نہ سمجھ سکا کہ نجات کیا شئے ہے۔ اب وہ شیخ جمال الدین کو بلانے لگا۔ اور ان سے نجات وغیرہ کے متعلق دریافت کرنے لگا[2]۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ بادشاہ بن کر اسلام قبول کرلوں گا۔ ادھر صوفی صاحب نے کہدیا تھا کہ ان کے انتقال کے بعد مسلمان ہوگا۔ چنانچہ صوفی صاحب نے اپنے صاحبزادے رشیدالدین کو وصیت کی تھی کہ وعدہ کی یاد دہانی جاکر کردیں۔ جب رشیدالدین کی رسائی کسی طرح نہ ہوسکی تو ایک دن صبح کو محل کے قریب جاکر اذان دیدی۔ گرفتار کرکے حضوری میں پیش کئے گئے۔ حقیقت بیان کرکے وعدے کو یاد دلایا۔ تیمور تغلق نے امرائے دربار کو بلاکر سب سے مشورہ کیا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ اس

کے ساتھ امراء اور فوج نے اسلام قبول کیا۔[۲۳] روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک امیر نے اپنے مسلمان ہونے کی یہ شرط پیش کی کہ رشید الدین اس کے پہلوان سے کشتی لڑیں اور کامیاب ہوں گے تو وہ مسلمان ہو جائے گا۔ تغلق تیمور نے منع کیا مگر صوفی صاحب کے صاحبزادے شرط پر تیار ہو گئے۔ اگرچہ وہ نحیف الجثہ تھے مگر پہلوان کا سامنا ہوتے ہی ایک ایسا گھونسہ رسید کیا کہ بل کھا کر بیہوش گر پڑا اس کرشمہ کو دیکھکر ایک لاکھ ساٹھ ہزار اشخاص نے اسلام قبول کیا۔ تعداد صحیح ہو یا غلط مگر اس میں شک نہیں کہ تغلق تیمور کے مسلمان ہو جانے پر مشرقی ترکستان میں بدھ مذہب کا نام باقی نہیں رہا۔ (مرزا حیدر گرگان۔ تاریخ رشیدی ص) تغلق تیمور کی وفات ۱۳۶۳ء میں ہوئی

شجرۂ خاندان چغتائی[۲۴]

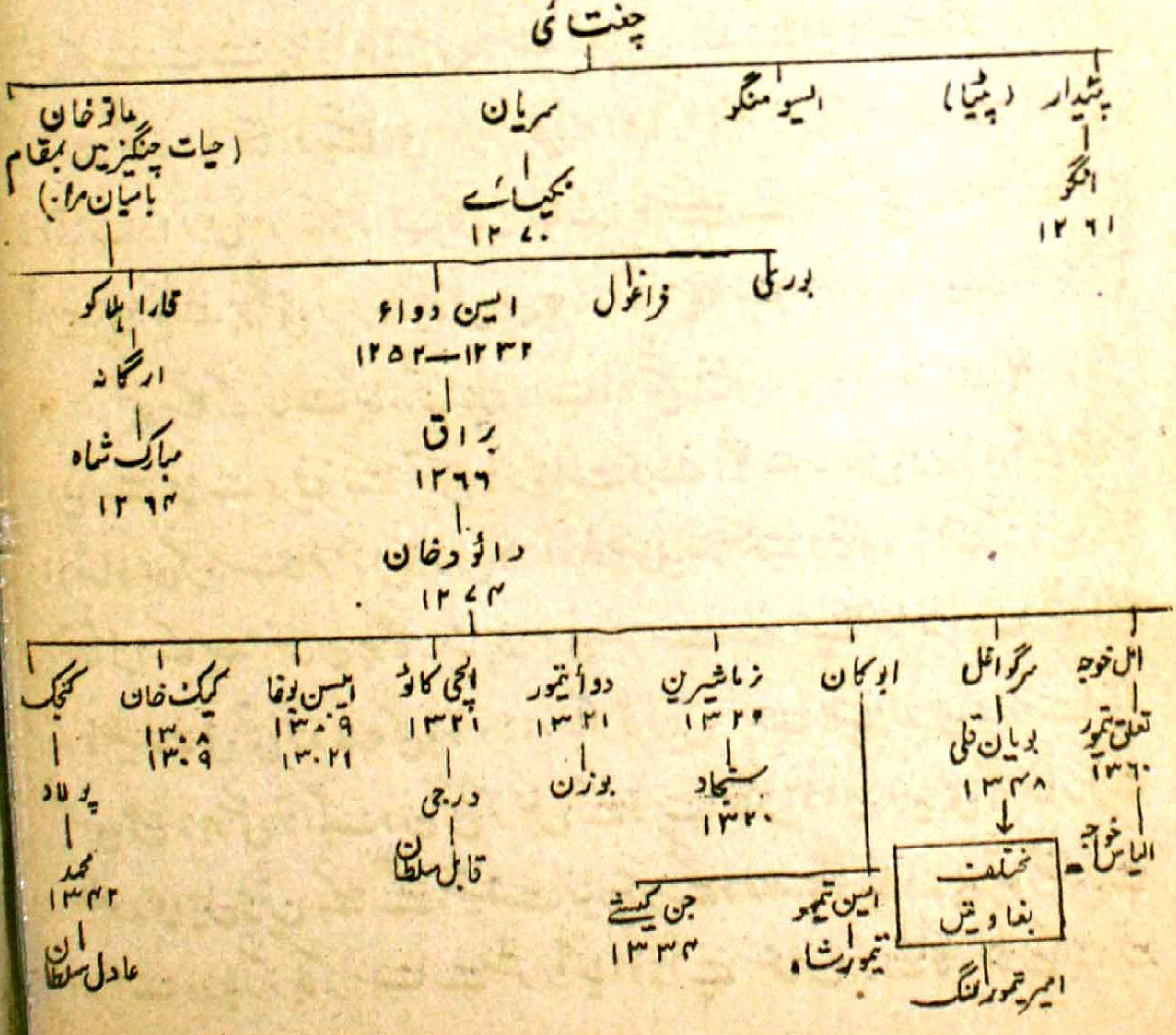

Marfat.com

Marfat.com

نقشہ ریاستہائے مغ
سلطنت صحرانورد ۱۲۰۶ء
جھیل بیکال
سلطنت
قبلائی
خان
پیکن
زیتون
بحر چین

Marfat.com

Marfat.com

امیر تیمور لنگ

تیمور ۱۳۳۶ء میں پیدا ہوا۔ چنگیز خان کے خاندان سے مشہور کیا جاتا ہے۔ مگر حقیقت میں وہ مغل نہیں بلکہ ترک تھا۔ چغتائی کے وزیر کرا چار نویاں کی اولاد سے تھا۔ اور اس قبیلہ کے ترکوں سے تھا جو امیر کازغان کے بعد ماوراء النہر کے حاکم ہوئے اس کے باپ کا نام امیر ترغائی تھا اور خاندان برلاس کی گورگانی شاخ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور برلاس ترکی قبیلہ تھا۔ ترغائی حاجی برلاس سے پہلے سبز یا کش کے مالک تھے۔ تیمور کو حاجی برلاس کا بھتیجا بھی بتایا جاتا ہے[15]۔ چنگیز سے سلسلہ ملانے کی کوشش اس طرح کی جاتی ہے کہ امیر تیمور تومنان خان کے لڑکے قاچولی کی آٹھویں پشت میں تھا۔ اور چنگیز تومنان خان کے دوسرے لڑکے قابل خان کی تیسری پشت میں تھا۔ اس کے علاوہ قابل خان کی اولاد میں سے کم از کم دو لڑکیوں کی شادی قاچولی کی اولاد سے ہوئی تھی اور اب آخر میں مہر نگار خانم جو چغتائی کی بارھویں پشت میں تھی۔ بابر کے دادا ابوسعید کو بیاہی گئی تھی۔ مگر لڑکیوں سے نام اور سلسلہ نہیں چلا کرتا اور تومنا خان والی روایت صحیح نہیں۔ ۱۳۶۳ء میں سیستان کو فتح کر کے تغلق تیمور کے انتقال کے بعد تیمور نے الیاس خواجہ کو شکست دی۔ دغلات خاندان کے امیر قمر الدین نے تخت پر غاصبانہ قبضہ کیا۔ مگر ۱۳۷۵ء میں مغلستان کی ابتری میں تیمور نے ان کو زیر کر لیا اور ان کی بیوی اور لڑکی کو گرفتار کیا پھر اس لڑکی سے اپنی شادی کر لی اور ممالک سلطنت بن۔ میتھا۔ قپچاق۔ ہندوستان۔ شام۔ مصر اور ایشیا کوچک میں فتوحات کیں اور ۱۴۰۲ء میں انگورا پہنچ کر سلطان بایزید کو شکست دی۔ فاتحان عالم کی فہرست میں تیمور کا نام سنہرے حرفوں میں لکھا ہوا ہے۔ اس نے ستائیس ۲۷ تاج لئے۔ اور پینتیس ۳۵ لڑائیاں لڑیں۔ تغلق تیمور کا ایک لڑکا علاقہ پامیر میں چھپا ہوا تھا اور گونلن۔ اور لاب نور پر حکومت کرتا تھا۔ ۱۳۹۲ء میں تیمور نے اس سے صلح کر لی اور وہ وہیں حکومت کرتا رہا۔ نعمت اللہ شاہ ولی جن کی پیشین گوئیاں مشہور ہیں شیعہ

Marfat.com

مذہب رکھتے تھے[۱]۔ تیمور نے ان کو اپنے شہر سے نکلوا دیا تھا۔ تیمور کی لڑائیوں کی وجہ سے صوفیاء خانہ نشین ہو گئے تھے اور خانقاہوں سے انھیں تبلیغ کرنے کا موقع ملا۔ خاندان نقشبندیہ اور سلسلہ قادریہ نے تیمور کے عہد میں اشاعت اسلام کر کے مقبولیت حاصل کی[۲۲]۔ خواجہ بہاء الدین نقشبندی اور حافظ شیرازی اسی زمانہ میں تھے۔ جب یہاں کیرات نیمان اور منگلوں میں اشاعت اسلام ہو رہی تھی مذہب عیسوی کی تبلیغ چین میں کی جا رہی تھی[۱۶]۔ ۱۴۰۴ء میں تیمور چین پر حملہ کرنے جا رہا تھا کہ بمقام اترار اس کا انتقال ہو گیا۔ وصیت کے مطابق اپنے پیر و مرشد حضرت سعید برقی کے مزار کے برابر دفن کیا گیا[۳]۔ ہندوستان پر جب حملہ کیا ہے تو سب سے پہلے پاک پٹن شریف پہنچ کر حضرت بابا فرید گنج شکر کے مزار پر حاضری دی ہے۔

تیمور نے اپنے بڑے لڑکے جہانگیر کے پیر محمد کو اپنا جانشین بنایا تھا مگر میران شاہ کے لڑکے خلیل سلطان نے سمرقند پر قبضہ کر لیا اور خراسان سیستان اور مازندران نے چوتھے لڑکے شاہرخ کو تیمور کا وارث تسلیم کیا۔ شاہ رخ کے لڑکے الغ بیگ کے بعد میراں شاہ کا لڑکا ابوسعید مدعی۔ وراثت ہوا مگر شاہرخ کے پوتے عبداللہ مرزا نے سمرقند میں اسے شکست دے دی۔ ازبیگیوں کی مدد سے ابوسعید نے ۱۴۵۲ء میں سمرقند واپس لے لیا۔ یادگار مرزا صاحبزادہ شاہرخ نے ابوسعید کو ۱۴۶۷ء میں قتل کر دیا۔ ابوسعید کے لڑکے سلطان احمد کا عہد بغاوتوں کی داستان ہے جس کی وجہ سے جنوبی حصّہ خود مختار ہو گیا۔ مشرق میں اس کے بھائی عمر شیخ نے ترکستان پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد مسعود۔ سلطان علی اور بیسنکر تخت کے لئے آپس میں لڑتے رہے۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر بابر مرزا نے خوقند پر قبضہ کر لیا۔ بابر عمر شیخ کا لڑکا اور ابوسعید کا پوتہ تھا۔ ۱۴۹۹ء میں بیسنکر کے انتقال کے بعد تیموری

---

[۱] شاہ صاحب کی ایک رباعی سے اس کا ثبوت مل سکتا ہے۔ خواہی کہ ز دوزخ برہانی دل نعل ؛ اثنا عشری شود گزین مذہب مہ دانی ؛ سہ محمد بود و چار علی ؛ با موسیٰ و جعفر و حسین و دو حسن (منقول از سوانحعمری شاہ نعمت اللہ ولی۔ مرتبہ ایم اے حفیظ۔ مطبوعہ مسلم یونیورسٹی پریس علیگڈھ)

سلطنت بابر اور سلطان علی نے آپس میں بانٹ لی۔ سلطان حسین ہرات اور استراباد کا مالک تھا اس نے جامی۔ میر خوند اور مصور بہزاد کی سرپرستی کی تھی۔ شیبانی خان نے جب اسے دق کیا تو اس نے بابر سے مدد چاہی۔ اب بابر محمد شیبانی خان کے مقابلہ میں آیا۔ متعدد لڑائیوں کے بعد اختلاف باہمی کی وجہ سے منتشر و محروم ہو کر بابر کابل اور ہندوستان کی طرف چلا گیا اور اس طرح سلطنت ایک سو چالیس سال کے بعد خاندان تیمور سے نکل گئی۔ صفویوں کی قسمت کھل گئی۔ شیبانی ماوراء النہر کے مالک ہو گئے اور بابر نے ۱۵۰۵ء میں نئی سلطنت ہندوستان میں قائم کر لی۔ جس کو انیسویں صدی کے وسط میں انگریزوں نے جھپٹ لیا۔ اور اب ۱۹۴۷ء سے کانگریس و پاکستان کے ہاتھ میں ہے۔

شجرۂ امیر تیمور

امیر تیمور

۱۳۶۹-۱۵۰۰

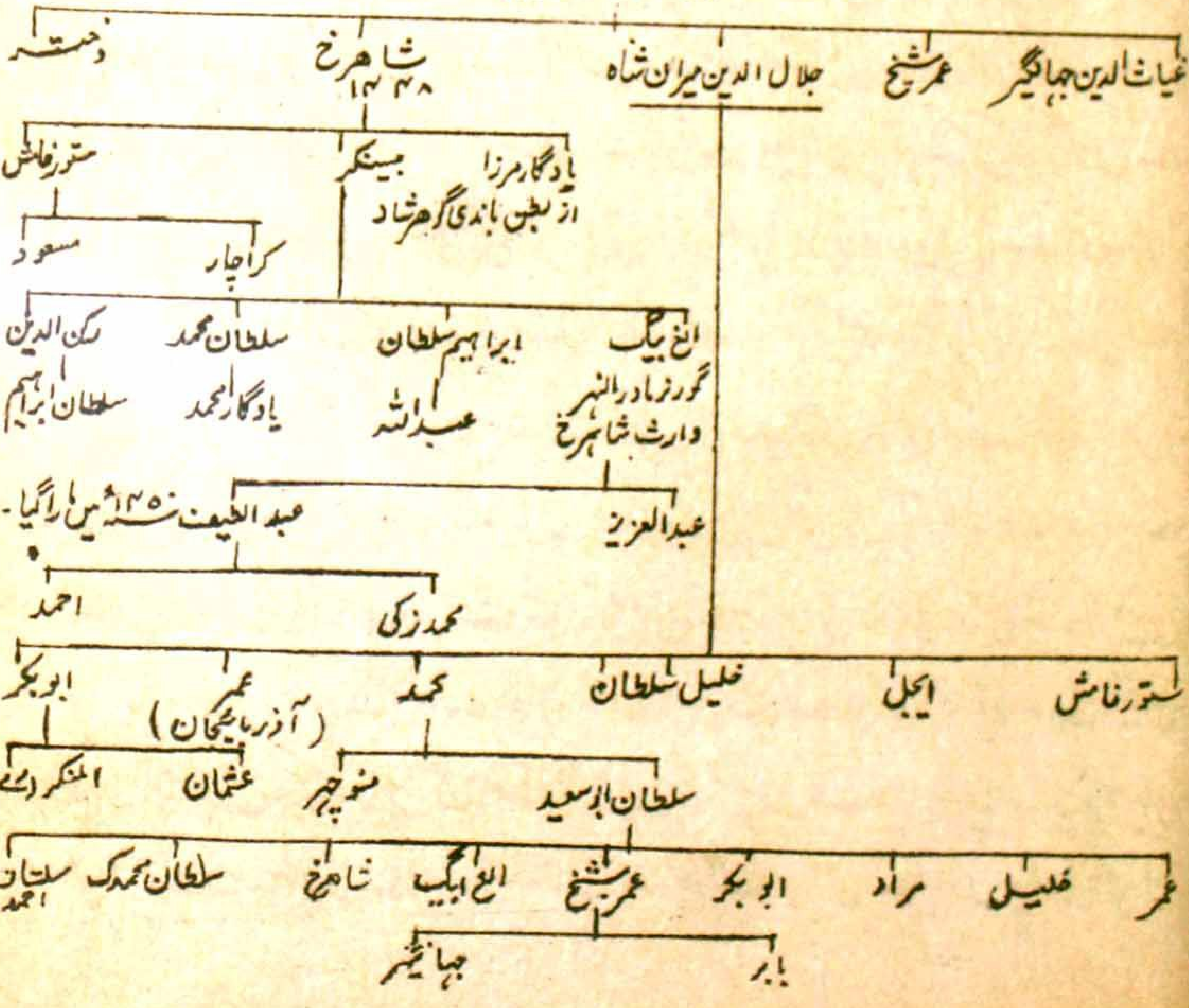

Marfat.com

صفوی خاندان یہ لوگ حضرت موسیٰ کاظم اور حضرت اسمٰعیل کی اولاد سے تھے۔ صفی الدین ایک بزرگ تھے۔ اس خاندان کا نام ان کے ہی نام پر رکھا گیا۔ صفی الدین صاحب کے صاحبزادے صدرالدین کی امیر تیمور بیحد عظمت کیا کرتا تھا۔ ان کی اولاد جیلان میں جاکر آباد ہوئی۔ اسی خاندان کے ایک بزرگ خواجہ علی بھی تھے۔ جن کا بیت المقدس میں مزار ہے۔ ان کے صاحبزادے جنید کی اذن حسن جو خاندان کوئنلو سے تھا۔ (اسی نے ابوسعید کو پکڑ کر یادگار مرزا کے پاس بھیجا تھا۔ اور یہی ایران کا بادشاہ تھا) بڑی تعظیم کیا کرتا تھا اور عقیدت رکھتا تھا۔ اذن حسن نے اپنی بہن کی شادی جنید سے کر کے انھیں شروان دے دیا تھا۔ اذن حسن کا انتقال ۱۴۷۰ء میں ہوا۔ اس کے بعد اس کے لڑکے یعقوب نے سات برس حکومت کی۔ جنید کے صاحبزادے حیدر کی شادی اذن حسن نے اپنی عیسائی لڑکی مرتھا سے کردی تھی اس کے بطن سے سلطان علی۔ ابراہیم مرزا اور شاہ اسمٰعیل پیدا ہوئے۔ یہی شاہ اسمٰعیل صفوی خاندان کے بانی ہوئے۔ انھوں نے ۱۵۰۲ء میں اذن حسن کے خاندان کے آخری بادشاہ سلطان مراد کو شکست دے کر تخت ایران پر قبضہ کرلیا۔ ترکوں کے سات قبیلوں نے ان کی مدد کی تھی۔ قزلباش اور قاچار وغیرہ ان میں سے ہی تھے اور یہ سب ترک شیعہ تھے اور بادشاہ کو شاہ اور امام سمجھتے تھے۔ شاہ اسمٰعیل نے خراسان پر حملہ کر کے ازبیگیوں کو ۱۵۱۰ء میں شکست دی۔ اسی جنگ مرو میں شیبانی خان مارا گیا۔ قیدیان جنگ میں بابر کی بہن بھی تھی۔ جس کو عزت و احترام کے ساتھ واپس کر دیا گیا۔ اسی وجہ سے شاہ اسمٰعیل اور بابر میں دوستی ہوگئی شاہ اسمٰعیل کو ترکی کے سلطان سلیم نے شکست دی۔ شاہ اسمٰعیل کے بعد ان کا لڑکا تہماسپ جانشین ہوا وہ قزلباشوں کے اثر میں تھا۔ ۱۵۳۰ء میں ازبیگیوں نے ایران پر حملہ کیا مگر کامیابی حاصل نہ کر سکے۔ ہمایوں نے ہندوستان سے بھاگ کر اسی کے یہاں پناہ لی تھی اور

Marfat.com

اسی سے فوج لے کر پھر ہندوستان فتح کیا تھا۔

ترکانِ عثمانی

عثمانی ترک صحرا نوردوں ترکمانوں اور مغلوں کا مرکب ہیں۔ سلجوق سے بھی ان کا سلسلہ ملتا ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ان میں مرکزیت پیدا ہوئی اور رفتہ رفتہ قوت حاصل کر کے یونانیوں پر غالب آئے اور صاحب سلطنت بن گئے۔

ابتداء میں چنگیز سے مرو میں شکست کھا کر کچھ ترک یورپ چلے گئے تھے۔ سلجوقی سلطنت کے دوسو برس کے بعد جبکہ عباسی سلطنت کا خاتمہ ہوا ہے۔ مغلوں سے پریشان ہو کر سلیمان شاہ اپنے گھر والوں۔ رفیقوں اور خراسان کے فوجیوں کو ساتھ لے کر صفد سے جنوبی و مغربی ایشیا کی سمت قسمت آزمائی کرنے روانہ کیا۔ برائے چندے آرمینیہ میں مقیم ہوا۔ اس کے بعد فرات کے کنارے کنارے ملک شام جا رہا تھا کہ دریا میں ڈوب گیا۔ ساتھیوں میں انتشار پیدا ہوا لیکن ایک جماعت نے اس کے لڑکوں ارطغرل اور دوندار کا ساتھ دیا۔ اثنائے سفر میں ارطغرل کسی مسلمان کے یہاں مہمان ہوا وہاں اس نے اپنے مسلمان ہو جانے کے متعلق خواب دیکھا۔ مشرف بہ اسلام ہوا اور قرآن شریف پڑھا۔

اس زمانہ میں وسطی و جنوبی ایشیا میں سلجوقیوں کی چند مختلف ریاستیں باقی رہ گئی تھیں۔ ان میں ایک ریاست علاء الدین کی تھی جس کا دارالسلطنت قونیہ تھا اور اس سلطنت کے جنوبی و مشرقی حصہ پر مغلوں نے قبضہ کر لیا تھا اور قسطنطنیہ کی طرف کا شمالی و مشرقی حصہ یونانیوں کے پاس تھا۔ علاء الدین ان دونوں کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے لرزاں و ترساں رہتا تھا۔ جب ارطغرل اور دوندار اس کے یہاں آئے تو رحمت سمجھ کر اپنی ریاست میں انھیں آباد کیا۔ مخالفین سے جنگ ہوئی تو ارطغرل نے علاء الدین کی حمایت کی مغلوں اور یونانیوں کو بروسا

Marfat.com

اور آنی شہر کے درمیان شکست فاش دے کر علاء الدین نے ہلالی پرچم کی عیسائیوں کے دلوں میں عظمت بٹھادی۔ اس فتح اور کامیابی کی خوشی میں بازنطینی سرحد کے قریب "آسکی شہر" علاء الدین نے ارطغرل کو دے دیا۔ ارطغرل نے علاء الدین کے پرچم کی تقلید میں اپنے جھنڈے پر بھی ہلال کا نشان بنایا۔ ارطغرل کا ۱۲۸۸ء میں انتقال ہوا۔

اس کا وارث و جانشین عثمان شیخ ادب علی کا مرید تھا۔ خواب میں اس کو بانیٔ سلطنت ہونے کی بشارت ملی تو شیخ نے اپنی لڑکی مال خاتون کی شادی اس سے کردی۔ یونانیوں کو متعدد شکستیں دے کر عثمان نے اپنی ریاست میں اضافہ کیا۔ ۱۲۹۹ء میں اپنا سکہ جاری کیا اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اس کا مقبرہ بروسا میں ہے۔ عثمان کے دو لڑکے ارخان اور علاء الدین تھے۔ ارخان نے ۱۳۲۶ء سے لے کر ۱۳۵۹ء تک حکومت کی۔ علاء الدین نے جاں نثاروں کی فوج بنائی جس میں مفتوحہ علاقے کے عیسائی لڑکے بھرتی کیے جاتے تھے اور مسلمان بنا کر فوجی تعلیم و تربیت دی جاتی تھی اس کے بعد مراد اول نے سرویا فتح کیا اور سلطان بایزید اول نے فرانس کو ۱۳۹۶ء میں شکست دی۔ بایزید قسطنطنیہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھا کہ ایشیاء کوچک سے امیر تیمور کے حملہ کی خبر پہنچی۔ محاصرہ کو ترک کر کے تیمور کے مقابلہ کو پہنچا۔ بایزید کی ایشیائی فوج تیمور سے سازکر گئی لہٰذا انگورہ پر شکست ہوئی اور مقید کرلیا گیا۔ پھر قید ہی میں مرا۔

بایزید کے انتقال کے سال بھر بعد تیمور کا بھی انتقال ہوا تھا۔ وراثت کے متعلق نزاع ہوا۔ آخر کار مراد ثانی جانشین ہوا۔ ہنگری کے مقابلہ میں اسے شکست ہوئی۔ پھر محمد ثانی نے قسطنطنیہ فتح کیا۔ سلطان سلیم اول شام و فلسطین فتح کرکے ۹۲۳ء میں قاہرہ میں داخل ہوا۔ خلیفہ المتوکل اس کے ساتھ تھا۔ ملوک

Marfat.com

کی اس نے سفارش کی مگر سلطان مصر نیل کے پار مار اگیا۔ مملوک ختم ہوگئی۔ المتوکل کو سلیم قسطنطنیہ اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ ۱۵۱۶ء میں سلیم اول نے خلیفہ سے استعفےٰ لے کر اسے قید کردیا، اور خود خلیفہ کا لقب اختیار کیا۔ اب مصطفےٰ کمال پاشاہ نے جمہوری حکومت بطرز یورپ بنا کر ۱۹۲۴ء میں خلافت سے دست برداری دے دی اور مسلمانوں کی رہی سہی مرکزیت جاتی رہی۔

خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد

Marfat.com

باب چہارم

مغلوں کا زوال

؎ نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے

انقلاب میں زمین آسمان بن جاتی ہے اور آسمان زمین کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ قدر وقیمت ومعیار بدل جاتے ہیں۔ دستور قدرت کچھ اسی قسم کا ہے کہ مردے سے زندہ پیدا کیا جاتا ہے اور زندہ سے مردہ بنایا جاتا ہے۔ دنیا کی ایسی کایا پلٹ ہو جاتی ہے کہ پہچانی نہیں جاتی۔ مگر انقلاب پر کسی کو اختیار نہیں اور نہ آج تک کسی نے اس کے روکنے کی کوئی تدبیر نکالی۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام انقلاب سے کبھی مرعوب نہیں ہوا۔ انقلاب کی پُر آشوب آندھیوں سے بعض اوقات کنارا کر لینا کمزوری کہی جاسکتی ہے لیکن نتیجہ یہ بتاتا ہے کہ پرو پرزے سنبھال کر اسی کمزوری سے اسلام تقویت حاصل کر لیتا ہے اور انقلاب پر غالب آجاتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اسلام خود انقلاب ہے اور انقلاب پسند ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ؎

کچھ بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دورِ زماں ہمارا

ایک انقلاب یہ تھا کہ مغل طوفان کی طرح اٹھے اور سرعت برق وباد کے ساتھ سارے جہاں پر چھا گئے۔ دوسرا انقلاب یہ ہوا کہ شعلے کی طرح بیٹھ گئے اور پتہ

Marfat.com

بھی نہ چلا کہ کبھی تھے ۔ چنگیز کے لڑکوں اور پوتوں نے جب تک اپنی مرکزیت کو قائم رکھا آفتاب کی طرح چمکے اور جب مرکزیت کو ترک کیا تو آندھیاں آئیں ۔ مغل مغل سے دست و گریبان ہو گئے اور جس طرح خاک اڑ جاتی ہے یہ بھی ہوا ہو گئے ۔

قبلائی خان نے جب قارا قورم کے بجائے پیکن کو دارالسلطنت بنایا تو قومیت منتشر ہو گئی اور چنگیزی ریاستوں کے نظریے بدل گئے اور اختلافات پیدا ہو گئے خاقان کا نام شہنشاہوں کو لرزہ براندام کر دیا کرتا تھا ۔ اب لفظ بے معنی بن کر رہ گیا ۔

تیرھویں صدی کے آخر میں بجائے میدان کارزار کے درباروں میں ادب و فلسفہ کی معرکہ آرائیاں ہونے لگیں ۔ فتوحات کا شوق جاتا رہا ۔ فنون لطیفہ اور شوق عمارت نے ذوق نظم و نسق سے بے نیاز کر دیا ۔ عیش پرستی زندگی کا جزبن گئی ۔ بیکاری میں فوج رعایا پر سپہ گری کی مشق کرنے لگی ۔ نئے نئے اصول ایجاد ہونے لگے منتظمین کار فرما بن گئے اور ظلم وستم کی انتہا نہ رہی اور امن و سکون عنقا ہو گیا ۔ چین کے خاقانوں ایران کے ال خانوں اور اردوئے زرین کے خانوں نے جب اپنے اپنے ملک کی تہذیب اختیار کر لی تو وقار اور حکومت نے نہایت ادب سے اسی طرح رخصتی سلام کیا جس طرح عباسیوں کو کیا تھا ۔ حکومت منگ کا چین پر قبضہ ہو جانے کے بعد مغلوں کی ابتدائی زندگی پھر عود کر آئی اور وہ پہلے کی طرح وحشی و صحرا نورد بن کر جانوروں کے دودھ اور گوشت پر بسر اوقات کرنے لگے ۔ روسیوں نے جب اردوئے زرین کو لے لیا تو منچوریا سے التائی تک اور کوکونور کے قرب وجوار میں مغل کاشتکاری کرنے لگے اور آج انھیں چینیوں سے امتیاز کرنا مشکل ہے ۔ مختصر یہ کہ مہذب بن جانا مغلوں کے لئے عذاب بن گیا ۔

تاریخ اگرچہ علانیہ تردید کر دی ہے مگر تنگ نظری اکثر شبہ ظاہر کرتی ہے کہ مغلوں کے زوال کا باعث اسلام ہوا ۔ موت سے نیک و بد کسی کو مفر نہیں ۔ لیکن

Marfat.com

موت کے اسباب قابل غور ہوا کرتے ہیں اور اصلیت پر پردہ ڈالنا جہالت کی نشانی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام قبول کر لینا مغلوں کے حق میں رحمت ہوا ورنہ اس سے بہت پہلے انھیں روز بد دیکھنا پڑتا۔ محدود مرکزیت چھوڑ کر اسلام کی لامحدود مرکزیت میں پناہ لے لینا ان کے کام آگیا۔ چنگیز کے چاروں لڑکوں کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اکتائی اور اس کے لڑکے کیوک کے خاقان ہونے کے بعد تولی کا لڑکا منگو خاقان ہوا تھا۔ اس وقت اکتائی اور چغتائی کے خاندانوں کا منگو کے قتل کی سازش کی وجہ سے نام و نشان مٹا دیا گیا تھا۔ پھر قبلائی نے اکیس برس کیدو سے لڑائیاں لڑیں اور چین کو اپنا مرکز بنا لینے کی وجہ سے اپنے حق میں کانٹے بوئے۔ لہٰذا اس کی اولاد ہی فنا نہیں ہوئی بلکہ دوسری مغل ریاستوں میں بھی ضعف پیدا ہوگیا۔ باوجود عزت و شہرت رکھنے کے سب سے پہلے اسی کی سلطنت نیست و نابود ہوئی۔ اس انحطاط و تنزل کے سلسلہ میں اسلام کا نام کہیں بھی نہیں آتا۔ تولی کے تیسرے لڑکے ہلاکو خان نے جو کامیابیاں حاصل کیں ان سے اس کی بہادری و قابلیت ثابت ہونے کے بجائے خلیفہ عباسی اور باطنیوں کی قابل شرم حماقتوں کا زیادہ ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ برقے خاں اور مملوک مصر نے اتحاد قائم کر کے ہلاکو کی قلعی کھول دی اور وہ عاجز ہوکر رہ گیا۔ اس کے خاندان کو اس کی حرکات ناز یبا کا نتیجہ بھگتنا پڑا لیکن اس کی اولاد نے اپنے خاتمہ سے پہلے جس قدر بھی حکومت چلائی وہ محض اسلام کا صدقہ تھی۔ اور مسلمان ہوکر ہی یہ خاندان اپنے کیفر کردار سے بچ سکا۔

ریاست چغتائی میں شروع سے ہی انتشار پیدا ہوگیا تھا اور بقا کی صورت باقی نہیں رہی تھی مگر اسلام قبول کر لینے کی وجہ سے اس میں جان پڑ گئی تغلق تیمور نے مسلمان بن کر سلطنت کی عمر بڑھا دی اور زندگی کی لہر دوڑا دی۔ پھ

Marfat.com

امیر تیمور نے اپنا نام روشن کیا اور اس کی اولاد نے ہندوستان میں اسوقت تک حکومت کی جبتک کہ انگریزوں نے پاؤں نہیں جمائے۔ بہرحال یہاں بھی اسلام کی مسیحائی اپنی جگہ مسلم ہے۔

چنگیز کے بڑے لڑکے کی اولاد کوہ قاف اور روس میں اپنی سلطنت رکھنے کی وجہ سے خاقان سے دور تھی۔ اردوئے زریں میں برتے نے رونق میں اضافہ کیا۔ اس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ خلوص کے ساتھ اسلام پہ قائم رہا۔ اگرچہ باہمی نزاعات اور روس کی دشمنیوں نے اس سلطنت کو کھو دیا مگر وسطی ایشیا، اور شمال میں ان کی ریاستیں بن گئیں اور اسلام کے طفیل میں مغلوں کی یہ شاخ ازبکیوں کے نام سے تا ایں دم زندہ ہے۔ اب یہ خیال کرنا کہ ان کے زوال میں کسی طرح اسلام کا ہاتھ ہے واقعات و حالات سے ثابت نہیں ہوتا۔ مغلوں نے تہذیب کو بری طرح کچلا تھا۔ تہذیب نے اپنا انتقام لے لیا۔ عمل کے ردّ عمل کو ہی شاید انتقام کہا جاتا ہے اس لئے زوال کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔

Marfat.com

بابِ پنجم

لبِ لباب

قال را بگزار و مردِ حال شو

حق پرستی و باطل پرستی میں ہمیشہ سے جنگ چلی آئی ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ اسی جنگ کی وجہ سے دنیا میں رونق بھی ہے۔ ہر شخص ہر جماعت ہر قوم اور ہر ملک اسی جنگ میں مبتلا ہے اور بوالعجبی یہ ہے کہ پرستاران حق و باطل دونوں اپنے آپ کو حق سمجھتے ہیں۔ کوئی اگر انھیں باطل کہدے تو مارنے اور مرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ باطل بُری چیز ہے اور حق کی یقینی عظمت و وقعت ہے۔ اس جنگ کو دیکھکر بے تکلف یہی کہا جا سکتا ہے کہ ہر کس بخیالِ خویش خبطے دارد اور عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے ہر گروہ اپنے خیال کو باندھے ہوئے اپنے گمان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ قیل و قال آج تک فیصلہ نہ کر سکی کہ حق کیا ہے۔ حال و کیف نے البتہ رہنمائی کی ہے اور مشاہدات و محسوسات کے ذریعہ امتیاز کیا گیا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ حق کے سامنے باطل کائی کی طرح پھٹ جاتا ہے اور روشنی کے جلوہ گر ہوتے ہی اندھیرا غائب ہو جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ حق وجود رکھتا ہے اور باطل بذات خود کچھ نہیں۔ حق گویا مرکز ہے اور ایک دائرے میں دو مرکز نہیں ہوسکتے۔ مرکز بھی حق ہے اور دائرہ

Marfat.com

بھی حق ہے مگر فرق صرف اتنا ہے کہ ایک مرکز سے متعدد دائرے بن سکتے ہیں۔ مرکز اپنی جگہ سے جنبش کرنے کا عادی نہیں ہوتا۔ لہٰذا حق حیّ و قیوم ہے اور باطل فانی و گریزاں حق میں حضور و غیب دونوں اوصاف ہیں اور باطل نہ حاضر ہے اور نہ غائب بلکہ فریب نظر ہے۔ باطل کو حضور و غیب سے متصف کر دینے کا نام عجوبیت ہے اور عجوبیت ہی دلچسپی کا باعث بن جایا کرتی ہے۔ نور کو نار سے تمیز نہیں کیا جاتا اور انسان دھوکہ کھا کر عجائب پرستی میں مبتلا ہو جاتا ہے چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند اگر عجائب پرستی کی تعریف ہے تو حق کو حق ہے کہ اس کی بے حقیقتی کو عالم آشکارا کرے۔ معجزہ و کرامت کی عجوبیت نے باطل کی عجوبیت کو ہمیشہ شکست دی ہے ور علم و سائنس کی نئی نئی تحقیقاتیں بھی باطل کی دھجیاں اُڑایا کرتی ہیں۔

عجائب پرستی اس طرح جب دونوں حدود و اضداد کے درمیان مشاطہ بن جاتی ہے تو حق کو اپنی فوقیت ظاہر کرنے کا موقع ملتا ہے اور باطل غائب و فنا ہو جاتا ہے۔ کرامت اور سائنس دونوں حق کے مبلغ ہیں۔ علم نظر اور علم خبر دونوں کا مدعا اعلائے کلمۃ الحق ہے مگر دونوں کی جامعیت و تاثیر میں فرق ہے۔ یہ فرق اتنا ہی ہوتا ہے جتنا کہ جاننے اور ماننے میں ہوتا ہے۔ اللہ کو کسی نے دیکھا نہیں ہے مگر عقل سے پہچانا ہے۔ اس قسم کی عقل علم نظر اور علم خبر دونوں کو حاصل ہے اور یہی عقل معتبر بھی ہے۔ ایسی عقل جس پر مشاہدہ کو مبنی کیا جائے بے معنی ہوتی ہے۔ حقیقت سے آشنا ہونے کے بعد جو عقل حاصل ہوتی ہے وہ واضح اور مختصر ہوتی ہے۔ اس میں سرگردانی اور سعی فضول نہیں ہوتی۔ مگر مشاہدات مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ خلاف عقل اور ماورائے عقل والے مشاہدات سے عجوبیت پیدا ہوا کرتی ہے۔ شعبدہ بازی اور کرامت کا مقابلہ اس کی وضاحت کر سکتا ہے

Marfat.com

بہر حال علم سے ماننا اتنا اہم اور مفید نہیں ہوتا جتنا کہ محسوسات سے جاننا بامعنی ہوتا ہے۔ یوں سمجھنا چاہیے کہ مجنوں پہ جو کچھ گذری اس کی تصویر مصور جذبات نے ہوبہو کھینچ دی مگر سوال یہ ہے کہ مجنوں اور مصوّر جذبات میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ جاننے والے جانتے ہیں کہ حق کی فطرت اتحاد اور مرکزیت کی متقاضی ہے لہذا علم اور محسوسات دونوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اتحاد بغیر نصب العین مقرر کئے ہوئے حاصل نہیں ہو سکتا نصب العین جس قدر عظیم و وسیع ہوگا۔ اتحاد بھی اسی قدر قوی و وسیع ہوگا۔ فطرت نے مرکزیت لامحدود کو اپنا نصب العین بنایا ہے اور اس کو حاصل کرنے کے لیے جو سوسائٹی یا جماعت بنی اس کا نام بجائے لیگ آف نیشنز اور یو۔ این۔ او۔ کے مذہب رکھا گیا۔ انسانی فطرت کو مرکزیت لامحدود کی طرف لانے کے لئے ایک مرکز سے مختلف دائرے بنائے گئے۔ تاکہ وہ رفتہ رفتہ بتدریج حقیقت آشنا ہو کر اصلیت و مرکزیت کے معنی سمجھ سکیں۔ چنانچہ اسی سلسلہ کی آخری کڑی کا نام اسلام ہے اور سورۂ اخلاص میں مرکزیت لامحدود کی تعریف بیان کی گئی ہے۔

اس نصب العین نے محدود مرکزیت اور اس کے دائروں کو بیخ و بن سے اکھیڑ پھینکا اور قوم رنگ زبان و کلچر اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ مرکزیت لامحدود کے تمام دائروں کو آواز کے دوائر کی طرح ماقبل کے حلقوں سے گذر کر مرکزیت سے سلسلہ قائم رکھنا چاہیے۔ لیکن مذہب کے ہر حلقہ کو مقامی و منجمد بنا کر اگر تفریق و تقسیم کا اظہار کیا جائے تو یہ محدود و ناقص انسانی فہم کا تصور ہے نہ کہ فطری مذہب کا بہر حال تعلیم اسلام یہ ہے کہ محبت عام کی جائے اور مصوّر جذبات کے بجائے مجنوں بنائے جائیں۔ مجنوں عقل اور ماورائے عقل دونوں کا رازدار ہوا کرتا ہے اور خلاف عقل کی دھجیاں اڑایا کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے تحریر و تقریر کو اہمیت نہیں دی۔ بلکہ نمونہ و مثال اور عمل کے ذریعہ امن و سکون قائم

Marfat.com

قائم کر کے دکھایا۔

قرآنی تعلیم حق و باطل میں تمیز پیدا کرنے کی قوت پیدا کرتی ہے۔ اس نے حصول توحید کے لئے دُنیا کو مقصود بالذات قرار نہیں دیا بلکہ تابع محض بنالیا۔ دنیا کو مزرعۂ آخرت گردان کر ترتی دینا کی شکل نکال دی اور خوف وطمع کے بجائے محبت کی تعلیم دی۔ غرض اسلام نے جس طرح زندہ رہنے کے طریقے سکھائے اسی طرح مرنے کی بھی راہیں دکھائیں اور دنیوی زندگی پر آخرت کو ترجیح دے کر بتایا کہ الف حیات موت کی کامیابی میں ہے۔ جنھیں مرنا نہیں آتا انھیں جینا نہیں آتا۔ رسول نے خود عمل کر کے اس تعلیم کی اشاعت کی اور صحابہ نے رسول کا اتباع کر کے تبلیغ کی۔

قرآنی تعلیم سے پہلے رسول کو ان کے اخلاق و اعمال کی وجہ سے اہل مکہ نے "امین" کا لقب دیا تھا اور ان کی شخصیت محبوب ترین مانی جاتی تھی۔ نبی ہونے کے بعد ان کے طرز وسلوک کو جو رفعت حاصل ہوئی وہ اسوۂ حسنہ سے ثابت ہے بعثت کے بعد اشاعت حق کے لئے زبان۔ قلم اور شمشیر پر انھوں نے اعتماد نہیں کیا بلکہ ہمت و استقلال کے ساتھ اپنے آپ کو پیش کیا۔ اگرچہ ابتداء میں معترف منحرف ہو گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خطبات مختصر اور مؤثر ہوتے تھے۔ وہ جوامع الکلم تھے۔ معمولی سا فقرہ متانت و ظرافت کی جان ہوا کرتا تھا۔ اور مختلف قسم کے سائلوں کو مطمئن کر دیا کرتا تھا۔ اسوۂ حسنہ میں قہقہ کا پتہ نہیں خفیف سی مسکراہٹ دلوں کی کلیاں کھلا دیتی تھی۔ حضور کے عہد میں زبان کے اعجاز کو سطروں اور گھنٹوں سے نہیں ناپا جاتا تھا بلکہ تاثیر سے جانچا جاتا تھا وہ جو محسوس کرتے تھے وہی زبان سے ادا کرتے تھے۔

قلم سے صرف قرآن وحدیث کی کتابت کا کام لیا گیا یا پھر مختلف بادشاہوں کے نام تبلیغی دعوت نامے لکھوائے گئے۔ صلح حدیبیہ کا معاہدہ لکھتے وقت آپ کے

Marfat.com

نام نامی کے ساتھ رسول اللہ لکھا گیا تھا۔ قریش نے کہا ہم اگر رسول مان لیں تو اختلاف کیوں ہو لہٰذا اسے قلم زد کردیجئے۔ کاتب معاہدہ حضرت علیؓ کو قلم زد کرنا گوارہ نہیں ہوا لہٰذا نبی امّی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس خوبی کے ساتھ اصلاح کردی اور بغیر کسی قسم کی کشمکش کے لفظ رسول اللہ کو بن عبداللہ بنا دیا اور یہ بھی قلم کا لاجواب کارنامہ ہوا۔

حیاتِ رسول میں شمشیر کا استعمال بہت کم ہے اور بدافعانہ ہے اور جارحانہ کبھی ہرگز نہیں۔ مکی زندگی میں صبر و تحمل نے شمشیر کا کام کیا ایک مرتبہ جنگل میں ایک درخت کے نیچے محو استراحت تھے۔ ایک دشمن نے بیدار کرکے شمشیر دکھائی اور کہا کہ اب کون بچا سکتا ہے۔ مسکرا کر جواب دیا "اللہ"۔ دشمن کا جسم جواب کی برودت سے ٹھنڈا پڑ گیا۔ تلوار گر پڑی اور وہ کلمہ پڑھتا ہوا قدموں پہ آگرا۔ طرز اختصار اور تاثیر آج بھی کلمہ پڑھوانے کو کافی ہیں۔ مدنی زندگی میں مدینہ اسٹیٹ کا نمونہ بنا کر جس رحمت و رافت سے کام لیا اس کا جواب انسانیت کی تاریخ میں نہیں ملتا۔ مدینہ میں جب منافقوں کی کچھ نہ چلی تو فتنہ پیدا کرنے کے لئے مسجد ضرار بنا ڈالی مسلمانوں کو غصہ آیا مگر رسول نے فتنہ کی بے بضاعتی کو سمجھ کر بے نیازی اور بے توجہی کی تلقین کی اور صحیح بھی یہی ہے کہ جواب جاہلاں باشد خموشی۔ چنانچہ منافقین ناکام و نامراد ہو کر خود بخود فنا ہو گئے۔ یہودیوں نے کوئی کسر اٹھا کے نہیں رکھی مگر ان کی دشمنیاں ان کے ہی حق میں مضر ہوئیں۔ صلح حدیبیہ میں مکہ والوں نے کیسی کیسی ذلت آمیز شرطیں منوائیں اور واقعہ یہ ہے کہ آن واحد کے لئے مسلمان ہل بھی گئے مگر رسول نے انھیں جنبش نہیں ہونے دی اور نہ تلوار اٹھانے دی۔ فتح مکہ کے دن تلوار کا تو ذکر ہی فضول ہے سپہ سالار فوج نے یہ کہدیا تھا کہ "آج ہمارا دن ہے"۔ رسولؐ نے ان کو معزول کرکے اعلان فرمادیا "آج سب کو معافی ہے"۔

Marfat.com

شروع شروع میں مکہ والے اور پھر مدینہ والے جو ایمان لائے ان پر سیدھی جال نہیں ڈالے گئے اور ان کے سامنے عیش و عشرت کے بجائے بلا اور اذیت کے سوا کچھ اور نہ تھا۔ مہاجرین جب پریشان حال بہ یک بینی و دو گوش مدینہ پہنچے تو انصار نے دل کھول کر اپنی ملکیت کا نصف ان کے سامنے رکھدیا لیکن تعلیم محمدی سے پیدا ہونے والی غیرت و خودداری اس کی روادار نہیں ہوئی اور اپنی خستگی کا علاج خود ہی کیا۔ سال کے طور پر ایک مہاجر دن بھر کی محنت کے بعد کچھ کما کر لائے۔ اس کا نصف اپنے بھائی انصار کی خدمت میں پیش کیا۔ انصار نے خوش اخلاقی کے ساتھ لینے سے انکار کیا۔ مہاجر نے خوش اسلوبی کے ساتھ عطیات کو قبول نہ کر کے اپنی خودداری دکھا دی۔ بہرحال مہاجرین و انصار تعلیم رسول پر عمل کر کے کامیاب ہوئے اور ایسے کہ دنیا اور دشمن دونوں نے کلمہ پڑھا۔

مسلمانوں کا اصل مقصد اعلائے کلمۃ الحق تھا۔ فتوحات سے دنیا کی اصلاح منظور تھی۔ اب دنیا والے اپنی عینک لگا کر ان کے متعلق جو رائے زنی کریں وہ صحیح نہیں ہو سکتی۔ خلفاء راشدین نے اس مقصد عالی کو بہ حسن خوبی پورا کر کے دکھا دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق کے طرز عمل سے ثابت ہے کہ کامیابی محض پیروی رسول سے ہوتی ہے نہ کہ ظاہری عقل و تدبر سے۔ حضرت عمر کی فتوحات کا مدعا دنیا نہیں سمجھی جا سکتی۔ حضرت خالد کو معزول کر کے ان سے جواب طلب کر لیا غلام کو اونٹ پر سوار کئے ہوئے خود پا پیادہ بیت المقدس میں پہنچنا اور مدینہ کی مسجد میں ایک بوڑھی کے اعتراض پر ممبر سے اتر کر صفائی پیش کرنا کسی دنیادار فاتح سے بلکہ بھی ممکن نہیں۔ حضرت عثمان نے اپنے اور پرائے دونوں کی مخالفت کے باوجود اپنے اختیارات استعمال نہیں کئے۔ جان دے دی مگر جنگ کر کے

Marfat.com

فتنہ کے معاون نہیں بنے اور حق کو آن بان سے نباہ دیا۔ حضرت علی نے ایک نہیں دو فتنوں کا مقابلہ کیا۔ دونوں سے جنگ کی۔ ایک طرف امیر معاویہ کی نظریں ریاست و حکومت پر لگی ہوئی تھیں دوسری طرف خارجی دین کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ دشمن دین خارجیوں کا پہلے قلع قمع کیا اور پھر امیر معاویہ سے نصف پر معاملہ طے کر لیا کار دین میں وہ مستقل و کامیاب رہے۔ اور دنیا کی پروا نہیں کی۔ جب خلافت امارت میں منتقل ہو گئی تو امویوں نے دین کو دنیا کا لباس پہنا دیا۔ اور عباسیوں نے دنیا کو دین پر ترجیح دی۔ مدینہ اسٹیٹ کے اصولوں سے ہٹنے کا جو نتیجہ ہوا وہ ظاہر ہے اور ان کو ہی بھگتنا بھی پڑا۔ مگر دین کا انحصار حکومت پہ کب تھا۔ امویوں اور عباسیوں نے دین کے ہی نام سے حکومت چلائی۔ فرمان الٰہی واضح ہے کہ اگر تم ہمارا کام نہیں کرو گے تو ہم اپنی خدمت کے لئے دوسروں کو مامور کر دیں گے حتیٰ کہ اپنے دین کا کام فاجروں سے لے لیں گے۔ جب دولت کی چاہ نے چالبازیاں سکھا دیں اور قبلہ سے منہ پھیر لیا گیا تو قدرت نے ایک طرف ایران کے صفاریوں اور سامانیوں سے کام لیا اور دوسری طرف منگولیا کے ترکوں اور مغلوں کو اپنی خدمت کے لئے مقرر کیا۔

عجیب تماشا ہے کہ فاتحین عالم میں صرف مسلمانوں کی ہی تلوار متہم و بدنام ہے شاید اس لئے کہ سکندر و دارا قیصر و کسریٰ۔ فغفور و خاں اور چنگیز کی تلواروں کی طرح اس کا کاٹ درندگی و خون آشامی کے لیے نہیں تھا۔ وہ اگر ایک طرف سر پر غرور پر چمکتی تھی تو دوسری طرف اپنے سایہ کرم و رحم کی بھی بارش بھی کرتی تھی یہ تلوار ایک ایسے نصری ہاتھ کے قبضہ میں تھی جو مملکت کے لیے دراز نہیں ہوتا تھا بلکہ آخرت کو حاصل کرنا چاہتا تھا اس تلوار نے دنیا کو جمع کیا مگر دنیا کے لیے نہیں بلکہ سادات کی اشاعت کرنے کے لئے عمل عظیم کا سکہ بٹھانے کے لئے اور عاقبت کی راہ دکھانے

کے لئے اور ظاہر کر دیا کہ اس کے سایہ میں نفسانیت نہیں بلکہ جنت ہے۔ عیسائیوں کی تعلیم ہے کہ جب کوئی ایک رخسار پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی پیش کر دو۔ عیسائی نے جس وقت تلوار سے کام لیا اپنی تعلیم کے پرزے اڑا دئے۔ زرتشتیوں نے تلوار اٹھا کر اپنی تعلیم کی دھجیاں نہ اڑائیں۔ چینیوں نے تلوار چلا کر اپنی روحانیت کو چاک کر ڈالا اور چنگیز نے اپنی تلوار سے انسانیت کا خون کر دیا۔ اسلامی تلوار کو متہم کرکے ان سب نے اپنے عیوب چھپانے کی کوشش کی مگر اسلامی تلوار کی یہ خصوصیت کہ اپنے ایلچیوں اور سفیروں کے ساتھ بڑے بڑے جہانداروں کے دربار میں داخل ہو کر باطل شکن ثابت ہوئی دنیا کو جاننے کے لئے کافی ہے اور اسی جلن نے محسوس نہ ہونے دیا کہ تنگ نظر اور پر غرور حکومتوں کو مسلمانوں کی آہنی تلوار نے زیر کیا یا ان کی تیغ زبان نے مرعوب کیا یا مشیر اخلاق نے تسخیر کیا۔ بہر حال یہ وہم ہے کہ مسلمانوں نے حکومت اور جبر سے امن پھیلایا محض تنگ نظری اور تعصب کی علامت ہے۔ اشاعت اسلام پر رائے قائم کرنے سے پیشتر اسلام قبول کرنے والوں کے حالات کو سمجھ لینا ضروری ہے جن میں وہ مبتلا تھے۔ مورخین انکار نہیں کر سکتے کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے وہ لوگ پراگندگی اور مصائب کی وجہ سے زندہ درگور تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد وہ اس عذاب سے بچے۔ تاریخ ثابت کر رہی ہے کہ اسلام جس جگہ بھی گیا وہاں اس نے اپنے اخلاق و مساوات سے فلاکت و نحوست کو دور کیا ہر جگہ اس کا استقبال اس طرح کیا گیا جس طرح کوئی مہجور اپنے محبوب کا کیا کرتا ہے۔ جبر سے اگر کام لیا جاتا تو اسلامی سلطنت میں سوائے مسلمانوں کے کسی کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ لیکن صورت یہ ہے کہ مفتوحہ علاقوں میں جبر سے کسی کو بھی مسلمان نہیں بنایا بلکہ وہ از خود اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے۔ ابتداء میں ان میں سے زیادہ تر لوگوں نے جزیہ دینا قبول کیا اور پھر خوب

سوچ سمجھکر اور مسلمانوں کے فیض صحبت سے مستفیض ہوکر ایمان لائے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے اپنی قوم دیراوری کا دم نہیں بھرا کیونکہ مسلمان بڑے سے بڑے دشمن کو بھی اس کے ایمان لانے کے بعد سینہ سے لگا لیتے تھے اور امتیازات کو نظرانداز کرکے خلوص کے ساتھ اخوت ومساوات کا برتاؤ کرتے تھے۔ اس حقیقت کی سب سے پہلے ایران گواہی دے رہا ہے کہ اسلام قبول کرنے کے لئے اسے مجبور نہیں کیا گیا اور مذہب کے معاملہ میں اُسے قطعی آزادی رہی۔ ورنہ تیس برس کے بجائے پہلے ہی سال وہاں اشاعت اسلام مکمل ہو جاتی۔ جزیہ کے اعداد سے اشاعت اسلام کی رفتار کا اندازہ کرلینا نہایت آسان بات ہے۔ حضرت عمر کے زمانہ میں عراق سے ایک سو بیس لاکھ درہم کا جزیہ ملتا تھا۔ یہی رقم جزیہ عراق میں خلیفہ عبدالملک کے عہد میں پچاس سال کے بعد چالیس لاکھ درہم رہ گئی۔ یعنی جس قدر جزیہ کی رقم میں کمی واقع ہوئی اتنی ہی نومسلموں کی تعداد میں ترقی ہوئی۔ عراق کے عیسائی ایرانیوں کے مظالم سے بیزار تھے۔ انھوں نے ایرانیوں کے خلاف پہلے مسلمانوں کی مدد کی اور اس کے بعد مسلمان ہوئے۔ ملک شام سختیوں کی وجہ سے فلاکت میں مبتلا تھا۔ اس نے پہلے مسلمانوں کو برتا۔ اور ان کے سلوک ومساوات کو پرکھا پھر کہیں اسلام قبول کیا دیلم کے سپاہیوں کی عذاب میں جان تھی کوفہ میں جاکر آباد ہوئے اور حلقہ بگوش اسلام بنے تو اماں ملی۔ غرض کل ایران جان بلب تھا۔ اسلام نے اس کے ساتھ مسیحائی کی۔ اب رہا جزیہ تو یہ ان کے حق میں رحمت تھا۔ اس لئے کہ ایک طرف فوجی خدمات سے نجات ملی اور دوسری طرف دشمنوں سے حفاظت کی ذمہ داری مسلمانوں کے سر رہی اس کے علاوہ باطل پرستیوں کے اثرات کی وجہ سے آگ اور مٹی کا استعمال گناہ کبیرہ تھا۔ مسلمانوں نے ان لغویات سے آزادی دی اور وہ ان ممنوعہ چیزوں کو عام طور پر استعمال کرکے اپنے اپنے پیشوں میں ترقی کرنے لگے اور

Marfat.com

مصنوعات سے دنیا کے بازاروں کی رونق بڑھ گئی۔ اگر جبر سے کام لیا جاتا تو یہودی اتنے عرصہ تک نہیں بچ سکتے تھے۔ چنانچہ یہودیوں نے دسویں صدی سے پہلے اسلام کی طرف رخ تک نہیں کیا۔ خراسان کے وسط میں رہنے والے قہستانی بھی قطعی بے نیاز رہے۔ ترکوں نے مختلف مذاہب سے ربط وضبط رکھنے کے بعد جنوب و مغرب میں پہنچکر دسویں صدی میں اسلام کا کلمہ پڑھا۔ قپچاق والے بارہویں صدی سے پہلے داخل اسلام نہیں ہوئے۔ اسلام کی رواداری کا بین ثبوت یہ ہے کہ امویوں نے نومسلموں کے ساتھ کسی قسم کی مغائرت نہیں برتی اور عباسیوں کی حکومت کو ایرانی اور ترک خالص اپنی حکومت سمجھا کرتے تھے۔

یعقوب صفاری ایک کم حیثیت لڑکا تھا مگر اسلام اس کے سینہ میں جوش مار رہا تھا۔ باوجود بے بضاعتی کے اپنی قوت ایمانی کی بدولت وہ صاحب حکومت بن گیا۔ عباسیوں کی بدعنوانیوں پر وہ اپنے ہونٹ کاٹ کاٹ لیتا تھا اور چاہتا تھا کہ حرف غلط کی طرح ان کو مٹا دے اور اسلام کا نام چمکائے۔ مگر اس کی عمر نے وفا نہیں کی بہرحال اس نے علانیہ خدمت دین کی مگر اس کا کیا علاج کہ عباسیوں سے مرعوب مؤرخین ایسے عالی ہمم کو لیٹرا کہکر نظر انداز کر دینا چاہتے ہیں۔

سامانیوں نے گورنر خراسان اسد کے اخلاق والطاف سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ کوئی عقل اس کو جبر یا طمع سے تعبیر نہیں کر سکتی۔ اگر حقیقت ان کے قلوب میں نہیں تھی تو ان کے جوش ایمانی کی تشریح معلوم نہیں کس طرح کی جاسکتی ہے — سامانیوں کے متعلق ادریسی نے لکھا ہے کہ غزنوی اور قاراخانی مذہب کے معاملہ میں ان کی گرد کو نہیں پہنچ سکے۔ مگر قیامت ہے کہ جب قاراخانیوں نے سامانیوں پر حملہ کیا تو علماء نے فتویٰ دے دیا کہ یہ دنیوی جنگ ہے جہاد سمجھکر مسلمان اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ چنانچہ خادم اسلام سامانی ہار گئے۔ سلجوقیوں نے خدمت دین

Marfat.com

ضرور کی مگر ملک گیری ان کا اصل مدعا تھی۔ اس زمانہ میں اسلامی طرز زندگی باقی نہیں رہا تھا اور محض نقل ہی نقل تھی۔ ممالک اسلامی میں وہی کیفیت پیدا ہو گئی تھی جو آتش پرستوں کے عہد میں ایرانیوں کی تھی۔ لیکن اسلام نے رحمت الہٰی بن کر ایرانیوں کو ان کے اعمال بد کے عذاب سے بچا لیا تھا۔ اب مسلمان اپنی اصلیت کو چھوڑ کر جب فضولیات میں مبتلا ہوئے تو ان کو عذاب سے بچنا محال تھا۔ چنانچہ قہر الہٰی نے فتنۂ تاتار کی صورت میں ان کو آگھیرا عالم اسلامی پر خوف وہراس اس درجہ طاری ہو گیا کہ چنگیز کے مظالم کی داستان تین پشتوں تک نہیں لکھی گئیں اور نہ کوئی خاقی خان وجود میں آیا جو خفیہ طور پر لکھتا۔ چنگیز کے مرنے کے چالیس برس بعد سب سے پہلے ابن اثیر نے اس داستان کو سپرد قلم کیا مگر اس طرح کہ لرزہ بر اندام تھا۔ قلب و قلم کانپ رہا تھا اور اس کا دماغ نہ سمجھ سکا کہ ایسے سنگین مظالم پر قہر الہٰی جوش میں کیوں نہیں آیا اور تاتاری عذاب میں کیوں مبتلا نہیں ہوئے۔ لیکن اگر ابن اثیر کے حواس صحیح کام کرتے ہوتے تو یقیناً ان کی سمجھ میں آجاتا کہ یہ سنگین مظالم کرنے والے قہر الہٰی بنا کر مسلمانوں پر مسلط کئے گئے تھے جیسا کہ چنگیز نے بخارا کی مسجد میں ممبر پر چڑھکر خود اعلان کیا تھا کہ میں قہر الہٰی ہوں۔ ابن اثیر کے علم میں ہے کہ سب سے پہلے خلیفہ ناصر نے خوارزم پر حملہ کرنے کے لئے اپنے یہاں کے عیسائیوں کی معرفت چنگیز خاں کو دعوت دی تھی اور پیغام رسانی کے سلسلہ میں بغداد کی ایک مسجد گرجا بنا نے کے لئے ان کی نذر کی تھی۔ خوارزم اور چنگیز خان میں معاہدہ ہو چکا تھا لہٰذا جب چنگیز خان کا تجارتی قافلہ خوارزم پہنچا تو وہ لوٹ لیا گیا۔ سفیر قتل کئے گئے اور مفاہمت کرنے کے بجائے شاہ محمد خوارزمی نے مہمل وذلیل جواب دیا۔ یہ وجوہات تھے کہ چنگیز نے خوارزم پر حملہ کیا اور وہ مظالم کئے کہ دنیا کانپ اٹھی۔ اگر چنگیز قہر الہٰی نہ ہوتا تو اس کی ہستی نہ تھی کہ اتنی آسانی سے اتنی زبردست سلطنت کو تباہ کر سکتا

Marfat.com

اپنے مستقر سے دور ہو جانے پر اس کی فوج میں کمی آنا ضروری تھی اور وہ قلعے جن میں محصور ہو کر خوارزمی لڑے ناقابل تسخیر تھے۔ قلعہ شکنی کے جملہ ضروری اور بہترین سامان کو چنگیز خان کے پاس فرض کرنے کے بعد بھی مبصرین اس نتیجہ پر پہنچے کہ کوئی قلعہ دو ڈیڑھ سال سے پہلے فتح نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اعداد و شمار کے سب تخمینے غلط نکلے اور مغلوں نے مہینوں میں نہیں بلکہ ہفتوں میں ان قلعوں کو فتح کر لیا۔ سمرقند کا مضبوط قلعہ تین دن میں چنگیزیوں کے قدموں میں آکر گر پڑا۔ ابن اثیر نے اس کی وجہ خود لکھی ہے کہ شیخ الاسلام علماء اور اہل قضا چنگیز سے ساز کئے تھے انھوں نے قلعوں کے دروازے کھلوا دیے اور تسخیر میں آسانیاں پیدا کر دیں ایک بخاری حکیم صاحب سے حسب الطلب انعام دینے کا وعدہ چنگیز نے کیا تھا۔ حکیم صاحب نے بجائے جاگیر یا منصب کے شہر کی ایک طوائف کی درخواست کی جو گرفتار کرا کر فوراً دے دی گئی۔ کچھ دن بعد پوچھا گیا کہ کیسی گذرتی ہے۔ عرض کیا کہ قابو میں نہیں آتی۔ چنگیز نے یہ کہکر کہ جو زیر دست پر قابو نہیں پا سکتا اسے زندہ رہنے کا حق نہیں ہے حکیم صاحب کو قتل کروا دیا۔ ابن اثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مغل سپاہی نے ایک گاؤں میں چھ سات مسلمانوں کو حکم دیا کہ الٹے لیٹ جاؤ اور لیٹے رہنا۔ خیمے سے تلوار لا کر تمہیں قتل کروں گا۔ چنانچہ ان بہادروں نے کروٹ تک نہ لی اور خوشی خوشی قتل ہو گئے۔ بایں ہمہ ابن اثیر نے یہ بھی درج کیا ہے کہ حملہ گرگنج میں حضرت نجم الدین کبری رحمۃ اللہ علیہ تن تنہا تاتاری فوج پر اینٹیں پھینک پھینک کر مدافعت کرتے رہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ قلب فوج میں پہنچ کر انھوں نے چنگیزی جھنڈا چھین لیا تھا۔ بہرحال اس طرح جب مقابلہ کر رہے تھے تو ایک تیر یا تلوار نے کام تمام کر دیا۔ صوفی نے جان قربان کر دی اور اپنی شان دکھا دی۔ نہ بھاگا۔ نہ چھپا اور نہ غداری کی۔ ان جملہ حالات کے بعد

Marfat.com

ابن اثیر کے قلب و قلم میں رعشے کا اقرار صحیح مانا جاسکتا ہے جس کی وجہ سے وہ قہر الٰہی کا احساس نہ کر سکا۔

ہلاکو خان کے مظالم اور تباہی بغداد پر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے بھی خون کے آنسو بہا کر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ آسمان پھٹ کر کیوں نہ گر پڑا۔ شیخ سعدی روئے اور رونے کی بات بھی تھی لیکن ان سے اتنا نہ ہوا کہ اپنے ممدوح ابو بکر سعد زنگی سے دریافت کر لیتے کہ دشمن دین ہلاکو کی مدد انھوں نے کیوں کی۔ اگر سعد زنگی کی غداری کے متعلق وہ مرثیہ کا ایک بند بھی کہہ دیتے تو ان کی سمجھ میں آجاتا کہ آسمان پھٹ کر کیوں نہیں گرا۔

عطاء الملک سید علاء الدین جوینی نے اپنی تاریخ جہاں کشا کے افتتاحیہ فقرے سے حقیقت واقعی کا اظہار کیا ہے کہ جب جسم میں مادۂ فاسد پیدا ہو جاتا ہے تو مسہل کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔ مگر اس کے بعد اس اظہار پر اتنی شکر لپٹی ہے کہ چنگیز کی مسیحائی ثابت ہو گئی اور اپنی تاویلات پر سینکڑوں شکر کے سجدے ادا کر ڈالے اور اپنے ولی نعمت کی خوشنودی حاصل کر لی۔ ایک دل جلے ظریف نے دریافت کیا کہ اس مسہل میں آپ املتاس کیوں بنے۔ جواب دیا کہ ہم نے مسہل کی تیزی کو روکنے کے لئے تبرید کا کام کیا۔ ہم نہ ہوتے تو مظالم کی اور زیادتی ہوتی۔ حاضر جوابی صحیح ہو سکتی ہے مگر اس جواب نے ان کی قلعی کھول دی اور ان کے سجدہائے شکر ان کے منہ پر مار دئے۔ جوینی دوسروں کی شفاعت کیا کرتے جب اپنے آپ کو ہی نہ بخشوا سکے۔ دیکھا بھی گیا ہے کہ ہر انقلاب میں جوینی جیسی ہستیاں پیدا ہو جاتی ہیں مگر قدرت کی ستم ظریفی کو کیا کیا جائے کہ مسہل ہی کو تبرید بنا دیتی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ سردار کی اطاعت اور فرمانبرداری ترک اور مغل کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ انھوں نے مسلمان آقاؤں سے برگشتہ ہو کر

بغاوت کی۔ خود مختار ہوئے اور اپنی ریاست علٰحدہ قائم کرلی۔ مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ آزاد ہونے کے بعد تبلیغ اسلام کے معاملہ میں اپنے آقاؤں سے پانچ قدم آگے ہی رہے اور جہاں تک ترکوں اور مغلوں کا تعلق ہے ان کے متعلق نہیں کہا جاسکتا کہ وہ جبر سے مسلمان بنائے گئے۔ یہ فاتح خود مفتوح ہو گئے اور انھوں نے اسلام کے قدموں پر خود اپنا سر نیاز رکھدیا۔ اسلام پراگندگی میں مبتلا تھا۔ مغلوں نے خود اسے سینہ سے لگایا۔ اس پر فخر کیا اور اس کے غلام بن گئے۔ اب معاندین کا یہ عذر کہ بیویوں کے اثرات اور ملکی ضروریات کی وجہ سے انھوں نے اسلام قبول کیا تھا مضحکہ انگیز بات ہے۔ ان بدگمانی کرنے والوں کو یہ نہیں معلوم کہ مغل بادشاہوں کے محل میں مختلف اقوام و مذاہب کی بیویوں کی تعداد چالیس پچاس سے کم نہیں ہوتی تھی۔ ایسی حالت میں مسلمان عورت ڈرنے کی چیز ہے اور اس کے اثرات سے بچنا چاہیئے۔ لیکن اگر مغل ضروریات ملکی کی وجہ سے مسلمان ہوئے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ انھوں نے اشاعت اسلام میں غیر معمولی دلچسپی کیوں لی۔ مغل فطرتاً مذہب کے مقابل میں اپنے آئین و تمدن کے زیادہ پابند تھے۔ جب ان کا آئین بیکار ہو گیا تو بعد تحقیق جملہ مذاہب پر انھوں نے اسلام کو ترجیح دی اور پھر سر جھکا دینا تعجب کی بات نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ سمرقند و بخارا اور بلخ و بغداد کو تہ خاک کرکے مغلوں نے اسلامی تہذیب کو تباہ کیا تھا لیکن یہ حقیقت بھی روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ انھیں تباہیوں کی راکھ سے اسلامی تہذیب نے پھر سر اٹھایا۔ بدھ۔ یہودی مانوی اور عیسائی نے ہر ہر طرح مقابلہ کیا مگر چنگیز کی اولاد نے اسلام ہی کو قبول کیا اور اپنے اجداد کی زیادتیوں کی گویا تلافی کردی۔ تیرھویں صدی میں مسلمان ہو کر انھوں نے اپنی قومیت سے استعفےٰ نہیں دیا تھا لیکن سولھویں

Marfat.com

صدی میں اسلام کا طرز زندگی سیکھ کر قومیت اور خون کے رشتے کو بھلا دیا۔ تاجیک و ترک میں جو مغائرت و منافرت تھی وہ جاتی رہی۔ لیکن ان کا طرزِ حکومت ہر حال میں مغلئی ہی رہا۔ آج عرب کی حکومت نہیں رہی۔ مغلوں کی سلطنت مٹ گئی۔ اسلام کو مذہب کے بجائے قومیت سمجھنے والے فنا ہو گئے لیکن دنیا بھر کی مخالفتوں کے باوجود اسلام زندہ ہے۔ انقلاب کا شکار ملک بنے۔ زبانیں بنیں تو میں ہوئیں۔ لیکن اسلام ان محدود دائروں سے ماسویٰ تھا اس لئے انقلاب اس سے خود زیر ہو گیا۔ آسمان کا کینہ۔ زمین کی گردشیں اور معاصرین کی دشمنیاں اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ اس لئے کہ نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اعلان کر رہی ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد۔ لہٰذا اسلام آج بھی مشرق میں منچوریا کے تاتاریوں کے ذریعہ شمال میں ازبیگیوں کی معرفت۔ ایران میں صفویوں کی صورت میں اور مغرب میں عثمانی ترکوں کے نام سے ایشیاء کی رونق بنا ہوا ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اشاعت اسلام کے معاملہ میں صوفیوں کے کارنامے اپنی جگہ اہمیت رکھتے ہیں اور لاجواب ہیں۔ صوفی اپنے نرالے پن سے بدنام ہوئے مگر کارِ دین میں کامل نکلے۔ ان کے متعلق بے تکلف اقرار ہے کہ انھوں نے ظاہر کو ترک کر کے روشنی پھیلائی۔ مگر ظاہر کو ترک کر دینے کے اسباب و وجوہات تھے۔ عہد عباسیہ میں فلسفہ و منطق نے ظاہر کو نشانہ بنا کر معتقدات کو دم بخود کر دیا تھا۔ قرآن اور حدیث کو فلسفہ و منطق کے عیار پر اتارنے کے لئے علماء نے علم کلام سیکھا مگر دماغ چکرا کر رہ گیا اور ظاہر میں پھنس کر رہ گئے اور تو اور محدثین اور فقہاء میں بے وجہ اختلافات پیدا ہو گئے۔ الفاظ جب معنی سے بیگانہ ہو گئے تو متعدد لاطائل مباحث

شروع ہوگئے کہ قرآن خلق ہے یا نہیں؟ لہٰذا صوفی نے ظاہر کو ترک کر کے معنی پر توجہ کی اور اپنی محیر العقول کیفیات سے فلسفہ و منطق کا منہ بند کر دیا۔ صوفیاء نے ہر حال میں شرع کا ادب کیا۔ تصوف بذاتِ خود کتاب و سنت سے مستحکم اور اخلاق انبیاء و اصفیاء کے سلوک پر مبنی ہے اور احکام شریعت پر عمل کرنے کا ماحصل ہے لیکن ان کے یہاں عمل کی شرط علتوں اور لذات نفس سے پاک ہوتا ہے۔ حق و باطل میں جنگ ہے۔ صوفی نے اپنی وراء العقل محبوبیت کو آلۂ کار بنایا اور باطل کو شکست دی۔ یہی کمال ان کی بدنامی کا باعث ہوا اور اسی کمال کی وجہ سے انھوں نے حق کا بول بالا کیا۔ صوفی کی یہ جدت نہ قابلِ سرزنش ہے اور نہ لائق اعتراض۔ اگر یہ جدت مہلک ہوتی تو تبلیغ میں کامیابی نہ ہوتی۔ اب اس جدت کو بدعت حسنہ کہا جاسکتا ہے اس لئے کہ اس سے دین کو تقویت پہنچی بدعت حسنہ کا فقدان ہی مسلمانوں کے جمود کا باعث ہے۔ ظاہر پر نگاہ رکھنے والے لفظوں کے الٹ پھیر میں سر پھرانے والے اور اپنے گمان پر ضد کرنے والے اگر اس بدعت پر معترض ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ وہ اصل دین کو نہیں پہنچے دین قلب سے تعلق رکھتا ہے۔ منطق و تقریر پر منحصر نہیں ہے۔ دماغ کو مرعوب کر لینے سے قلب کی تسخیر نہیں ہوا کرتی۔ تسخیرِ قلب کے لئے عمل صالح ضروری ہے۔ عمل صالح سے کیفیات مترتب ہوتی ہیں اور وہی ظاہر ہو جانے پر خرق عادت سمجھی جاتی ہیں اور انھیں کو حیض صوفیاء کہا گیا ہے۔ اس خون کو چھپانے کا حکم ہے مگر اس کو بند کر دینا مضر و مہلک ہے۔ اب یہ صوفی کی فراست اور قابلیت پر منحصر ہے کہ خوبی کے ساتھ در پردہ اپنی کرامت کا اظہار کرے۔ دور جاہلیت اور اوہام پرستی میں تعویذ گنڈے جنتر منتر اور جھاڑ پھونک کا عام رواج تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعویذ کے متعلق دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا "کر دو مگر ہوتا وہی

ہے جو خدا چاہتا ہے"۔ اب اگر صوفی نے ان فضولیات کو اپنی کرامت کے ظاہر کرنے کا پردہ بنا لیا تو غالباً کوئی گناہ نہیں کیا۔ صوفی نے تعویذ گنڈے دئے مگر اپنی قوت روحانی شامل کر دی اور جادو ٹونوں کو شکست دے دی۔ صوفی نے اپنی روشن ضمیری سے جنتر منتر اور نجوم و فال پر فتح حاصل کی۔ مدعا قلوب کو متوجہ و مسخر کرنا تھا اس کے بعد اپنی صحبتِ صالح سے قلوب میں حق کو جاگزیں کر دیا۔ تعویذ گنڈے حروف شمسی و قمری کے مرکبات ہوا کرتے ہیں اور حروف کی شاید تاثیر بھی مانی گئی ہے۔ پندرہ کا نقش جس طرح مسلمانوں کے یہاں رائج ہے اسی طرح اہل ہنود کے یہاں بھی مقبول ہے۔ ہر سیٹھ کی دوکان پر ہندی ہندسوں میں گیروے دیواروں پر لکھا ہوا دکھائی پڑتا ہے۔

بہر حال ظاہر بینوں نے صوفی کو متہم کیا مگر اعتراض جب ہی قابل وقعت ہے جبکہ اصلاح کی ماحول کے لحاظ سے کوئی بہتر تدبیر بتائی جائے۔ صوفیوں نے اپنے اصول پر جس طرح بھی اشاعت اسلام کی اس پر کسی نوعیت سے تالیف دم جبر کا شبہ نہیں کیا گیا۔

اشاعت اسلام کا ایک درخشان پہلو اور بھی ہے جس سے مورخین ناواقف نہیں۔ اس ماوراء عقل پہلو کو وہم اور خوش عقیدگی اگر سمجھا جائے بھی واقعہ ہونے کی وجہ سے قابل غور ہے اور اس کو نظر انداز کر دینا ستم ہے۔

عروس نیل کی داستان پوشیدہ نہیں بلکہ تاریخی واقعہ ہے کہ ہر سال نیل میں ایک حسین دوشیزہ ڈالی جاتی تھی کہ طغیانی سے نقصان نہ ہو اور آب پاشی فائدہ ہو۔ اس رسم قبیح کو سُن کر حضرت عمر نے نیل کے نام خط لکھ دیا اور بجائے دوشیزہ کے اس سال نیل کی نذر وہ خط کیا گیا۔ کوئی مصیبت نہیں آئی۔ آبپاشی خاطر خواہ ہوئی۔ اس عجوبیت پر مصر والے ایمان لے آئے اور اسلام

قائل ہو گئے۔ بعد میں جب نیل نے دھوکہ دیا تو وہ اپنی باطل پرستی کو چھوڑ کر حقیقت سے واقف ہو چکے تھے۔ اسی طرح مصر میں ایک قلعہ کے فتح ہونے میں عرصہ لگ گیا تھا۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع دی گئی۔ انھوں نے کہلا بھیجا کہ کسی سُنّت کا ترک وجہ تاخیر ہے۔ سب نے غور کر کے نتیجہ یہ نکالا کہ مسواک کرنا ترک کر دی گئی ہے۔ چنانچہ دوسرے روز بجائے قلعہ کی تاک جھانک کرنے کے سب مسلمان درخت کی شاخیں کاٹنے اور مسواک کرنے میں مشغول ہو گئے۔ قلعہ والے اس غیر معمولی حرکت کو دیکھکر سمجھے کہ مسلمان ہمیں کچا کھانے کے لئے اپنے دانت تیز کر رہے ہیں لہٰذا پیغام صلح بھیجدیا۔ قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور اسلام بخیر و خوبی داخل ہو گیا۔

سمرقند و بخارا مسلمانوں نے کئی مرتبہ فتح کیا مگر جب قیتبہ بن مسلم نے فتح کر کے ترکوں کے عبادت خانے کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا تو ترک خود بخود داخل اسلام ہو گئے۔ ترکوں کا عقیدہ تھا کہ ان کے عبادت خانہ کو تباہ کرنے والا عذاب الیم سے بچ نہیں سکتا۔ مگر قیتبہ جب ہر طرح محفوظ رہا تو سمجھ گئے کہ قیتبہ کا معبود ان کے معبود سے بالاتر اور قوی تر ہے۔

تذکرات بوغرا میں صاف طور پر درج ہے کہ مسلمان ہو جانے کی خواب میں اُسے بشارت ہوئی تھی۔ اسی طرح ترکان عثمانی کے مورثوں ارطغرل اور عثمان خاں کو خواب دکھائی دئے تھے۔ جن کا تاریخ میں اندراج ہے مگر ان ماسوائے عقل حقیقتوں پر غور نہیں کیا جاتا۔

بالفرض یہ سب خوش عقیدگی اور واہمہ کی کرشمہ سازیاں ہیں تو روس کی حماقت عظیم تو ایک مادی واقعہ ہے۔ وسطی ایشیا کے کرغیوں کو روس نے ۱۷۳۱ء میں فتح کیا تھا۔ بیس برس تک تعلقات رکھنے اور خط و کتابت

کرنے کے باوجود روس ان کو بجائے شامانی المذہب سمجھنے کے مسلمان سمجھا اور ان کی بہبودی کے لئے مسجدیں بنوادیں اور اسلامی مدرسے جاری کر دئے آخر آخر جب اس تعلیم و تدریس کی وجہ سے وہ مسلمان ہو گئے تو روس کی آنکھیں کھلیں۔ عدو شود سبب خیر کی یہ بہترین و زندہ مثال ہے۔

اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں علماء و صوفیاء کا اختلاف آنکھیں نیچی کر دینے کے لئے کافی ہے اس لئے کہ اس سے مرکزیت اور توحید کی تنقیص و توہین ہوتی ہے۔ اسلامی دریا جب تک ایک دھارے میں بہتا رہا صوفی و عالم کی کوئی تفریق و تمیز نہیں کی گئی مگر عباسیوں کی لغویات اور علم کلام کی موشگافیوں نے افتراق پیدا کر دیا۔ جو ابھی تک باقی ہے۔ ستم ہے کہ صوفی و فلسفی میں راہ و رسم ہو سکتی ہے اور مولوی و منطقی میں تعلقات ہو جاتے ہیں مگر مولوی و صوفی میں اتحاد نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ہر فن کے پروفیسر اور کاریگر میں اتحاد ہوا کرتا ہے۔ فروعات کو چھوڑ کر اگر صوفی و مولوی کے اصل اختلاف کی چھان بین کی جائے تو حدیث احسان کے عملی نتائج ان دونوں کے فرق کا باعث ٹھہر جائیں گے۔ حدیث احسان یا حدیث جبرئیل متفق الیہ حدیث ہے۔ عرفان و حقیقت کے لحاظ سے اسلام و قرآن کی جان ہے۔ اس میں اسلامی عمل کا دستور بتایا گیا ہے۔ خلوص و یقین حاصل کرنے کے لئے تاکید کی گئی ہے کہ نمازیں یا یہ سمجھو کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو یا یہ سمجھو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ صورت اول کے مقابل میں شکل ثانی سہل بتائی گئی ہے۔

قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ مشاہدہ بغیر مجاہدے کے میسر نہیں ہو سکتا۔ اور بتایا گیا ہے کہ اللہ نمازی کے سامنے ہوا کرتا ہے (اعراف)۔ ان حالات میں سہل اور مشکل کے سوال کو نظر انداز کر کے یہ طے کرنا ضروری ہے کہ دیکھنے یا سمجھنے

Marfat.com

کی تدبیر کیا ہو سکتی ہے۔ اس حدیث پاک کی بنیاد یقیناً محبت پر مبنی ہے۔ غائب کی محبت یا غائب کا تصور آسان نہیں اور پھر خصوصاً جبکہ غائب لا محدود اور غیر محسوس ہو۔ باری تعالیٰ کی رویت ممکن نہیں اسی لئے تصور ذات مشکل ہے مگر تصور صفات سہل ہے۔ محدود صفات سے لا محدود صفات کا قیاس کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً سخاوت کے محدود تصور کے لئے حاتم ضرب المثل ہے۔ سخاوت لا محدود کے تصور کے لئے حاتم سے بزرگ ترین شخصیت کا تصور کرنا چاہیئے۔ حتیٰ کہ تصور سخاوت لا محدود ہو جائے۔ مگر سخاوت کے اس ہیولیٰ کی بنیاد حاتم کی سخاوت ہی رہے گی لہٰذا صفات لا محدود کا تصور بھی ممکن الحصول نہیں اور اس میں تشبیہ کی بو آجانے کا اندیشہ قوی ہے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ کے تصور کے لئے بر بنائے محبت کوئی مجسمہ بنا لیا جائے تو اس بت پرستی کا اسلام روادار نہیں ہو سکتا۔ بت پرستی کی حقیقت سمجھانے کے لئے کہا گیا ہے کہ جب بُت پرست کا دل چیر کر دیکھا گیا تو جمال ہمنشین نے اسے پتھر بنا دیا تھا۔ علماء کرام نے جو طریقہ بھی اس حدیث پر عمل کرنے کا بتایا وہ دلائل و براہین اور گفت سے زیادہ نہیں۔ شنیدہ پر اعتبار مشکل ہے اور مشاہدہ ممکن نہیں۔ اس لئے قلب یقین کے درجہ تک شاید ہی پہنچتا ہو۔ بہر حال عقل و دلیل سے دماغ متاثر کر کے اگر قلب کو مجبور بھی کر دیا جائے تو یہ ہر شخص سے نہیں ہو سکتا۔ اور جو نقشہ اس طرح جمایا جائے گا۔ وہ بھی تشبیہ و تنزیہہ سے خالی نہیں ہو سکتا۔ تشبیہ و تنزیہہ کے اوسط کو حاصل کر لینا شاید اہل کمال سے ہی ممکن ہو ورنہ عامی تو کفر کی منزل سے بچ نہیں سکتا۔ لہٰذا نہ جائے ماندن اور نہ پائے رفتن۔ اس تدبیر میں سارا قضیہ روایت معتبر کی عقید تمندی پر منحصر ہو کر رہ جاتا ہے اور نقل در نقل کی وجہ سے مباحث کا موقع بھی نکل آتا ہے اور تعصب وجمود بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

صوفیاء نے شرک اور اس کے ابہام سے بچنے کے لئے سمجھا کہ ملائکہ نے حضرت آدم کو جو سجدہ کیا اس میں آدم مسجود نہیں تھے بلکہ محض قبلۂ مسجود تھے۔ اور یہ بھی سمجھا کہ رسول کا ہاتھ چونکہ اللہ کا ہاتھ ہے اس لئے رسول کے بعد مرشد کا ہاتھ رسول کا ہاتھ ہونا چاہیئے۔ اس بنیاد پر انھوں نے مرشد کے تصور کو جائز سمجھ لیا۔ اس میں تشبیہ۔ تنزیہہ اور بُت پرستی کا کوئی قصّہ وشائبہ نہیں ہے۔ نمونہ ومثال سے ان کے نزدیک تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ مراد ہے اسی طرح مجاز سے حقیقت تک رسائی حاصل ہوسکتی ہے اس کے بعد تصور شیخ کی تکمیل اور اس کی کیفیت استغراق پیدا کردیتی ہیں اور جذب وفنا کے راستے پر ڈال دیتی ہیں۔ کیفیت کے اسی ماحصل کو وصل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مولوی نے قیل وقال میں مبتلا ہوکر ایمان کو امید وبیم کے درمیان سمجھا صوفی اپنے حال میں جست لگا کر اخوف ورجا کو پھلانگتا ہوا توکّل کے میدان میں جا اترا۔ خوف کرنے والے قلب سے جب ریا مٹادی جاتی ہے تو خلوص پیدا ہوجاتا ہے اور شکوک دور کردئے جانے کے بعد یقین حاصل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح امید رکھنے والے دل سے اختیار مٹا کر تسلی عطا کردی جاتی ہے۔ بہرحال جب خطرات ہٹ جاتے ہیں اور مشغلے چھٹ جاتے ہیں تو حق جلّ شانہٗ آئینہ باطن پر اپنا پر ڈال دیتا ہے۔ جس میں رویت کا سوال ہی نہیں۔ اسی واسطے رسول علیہ الصلٰوۃ نے فرمایا کہ نماز میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ قصہ مختصر کیفیات وجذبات پر جب بحث کی جانے لگے تو اللہ محفوظ رکھے۔ خلق قرآن کی طرح کے ہمہ ازوست اور ہمہ اوست جیسے لاطائل مباحثے ہونے لگتے ہیں جن کا حاصل وصول کچھ بھی نہیں۔

مگر سوال یہ ہے کہ اس حدیث پر جس نے بھی جس طرح عمل کیا وہ اسی ک

ذاتی ایجاد ہے یا اس کے طریق عمل کی اسوۂ رسول اور اسوۂ صحابہ سے بھی کوئی سند ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ رسول نے حسب معمول اس کی بھی وضاحت اپنے قول وعمل سے کی ہوگی اور صحابہ جبتک مطمئن نہیں ہوئے برابر استفسار کرتے رہے ہوں گے۔ مجھے اپنے بے مائیگی اور جہالت کا اقبال ہے کہ معلوم نہ ہوسکا کہ اس حدیث پاک کی وضاحت رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کس طرح فرمائی۔ صحابہ کس طرح مطمئن ہوئے اور محدثین وعلماء نے اس کے متعلق کیا روشنی ڈالی۔ اگر اس حدیث کی تعمیل کے متعلق مولوی اور صوفی میں کوئی تعین و اتحاد ہوجائے تو نہ گمراہ کن مغالطے پیدا ہوں اور نہ اختلاف رونما ہوں۔

اگر قیاسات سے نتیجہ نکالا جاسکتا ہے تو ایک حدیث کا ملخص یہ ہے کہ فرشتوں اور انبیاء کے ایمان کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ عالم غیب کا بلاواسطہ ترجمان تمہارے سامنے میں خود ہوں۔ اب رہی میرے بعد آنے والی امت جو بغیر میرے دیکھے ہوئے قرآن وحدیث کے ذریعہ ایمان لائیگی اس کا ایمان بالغیب تعجب اور غبطے کے لائق ہے' ظاہر ہے کہ صحابہ کو فضیلت محض صحبت رسول کی وجہ سے ہے۔ رسول کی موجودگی سے اُنھیں ایمان بالغیب حاصل ہوتا تھا اور ماوراء العقل حقیقت کو سمجھکر عجائب پرستی سے نکلتے تھے۔ چنانچہ ایمان بالغیب کی تشریح کے لئے ایک دوسری حدیث کا سیاق وسباق یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حنظلہ بن ربیعؓ نے اپنے اوپر نفاق کا شبہ کیا اور دربار نبوی میں عرض کیا کہ جب ہم حضور کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں اور حضور دوزخ وجنت کو یاد دلاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جب ہم حضور سے جدا ہوجاتے ہیں تو سب کچھ بھول کر نون تیل اور دال کے چکر میں پڑجاتے ہیں۔ جواب میں کچھ اس طرح اِرشاد فرمایا کہ "اگر یہ کیفیت دائمی ہوجائے تو

برداشت نہ کرسکو گے اور بشریت سے گذر کر فرشتوں کے حدود میں پہنچ جاؤ گے
انسانی ترقی کا راز اسی غیب و حضور میں ہے۔"

صحابہ کی عقیدت مندی اور محبت اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ اگر رسُول کو نہ دیکھ پاتے تو بے قرار ہو جاتے۔ رحلت رسُول کے موقع پر حضرت عمرؓ نے تلوار سونت لی اور کہا جو یہ کہے گا کہ رسول گذر گئے وہ جھوٹ کہے گا۔ اور اُسے مار ڈالوں گا۔ ایسا دانا و بینا ایسی بات کیسے کہہ سکتا تھا جبتک کہ رسُول کو زندہ نہ دیکھ رہا ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل کی آیت پڑھکر حضرت عمرؓ کو ادب کی تعلیم دی اور ان کی نظر باطن سے ہٹا کر ظاہر کی طرف پھیر دی۔ شاید اسی محبت کا نام تصوّر ہے جو صحابہ کو حاصل تھا اور ممکن ہے کہ یہی حدیث جبریل یا احسان کا عملی نتیجہ ہو۔ اس محبت کا محدثین اور علماء نے ہزاروں طرح اقبال کیا ہے لیکن محبت کو تصوّر سے موسوم نہیں کیا اس لئے کہ تصور محبت کی باطنی کیفیت ہے جو گفت میں نہیں آتی۔

تصوّر کے متعلق حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ ان کی سوانح عمری سے صحیح طور پر واضح نہیں ہوتا۔ جب حضرت شاہ عبدالعزیز نے مرید کرتے وقت تصور شیخ کی تلقین کی تو انھوں نے کہا کہ شرک خفی ہے اور شاہ صاحب نے سکوت اختیار کیا۔ گویا تصور جائز نہیں۔ مگر اسی سوانح عمری سے صاف صاف ظاہر ہوتا کہ حضرت سید احمد صاحب کا تصور ان کے مریدوں کو حاصل تھا اور گویا سب کے سب اس شرک خفی میں مبتلا تھے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ جناب مصنف اس قول و عمل کی اپنے علم سے تشریح کر کے مغالطے کو دور کریں۔

مختصر یہ کہ حق و باطل کی جنگ آج بھی جاری ہے اور تبلیغ کی راہیں ابھی مسدود نہیں ہوئی ہیں مگر موجودہ تبلیغ جس حال میں بھی ہے اپنے اندر وزن

Marfat.com

واثر نہیں رکھتی۔ آج کل سیاسی مبلغین اور مذہبی مبلغین دونوں مشکل سے ہوگئے
ہیں اور بیجا نہ ہوگا اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اہل حق باطل کی پیروی میں مصروف ہیں
ورنہ زمین و آسمان میں یہ فساد برپا نہ ہوتا جو ہو رہا ہے ہم اگر مالکِ سلطنت
ہیں تو ہمیں دین سے زیادہ اپنی پارٹی عزیز ہے۔ اور اگر ہم کسی کی سلطنت میں ہیں
تو اتباع خدا و رسول سے زیادہ اتباع حکام کا ہمیں شوق ہے۔ کہا جاسکتا ہے
کہ پارٹی کا خیال یا خوشنودی حکام کار دین کے لئے ہے لیکن جواب دینے
والے اپنے جواب کا اپنے قلب میں خود ہی جائزہ لیں اس لئے کہ نیت کا حال
سوائے اللہ جل شانہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ قرآن حق و باطل میں امتیاز
رکھتا ہے اسی کو حجت سمجھنا چاہئے۔ حق و باطل کو ضم کرنے والوں کی مثال
میں ڈاکٹر اقبال نے جعفر و صادق کا نام لیا ہے لیکن وسیع پیمانہ پر یوں سمجھنا
چاہئے کہ جہاں سلطنت ہے وہاں خلیفہ ناصر اور شاہ محمد خوارزمی پیدا ہوجاتے
ہیں اور جہاں اپنی حکومت نہیں ہے وہاں محمود یلواچ اور عطار الملک جوینی
اُگ آتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ حال کا پتہ نہیں اور قال کا غلغلہ مچا
ہوا ہے۔ زبان ہر جگہ شمشیر کا کام کر رہی ہے اور اپنے آپ کو ہی کاٹ رہی
ہے چھ چھ گھنٹوں کی تقریریں اور دو دو پہلو رکھنے والی تحریریں نمونہ و مثال
بنی ہوئی ہیں۔ یکسوئی کے بجائے پراگندگی کا دور دورہ ہے۔ مرکز لا محدود
کا تو ذکر ہی کیا مسلمانوں میں محدود اتحاد بھی نہیں دکھائی دیتا۔ ہر کہیں اپنی
اپنی ڈفلی اور اپنا اپنا راگ ہے۔ کمیونسٹ کہتے ہیں اور راج رشی ٹنڈن
اعلان کرتے ہیں کہ مذاہب پرانے ہوگئے اور زمانہ کا ساتھ نہیں دے
سکتے۔ مگر یہاں کوئی اتنا نہیں جو جواب دے کہ دین کامل مذاہب کی آخری
کڑی ہونے کی وجہ سے زندہ ہے اور زبان و مکان پہ غالب ہے۔ ایسا

Marfat.com

جواب مجنون ہی دے سکتا ہے لیکن مجنون ڈھونڈھے نہیں ملتا۔ یہ نقص ہمارے اور اسلام کے درمیان بعد ہو جانے کا ثبوت ہے۔ اس لئے کہ ہم بجائے قرآنی قانون پر عمل کرنے کے ہاتھوں کی کثرت سے بنائے ہوئے قانون پر عمل پیرا ہیں ضرورت ہے کہ ہم بدلیں۔ اپنے اندر انقلاب پیدا کر لیں اور پھر مرکزیت لامحدود کی طرف متوجہ ہوں۔

کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلماں بھی ایک

تمت الکتاب

ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ

سلسلہ تالیف و تصنیف ادارۂ المجلس

اسلام مشرق میں

از

مولانا وحید احمد

نظر کردہ

مولانا محمد جیلانی کامل نظامیہ

ناشر

ادارۂ المجلس ۔ نور بھائی لوٹیا بلڈنگ ۔ بندر روڈ کراچی

باہتمام ۔ دکن دار الاشاعت ۔ کلینٹن روڈ کراچی ۵